مترجم

جناب الحاج مولانا اشفاق حسین

ابو منصور احمد ابن علی ابن ابی طالب طبرسی

(از علمائے اوائل قرن ششم)

احتجاجِ طبرسی

حصہ (اول - دوئم)

ناشر

ادارہ تحفظ حسینیتؑ

لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احتجاج طبرسی

ابو منصور احمد ابن علی ابن ابی طالب طبرسی
(ازعلماء اوائل قرن ششم)

حصہ (اوّل۔ دوم)

مترجم

جناب الحاج مولانا اشفاق حسین صاحب

ناشر:

ادارہ تحفظ حسینیت علیہ السلام

لاہور۔ پاکستان

نام کتاب............................احتجاج طبرسی

مؤلف............................ابو منصور احمد ابن علی ابن ابی طالب طبرسی

............................(از علماء اوائل قرن ششم)

مترجم:............................جناب الحاج مولانا اشفاق حسین صاحب

طبعہ اوّل............................۲۰۰۹ء

تعداد............................۱۰۰۰

ناشر............................ادارہ تحفظ حسینیت علیہ السلام لاہور

ملنے کا پتہ

تمام شیعہ بک سٹال پر دستیاب ہے

انتساب

دنیا کے مظلوم ترین امام، حضرت حسن مجتبیٰ (علیہ السلام) کے نام نامی اور اہلبیت اطہار (علیہم السلام) کے شیدائی جد نامدار شہید جناب سجاد حسین مرحوم کے نام، جن کو دشمنوں نے ۲۸ صفر ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۷ء کو حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آنحضرت کے سبط اکبر حضرت امام حسن مجتبیٰ (علیہ السلام) کے تابوت کی حفاظت کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا تھا۔

اشفاق حسین ابن مرتضیٰ حسین

کربلائی (سوزخوان)

احتجاج طبرسی

حصہ اول

کچھ کتاب کے بارے میں

(زاہد علی جلال پوری ہندی)

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلاۃ و السّلام علی محمد وّ آلہ الطّاھرین

اسلام دلیل و برہان، علم واتقان کا دین ہے۔ رسول خدا محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آنحضرت کے اہلبیت دین اسلام کو ابلاغ کرنے والے، خدا کے خاص نمائندے ہیں، ان کے علاوہ ایسے صحابۂ کرام، انصار ومجاہدین، علماء اور مومنین جنھوں نے اہلبیت سے سچی محبت کر کے ان کے علوم و معارف سے کسب فیض کیا۔ ایسے لوگوں کا ولایت الٰہی سے بہت گہرا رابطہ رہا ہے۔ کیونکہ

اسلام میں جو اہمیت ولایت کی ہے کسی اور چیز کو یہ امتیاز حاصل نہیں ہے، اسی کو اسلام کی روح رواں قرار دیا گیا ہے۔ حکومت وسلطنت کا بھی اس ولایت الٰہیہ کے مقابلہ میں کوئی خاص مقام نہیں ہے، مگر اس وجہ سے کہ امت کیلئے حق وعدالت پر مبنی معاشرہ تشکیل دیا جائے، اسی لئے جب اہل علم و معرفت کو ولایت کی صحیح معرفت ہو جاتی، پھر وہ کسی قیمت اس سے جدا نہیں ہوتے تھے، لیکن جنھوں نے ان حقائق کو درک نہیں کیا تھا، جن کی حریصانہ آرزوئیں مادی دنیا تک محدود تھیں، ان لوگوں نے اسلام کے معنوی اقتدار پر قبضہ جما کر مسلمانوں کا استحصال کرنا چاہا اور اسلامی قلمرو پر قابض ہونے کی لالچ میں حریم الٰہی اور ولایت اسلامی کے حدود کو پایمال کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اسمیں بنیادی کردار ابوجہل وابوسفیان اور ان کے پیروکاروں کا تھا، جو روز اول سے رسول اسلام کے سخت ترین دشمن تھے، جنھوں نے کفار ومشرکین اور منافقین کا متحدہ محاذ بنایا، جس کی وجہ سے اسلام کو غیر تلافی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔

صدر اسلام کے مخلص مسلمانوں کیساتھ رسول اکرمؐ کے عزیز ترین افراد جناب حمزہ اور جناب جعفر طیار جو آنحضرت کے قوت بازو تھے، شہید کر دئے گئے، مختصراً ابھی اسلام کے پھولنے، پھلنے اور پنپنے کا وقت تھا، دشمن اسلام کو زبردست نقصان پہنچا کر خود اسلامی مسند پر قبضہ جمانے پر کمربستہ ہو گئے، حالانکہ قرآن ان کی

ملامت کر رہا تھا:

﴿وَ كَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللّٰهِ وَ فِيكُمْ رَسُولُه﴾ (آل عمران ۳/۱۰۱)

کیونکر! تم لوگ کافر ہو جاؤ گے جب کہ تم پر آیات الٰہیہ کی تلاوت ہو رہی ہے اور تمہارے درمیان رسول موجود ہیں۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وجود رسول اور قرآن دونوں نجات کا سبب ہیں اور ان دونوں پر ایمان نہ رکھنا ہی کفر، گمراہی و بدبختی کا سامان فراہم کرتا ہے۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِئِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰىٓ اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشَّاكِرِينَ﴾

(سورۂ آل عمران ۳/۱۴۴)

محمدؐ تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں، کیا اگر وہ انتقال کر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم الٹے پیروں (جاہلیت کیطرف) پلٹ جاؤ گے، جو بھی ایسا کرے گا، اس سے خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور خدا عنقریب شکر گذاروں کو ان کی جزا دے گا۔

اس آیت شریفہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ یہاں استفہام حقیقی نہیں ہو سکتا، ورنہ سوال کرنے والے کا جہل لازم آئے گا۔ لہذا یہ استفہام توبیخی یا انکاری ہوگا اور آیت شریفہ میں صحابہ یقینی طور پر مخاطب ہیں جو آنحضرت کی رحلت کے بعد دین سے پھر گئے اور دور جاہلیت کیطرف پلٹ گئے۔ (انقلبتم) لفظ ماضی ہے تا کہ تحقق یقینی ہو جائے۔ واضح رہے کہ صحابہ توحید و نبوت اور معاد سے نہیں پھرے تھے بلکہ جس چیز سے پھر گئے تھے وہ امامت تھی کیونکہ پیغمبر اسلام کے بعد امامت کے علاوہ کوئی ایسا خاص مورد یا حادثہ وغیرہ پیش نہ آیا تھا کہ جس کو ترک کرنے سے اسلام سے پھر جاتے، اس کا مطلب امامت سے پلٹ جانا اصول کو چھوڑنے کے مترادف ہے۔

آیت یہ بھی بتا رہی ہے کہ جسطرح جناب موسیٰ کی عدم موجودگی میں بنی اسرائیل کے لوگ مرتد ہو گئے اور

جناب ہارون کو چھوڑ کر سامری کی پیروی اور گوسالہ کی پرستش ہونے لگی تھی۔ اسطرح بعد رسول علی ابن ابیطالب کو چھوڑ کر دوسروں کی پیروی کر لی گئی۔ علاوہ براین

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾ (سورۂ توبہ ۱۰۱/۹)

اے میرے رسول! جو کچھ منافقین تمہارے اطراف اور کچھ اہل مدینہ میں سے ایسے ہیں جو اپنے نفاق پر اڑے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے، ہم انھیں اچھی طرح جانتے ہیں، عنقریب ان کو دہرا عذاب کریں گے، اس کے بعد وہ عذاب عظیم کی طرف بھیجے جائیں گے۔

پیغمبر اسلام سے منافقین کی مخالفت کی ایک خاص وجہ یہ ہوئی کہ صدر اسلام میں بہت سے قریش علی ابن ابیطالب کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے تھے، جنھوں نے ہرگز دل سے اسلام قبول نہیں کیا تھا، وہ تو پیغمبر اسلام کے ساتھ ہو گئے تھے۔ یہ لوگ علی ابن ابیطالب کی زیر ولایت نہیں آنا چاہتے تھے۔ طلحہ و زبیر اور سعد ابن ابی وقاص وغیرہ نے بھی رسول اللہ کے ساتھ جنگوں میں شرکت کی تھی اس لئے خلافت کیلئے نامزد نہیں کیا گیا تھا، اب ابوبکر نے چونکہ کسی جنگ میں شرکت نہیں کی تھی اور خاندانی اعتبار سے مالدار تھے، عمر اور عثمان کا بھی قریش کیساتھ کوئی جنگ و اختلاف نہ تھا، لہذا قریش کی ان سے کوئی کینہ وعداوت نہ تھی، چنانچہ قریش نے یہ خاکہ حیات حضور اکرمؐ ہی سے ترسیم کر رکھا تھا کہ خلافت کا نقشہ ہی مسخ کر ڈالا جائے۔ قرآن کی پیشین گوئی کے مطابق آنحضرت کی آنکھ بند ہوتے ہی لوگ جاہلیت کیطرف پلٹ گئے، مسلمانوں پر ایذا رواذیت، خاص طور سے اہلبیت رسولؐ پر مصائب کے پہاڑ ڈھائے گئے کہ کبھی بھی ایسا ظلم وستم زمین و آسمان نے نہیں دیکھا ہوگا، اس وقت کے سیاہ کرتوتوں سے اوراق تاریخ پر ہیں۔

﴿وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (سورۂ بقرۃ ۲۱۷/۲)

جو بھی اپنے دین سے پلٹ جائے گا اور کفر کی حالت میں مر جائیگا اس کے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے

اور وہ جہنمی ہوگا، وہیں ہمیشہ رہے گا۔ بعد رسول؛ بڑے نامور اور اصحاب مرتد ہو گئے۔

اس سیاہ عہد کا مؤرخین نے بہت کم ذکر کیا ہے۔ اسلامی ممالک میں بھی اجنبیوں کے تحت تاثیر حکمرانوں نے ان ظلم و زیادتی پر کتمان نمائی کی ہے۔ اگرچہ جوان اور غیر متعصب پڑھا لکھا طبقہ خاص طور سے ان حساس موقعیت کا جائزہ لینا چاہتا ہے، وہ اس تلاش میں ہے کہ کیونکر اہلبیت رسول، علی ابن ابیطالب اور ان کی اولاد پر طرح طرح کے ظلم روا رکھے گئے اور ان کی حق تلفی ہوئی؟

امام علی پر کتنا ظلم و ستم ہوا کہ یہ جملہ کہنا پڑا، جو جناب ہارون نے جناب موسیٰ کے جواب میں کہا تھا:

﴿اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِی وَ کَادُوا یَقْتُلُونَنِی﴾ (اعراف ۷/۱۵۰)

(یا رسول اللہ!!!) قوم نے مجھے کمزور بنا دیا تھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دے۔

(اس سے متعلق روایت، کمال الدین ج ۱، ص ۲۶۲۔ امالی شیخ طوسی ج ۱، ص ۱۵۴۔ ج ۲، ص ۲۱۹۔ ارشاد القلوب ج ۲، ص ۴۱۹۔ بحار الانوار ج ۲۸، ص ۵۴، ح ۲۲۔ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں)

رسول اللہؐ نے اپنی حیات مبارک میں امام علی علیہ السلام سے فرمایا تھا:

اے علی! تم میرے بعد بہت جلد قریش اور ان کے متحدوں سے ظلم اور سختی دیکھو گے۔ اگر ساتھی ملیں تو ان سے جہاد اور مخالفین سے جنگ کرنا اور اگر یار و مددگار نہ مل سکیں تو صبر کر کے اپنا ہاتھ سمیٹ لینا اور خود کو ہلاکت میں نہ ڈالنا۔

اے علی! تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے ہے...

اہلبیت علیہم السلام کے فضائل کسی پر پوشیدہ نہ تھے۔

جب حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے پوچھا، بابا جان ہم اہلبیت کے کیا فضائل و مراتب ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا بھائی علی میری امت سے افضل ہے، ان کے بعد حمزہ و جعفر بہتر ہیں اور تم (فاطمہ) اور دونوں فرزند حسن و حسین، میرے نواسے اور حسین کی طرف اشارہ کر کے کہا اس کے فرزندوں سے، مہدی جو اسی (حسین) سے ہوں گے، مہدی سے پہلے والا اس سے افضل ہے کیونکہ

پہلے والا، بعد والے کا بھی امام ہے اور بعد کے ان کے وصی و جانشین ہیں۔ ہمارا تعلق ایسے خاندان سے ہے کہ خداوند عالم نے ہمارے لئے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے۔

امام علی علیہ السلام کی مظلومیت کے متعلق ہے کہ رسول نے فاطمہ، علی اور ان کے دونوں فرزند پر نظر ڈالی اور سلمان سے فرمایا: اے سلمان! خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ میں ان لوگوں سے جنگ کروں گا، جو میرے اہلبیت سے جنگ کریں، یا جنگ کا ارادہ رکھتے ہوں گے، اور ایسے لوگوں سے جو ان سے صلح و آشتی رکھتے ہوں، ان سے صلح و آشتی رکھوں گا۔ جان لو! یہ بہشت میں میرے ہمراہ ہوں گے۔

(اسرار آل محمد، ترجمہ کتاب سلیم بن قیس ہلالی ص ۱۴۱)

بعد رسول جو افراد ولایت کو غصب کرنے کے مقدمات میں مصروف تھے، انھوں نے سب سے خطرناک کام جو کیا وہ یہ کہ:

لوگوں کو ,,ولایت الٰہیہ،، کے حقیقی مصادیق یعنی ائمہ اہلبیت سے دور کیا اور حکومت و امارت پر دینی کھول چڑھایا، نئے نئے مسلمان جوق در جوق جو اسلام سے ملحق و مشرف ہو رہے تھے، انھیں اصل مقاصد پر ثابت قدمی کے بجائے انحراف، اختلاف، جنگ و جدال کے ناگوار حالات میں الجھائے رکھا، کفر و شرک کے معنی میں شک و شبہہ ایجاد کیا، جس کے مقابلہ میں اہلبیت رسول کو معاشرہ کی اصلاح و ہدایت کی خاطر بڑی سنگین قربانیاں دینی پڑیں۔

بنی نوع بشر کی ہدایت کیساتھ اپنی اہلیت، صداقت اور اپنے حق کا مطالبہ کرنے اور حق نہ ملنے پر حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے اتمام حجت کیخاطر احتجاج و براہین پیش کئے۔

اگر چہ پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے امام علی (علیہ السلام) سے فرمادیا تھا:

اے علی! اگر امر حکومت و خلافت میں جنگ و جدال اور خونریزی کی نوبت پہنچنے والی ہو تو تم ایسے وقت میں سکوت اختیار کر لینا۔

نہج البلاغہ، خ ۳۷، ص ۹۱ (محمد دشتی، کے حاشیہ سے ماخوذ)

مرحوم سید ابن طاووس نے کشف الغمہ میں امام علی کے کلمات کو یوں نقل کیا ہے:

رسول اللہ نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے، فرمایا ہے:

اے فرزند ابو طالب! آپ میری امت کے ولی و سرپرست ہیں، اگر لوگ مسالمت کیساتھ آپ کی ولایت قبول کر کے راضی ہو جائیں تو ان کے امور کی انجام دہی کے لئے قیام کرنا، اور اگر وہ اختلاف کریں تو ان کو انھیں کے حال پر چھوڑ دینا کیونکہ اللہ نے آپ کی امامت کو وسیلہ نجات قرار دیا ہے۔

رسول اللہ کی رحلت کے بعد امام علیؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ کو ان کے حق مسلم سے محروم رکھا گیا، امام علی اور بنت رسول اور دسیوں صحابہ کرام کے اثبات حق اور مطالبہ حق پر ظلم کیا گیا اور اسی طرح کے دیگر اہل حق و انصاف اور پیغمبروں کی حقانیت پر کیئے گئے استدلال، اثبات، احتجاج اور براہین پر مشتمل مطالب کو علامہ طبرسی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی گراں قدر کتاب ,,الاحتجاج،، میں قلمبند فرمایا ہے۔

بحمد اللہ افادیت کے پیش نظر اردو قارئین کے لئے برادر عزیز جناب حجۃ الاسلام مولانا اشفاق حسین صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ کر دیا، اور یہ کتاب مولانا موصوف کی مساعی جمیلہ اور حوزۂ علمیہ بقیۃ اللہ کے تعاون سے منظر عام پر آسکی ہے، خداوند عالم کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں اہلبیت (علیہم السلام) سے متعلق قدرے حقائق کو روشن اور لوگوں تک ابلاغ کرنے کی توفیق دی۔ ہم مولانا موصوف نیز دیگر مدرسین و اراکین کے بھی شکر گزار ہیں کہ جنھوں نے کسی طرح کا بھی تعاون فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اہلبیت (علیہم السلام) کے مقام عظمت میں جو کتمان نمائی، حق تلفی، شک و شبہات پیدا کیئے گئے ہیں، انکا انکشاف کر کے اہل حق و تلاش کیلئے ابلاغ کر سکیں تا کہ حق کا بول بالا ہو سکے، آمین۔

آپ کی دعاؤں کا طالب

زاہد علی جلال پوری

کیونکہ آپ نے میرے حکم کی مخالفت کی اور میری سرداری کے دائرہ سے خارج ہو کر مدینہ واپس چلے گئے؟ کیا تم تصدیق نہیں کرتے کہ آخر وقت تک رسول خداؐ نے مجھے معزول نہیں کیا تھا؟ پس میری اجازت کے بغیر مدینہ میں مقیم ہوئے؟

جب ابوبکر نے اسامہ کے خط کو پڑھا تو بڑی طرح ہل گئے اور اس جگہ کو چھوڑ دینا چاہتے تھے کہ عمر بن خطاب نے کہا جس پیراہن سے خدا نے تمہارے جسم کو آراستہ کیا ہے اپنے جسم سے مت اتارو، ورنہ پچھتاؤ گے اور کوئی چارہ نہ ہوگا ضروری ہے کہ متعدد خطوط اور مسلسل پیغام کے ذریعہ ان سے اصرار کرو اور دوسروں کو بھی اکساؤ کہ وہ اسامہ کو لکھیں کہ مسلمانوں کے اختلاف وافتراق کا سبب نہ بنو اور جیسا دوسرے لوگوں نے کیا ہے تم بھی ویسا ہی کرو اور جمیعت وگروہ مسلمین سے اپنے کو خارج نہ کرو۔

پس ابوبکر اور دوسرے منافقین نے اسی مضمون کا خط اُسامہ کو لکھا جس میں یاد دہانی کرائی گئی تھی کہ فتنہ واختلاف پیدا کرنے سے بچو تازہ مسلمانوں کا لحاظ کرو، درست وصحیح رائے اور قوم کے سرداروں کے نظریہ کی مخالفت نہ کرو۔

جب یہ خطوط اُسامہ کو ملے تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر مدینہ میں وارد ہوئے اور علیؑ کے گھر آئے اور پوچھا یہ حادثہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

جیسا تم دیکھتے ہو ویسا ہی ہے، پوچھا کیا آپ نے بیعت کر لی ہے؟

امیر المومنینؑ: ہاں، اسامہ، آپ نے بیعت اختیاراً کی یا جبراً و کراہتاً۔

امیر المومنینؑ: مجھے مجبور کیا گیا (میرے ہاتھ کو زبردستی ان کے ہاتھ پر رکھ دیا) پھر اُسامہ ابوبکر کے گھر آئے اور خلیفہ مسلمین کے لحاظ سے ان کو سلام کیا۔ ابوبکر نے اس کے سلام کے جواب میں کہا، اے امیر! تم پر میرا سلام ہو۔

ابو بکر کا خط اپنے باپ کے نام

بیان کیا گیا ہے کہ جب پیغمبرؐ کی وفات ہوئی اور ابو بکر خلیفہ ہوئے اس وقت ان کے باپ طائف میں تھے۔ ابو بکر نے اس طریقہ سے ان کو خط لکھا۔

از جانب خلیفہ رسول خدا بسوئے ابو قحافہ۔ لوگوں نے میری خلافت پر اتفاق کیا ہے اور راضی ہو گئے ہیں، آج میں خلیفہ خدا ہوں، آپ یہاں تشریف لائیں آپ کی مسرت وخوشی کے اسباب مہیا ہیں آپ کی آنکھیں روشن ہوں گی۔

جب ابو قحافہ کو خط ملا تو قاصد سے پوچھا، لوگوں نے علی ابن ابیطالب کی بیعت کیوں نہیں کی؟

اس نے جواب دیا کہ علیؑ جوان ہیں انھوں نے بہت سے قریش اور دوسرے لوگوں کو قتل کیا ہے جس کے سبب ان کے دشمن زیادہ ہیں لیکن ابو بکر پیر مرد اور تجربہ کار ہیں۔

ابو قحافہ نے کہا: اگر بڑھاپا اور پیری معیار خلافت ہے تو میں اس کا باپ ہوں، میری عمر اس سے زیادہ ہے انصاف یہ ہے کہ علیؑ ابن ابیطالب پر ظلم کیا گیا کیونکہ رسول خداؐ نے ان کی بیعت کا عہد و پیان ہم سے لیا تھا پھر ابو بکر کے خط کا جواب دیا۔

از جانب ابو قحافہ اپنے بیٹے ابو بکر کیطرف:

اما بعد! تمہارا خط ملا یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی نے بغیر سوچے سمجھے لکھ دیا ہو کیونکہ اس کا ایک جملہ دوسرے جملہ کے مخالف ومتضاد ہے ایک مرتبہ لکھا میں خلیفہ، رسول خدا ہوں، دوبارہ لکھا میں خلیفہ خدا ہوں پھر لکھا کہ لوگوں نے خلافت دیا اور راضی ہوئے۔

تمہارا یہ کام بہت مشکوک ومشتبہ ہے مبادا تم ایسے امور میں داخل ہو جاؤ کہ جس سے نکلنا اور نجات پانا بہت دشوار ہے، یاد رکھو کہ اس کا انجام ندامت وملامت اور آتش دوزخ ہے۔

ہاں، ہر امر کے ورود وخروج کا راستہ ہے اور مرد عاقل کو دخول سے قبل خروج کی حالت اور نتیجہ کی بدقت جستجو وبررسی کر لینا چاہئے۔ میری نگاہ میں اس امر بزرگ میں تم کو نہیں پڑنا چاہئے اور مقدم واولیٰ شخص کی موجودگی میں یہ جگہ خالی چھوڑ دینا چاہئے۔

اپنی حفاظت کرو اور خدا کو حاضر وناظر جان کر اس مقام کو اس کے لئے چھوڑ دو، جان لو کہ آج اس کو چھوڑ دینا بہت سہل وآسان ہے۔

امیر المومنین علیؑ کے بارے میں ابوبکر کا کلام

عامر شعبی سے روایت کی گئی ہے، اس نے عروہ ابن زبیر، انھوں نے زبیر ابن عوام سے کہ جب ابوبکر منصب خلافت پر فائز ہوئے کچھ منافقین نے کہا علی ابن ابیطالبؑ پر ابوبکر مقدم ہو گئے اور ابوبکر اس خلافت کیلئے علی ابن ابیطالب سے اولویت رکھتے ہیں۔ ابوبکر نے جب یہ بات سنی تو کہا وہ خاموش ہو جائے جو راہ دین سے منحرف ہو گیا، جیسے اپنی رفتار، گفتار کا خیال نہیں ہے، آداب محبت و شرائط مودّت کی رعایت نہیں کرتا، اس جماعت نے مجبوراً ایمان کا اظہار کیا ہے اور نفاق وعداوت کو دلوں میں پوشیدہ کر رکھا ہے، وہ سب شیطان کے پیرو ہیں، تم ایسا سمجھتے ہو کہ یہ میرا اعتقاد ہے کہ منصب خلافت کیلئے میں علی ابن ابیطالب سے بہتر و برتر ہوں۔

میں ایسا دعویٰ کیسے کر سکتا ہوں، جبکہ جو سبقت و خصوصیت اور قرابت ان کیلئے ہے میرے لئے نہیں ہے، انھوں نے اس وقت ایمان قبول کیا اور خدا کی عبادت کی جب میں کافر تھا، اس وقت وہ پیغمبرؐ اسلام کے دوست و موافق تھے جب میں دشمن و مخالف تھا، انھوں نے سعادت وخوش بختی میں مجھ پر سبقت کی اگر میں تسامح کر کے غفلت کروں پھر بھی ممکن نہیں کہ ان تک پہنچ سکوں، بخدا قسم! علیؑ ابن ابیطالب پروردگار کی محبت اور تعلق وقرابت رسول اکرمؐ بلندی ایمان کے اعتبار سے ایسا مقام رکھتے ہیں کہ گزشتہ وآئندہ میں سے کوئی بھی کتنی کوشش کرے اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔

انھوں نے راہ خدا میں جان دینے سے کبھی دریغ نہیں کیا، اپنے چچازاد بھائی رسولؐ خدا سے بے انتہا محبت کرتے تھے، تمام حادثات، مشکلات ومصائب کو مسلمانوں سے مخلصانہ ودوستانہ برطرف کرتے۔

وہ شبہات کو دور کرنے والے ہیں، وہ مخالف ہدایت کے راستوں کو مسدود کرنے والے ہیں، وہ ہمیشہ شرک ونفاق سے مقابلہ کر کے حقیقت کو روشن کرتے ہیں، وہ دوسروں سے پہلے رسول خدا سے ملحق ہوئے،

وہ سب سے پہلے میدان جنگ میں قدم رکھتے علم وفہم ان کے وجود میں جمع ہے، صفات حسنہ، معارف و حقائق ان کے قلب میں جاگزیں ہیں جو کچھ ان کے دست وسینہ میں ہے اس کو انفاق اور صرف کرتے ہیں، کیسے کوئی ان کے مقام ومنزلت کی آرزو کر سکتا ہے جبکہ اسے خدا اور اس کے رسولؐ نے ولایت مومنین اور امامت امت کیلئے نصب ومعین کیا ہے، میں نے خود رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہیں۔ جو ان کی پیروی واطاعت کرے ہدایت وخوش بختی اس کا نصیب ہے جو ان کی مخالفت ونافرمانی کرے وہ ہلاکت سے نزدیک ہوگا، جو اسے دوست رکھے وہ سعادتمند ہے جو اس سے دشمنی رکھے وہ رحمت خدا سے دور ہے۔

اگر کوئی علی ابن ابیطالب کو دوست نہیں رکھتا تو نہ رکھے لیکن ان سے دوستی کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ انھوں نے کبھی بھی خدا کی مخالفت نہیں کی، خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کی، اور لوگ وفات رسولؐ کے بعد ان کے محتاج ہیں، ان کی محبت کے وجوب کے اسباب کا کوئی شمار نہیں ہے، علی ابن ابیطالب رسولؐ کے نزدیک رشتہ داروں اور اہل بیت میں سے ہیں، وہ تمام چھوٹے بڑے موضوعات کے عالم ہیں، وہ ہر حال میں راضی وخوشنود ہیں، وہ حادثات وواقعات کے مقابل صابر ومتحمل ہیں وہ لوگوں سے برابری ومساوات کا سلوک کرتے ہیں، وہ صاحب لواء حمد ہیں، وہ روز قیامت کے ساقی ہیں ان میں تمام خوبیاں اور سارے علوم جمع ہیں، وہ خدا ورسولؐ کی قربت کا وسیلہ ہیں، ان کے صفات ومقامات حدود وشمار سے باہر اور درک ووصف سے بالاتر ہیں، آگاہی رکھنے والے تمنا کرتے ہیں کہ علیؑ ابن ابیطالب کے قدموں کی خاک پاک ہوجائیں۔

امیر المومنینؑ و عباس ابن عبد المطلب

ابورافع سے روایت ہے کہ میں ابوبکر کے سامنے بیٹھا تھا اسی وقت علیؑ ابن ابیطالب اور جناب عباس پیغمبرؐ کی میراث کے سلسلہ میں اختلاف کرتے ہوئے وارد دربار ہوئے۔

ابوبکر نے حاضرین کیطرف رخ کر کے کہا تمہارے لئے یہ کوتاہ قد ﴿علی ابن ابیطالبؑ﴾ بلند قد ﴿عباس﴾ کے مقابلہ میں کافی ہیں۔

جناب عباس نے کہا میں پیغمبرؐ کا چچا اور ان کا وارث ہوں اور یہ علیؑ ابن ابیطالب میرے بھائی کے بیٹے اور پیغمبرؐ کے چچا کے بیٹے ہیں جو مجھے میراث رسولؐ سے روک رہے ہیں۔

ابوبکر نے کہا اے عباس! آپ اس وقت کہاں تھے جب پیغمبرؐ نے تمام بنی عبدالمطلب کو جمع کیا تھا جس میں آپ بھی شامل تھے، پھر فرمایا: تم میں سے کون ہے جو میرا ساتھ دے گا، وہی میرا وصی و خلیفہ ہوگا وہی میرے قرض کو ادا کر کے میرے وعدوں کو پورا کرے گا، پس سوائے علیؑ ابن ابیطالب کے آپ سب نے انکار کر دیا تھا اور پیغمبرؐ نے علیؑ ابن ابیطالب سے فرمایا: تم میرے خلیفہ ہو۔

جناب عباس نے کہا تو اس مقام پر آپ کیوں بیٹھ گئے؟ علیؑ ابن ابیطالب کو مقدم کیوں نہیں کیا؟ اور اپنے کو امیر و حاکم کیوں بنا دیا؟ ابوبکر نے کہا اے فرزندان عبدالمطلب! مجھے چھوڑ دو۔

امارت وولایت کے موضوع پر ابوبکر کی گفتگو

رافع ابن ابورافع سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں ابوبکر کے ساتھ سفر کر رہا تھا میں نے کہا مجھے کسی ایسی چیز کی تعلیم دیجیے جس کے ذریعہ خداوند متعال مجھے خیر و نفع عطا کرے؟ ابوبکر نے کہا۔

میرا خود بھی یہی ارداہ تھا چاہے تم سوال نہ کرتے پھر کہا ہرگز خدا کا شریک نہ قرار دو، نماز کی پابندی کرو، اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو، حج وعمرہ ترک نہ کرو، دو مسلمان کی بھی حکومت وفرمانروائی قبول نہ کرو۔

اس وقت میں نے کہا نماز، روزہ، حج وزکواۃ کے بارے میں جو کچھ آپ نے کہا میں اس پر عمل کروں گا لیکن موضوع امارت وحکومت، میں لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ انھوں نے ثروت وشرف اور قرابت رسول کی عزت ومنزلت اسی حکومت کے ذریعہ حاصل کی ہے۔

ابوبکر نے کہا تم نے مجھ سے نصیحت کا تقاضا کیا جو کچھ معلوم تھا بتا دیا خلوص نیت کے علاوہ کوئی مقصد نہیں، ابورافع طائی کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ کے انتقال کے بعد جب ابوبکر نے حکومت سنبھالی میں نے ان سے آکر کہا کیا آپ نے مجھے دو مسلمان پر بھی حکومت کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟

ابوبکر نے کہا ہاں! میں نے کہا پھر آپ نے کیسے قبول کر لیا؟ اور امت محمدؐ پر بھی حاکم بن گئے؟

انھوں نے کہا لوگ اختلاف میں گرفتار ہو گئے، مجھے خوف ہوا کہ لوگ گمراہ ومنحرف نہ ہو جائیں پھر لوگوں نے مجھ سے قبولیت کا تقاضا کیا میرے پاس قبولیت کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا۔

فدک کے بارے میں علیؑ کا ابوبکر سے احتجاج

حماد ابن عثمان نے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ جب ابوبکر کی بیعت کر لی گئی اور مہاجرین و انصار پر ان کی حکومت و امارات پائدار ہوگئی تو اپنی طرف سے کسی کو سرزمین ''فدک'' بھیجا کہ وہاں سے حضرت زہراؑ کے نمائندوں کو خارج کر دے۔

حضرت فاطمہؑ نے آ کر ابوبکر سے فرمایا: میرے بابا کی میراث سے مجھے کیوں محروم کیا اور باغ فدک سے میرے نمائندہ کو کیوں نکالا؟ جبکہ میرے بابا نے حکم خدا سے یہ زمین مجھے بخشی تھی۔

ابوبکر نے کہا گواہی پیش کیجئے؟

حضرت زہراؑ نے گواہی کی خاطر امّ ایمن کو حاضر کیا، امّ ایمن نے کہا! گواہی دینے سے قبل میں تم سے پوچھتی ہوں کیا تم مانتے ہو کہ رسولؐ خدا نے میرے بارے میں فرمایا ہے، امّ ایمن جنت کی عورتوں میں سے ہے، ابوبکر نے کہا! ہاں، پھر امّ ایمن نے کہا جب آیت ﴿فات ذاالقربیٰ حقه﴾ نازل ہوئی تو رسول اکرمؐ نے باغ فدک حضرت زہراؑ کو عطا فرمایا اور اسے ان سے مخصوص کر دیا۔

پھر حضرت علیؑ بھی حاضر ہوئے اور جیسی گواہی امّ ایمن نے دی تھی، ویسی ہی گواہی آپ نے بھی دی۔ پس ابوبکر نے جناب فاطمہ زہرا کو ایک خط لکھ کر دیا۔ اسی وقت عمر بن خطاب آ گئے، فاطمہؑ کے دست مبارک میں تحریر دیکھ کر مضمون کے بارے میں استفسار کیا، ابوبکر نے سارا ماجرا اور خط کا مضمون بیان کیا۔

عمر بن خطاب نے جناب فاطمہ زہرا کے ہاتھ سے خط لے کر پھاڑ دیا۔

حضرت زہراؑ محزون و مغموم وہاں سے نکل آئیں۔ پھر حضرت علیؑ نے مسجد میں آ کر ابوبکر و کچھ مہاجرین و انصار کے سامنے فرمایا! تم نے رسولؐ کے دیئے حق کو فاطمہؑ سے کیوں لے لیا اور ان کے مخصوص حق و ملکیت سے انھیں کیوں محروم کر دیا؟

ابوبکر نے کہا یہ زمین تمام مسلمانوں کا مال غنیمت ہے اگر فاطمہؑ گواہی پیش کر سکیں اور ثابت کر دیں کہ رسولؐ نے اپنی زندگی میں انھیں بخش دیا تھا، تو ان کا مالک ہونا ثابت ہوگا ورنہ ان کیلئے مخصوص نہیں ہوگا۔

علی ابن ابیطالب نے فرمایا: کیا حکم خدا کے خلاف بات کرنا چاہتے ہو؟ ابوبکر نے کہا نہیں۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اگر کسی مسلمان کے ہاتھ میں کوئی مال ہو، میں دعویٰ کروں کہ یہ میری ملکیت ہے تو دلیل تم مجھ سے مانگو گے یا اس سے جو کہ اس مال میں متصرف ہے؟

ابوبکر نے کہا یقیناً آپ سے گواہی کا مطالبہ کروں گا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: پھر فاطمہؑ سے گواہی و دلیل کا مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟ جبکہ باغ فدک حیات پیغمبرؐ سے آج تک فاطمہؑ کے تصرف و ملکیت میں ہے اور دوسرے مسلمان اس کے مدعی ہیں، ان سے دلیل کیوں نہیں مانگتے؟ ابوبکر خاموش ہو گئے، جواب سے عاجز رہے۔

عمر نے کہا اے علیؑ! اپنی باتوں کو ختم کرو، ہم تم سے مباحثہ و مناظرہ کی قدرت نہیں رکھتے، آپ کو دلیل قائم کر کے اپنی ملکیت ثابت کرنا چاہئے ورنہ اس زمین میں آپ کا کوئی حق نہیں ہوگا؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اے ابوبکر! میں تم سے پوچھتا ہوں، آیہ تطہیر کس کے لیے نازل ہوئی ہے؟

ابوبکر نے کہا! خاندان پیغمبرؐ اور آپ کی شان میں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا:

اگر کچھ لوگ دختر رسول فاطمہؑ کے رجس و فحش کے بارے میں گواہی دیں تو کیا کرو گے؟ ابوبکر نے کہا اس وقت فاطمہؑ پر حد جاری کروں گا۔ علیؑ ابن ابیطالب نے فرمایا: اس صورت میں تم نے حکم خدا اور دستور رسول خداؐ کے خلاف عمل کیا ہوگا اور اگر تم نے ایسا کر دیا تو کافر ہو جاؤ گے۔

ابوبکر نے کہا کیسے؟ علیؑ ابن ابیطالب نے فرمایا:

اولاً خداوند عالم نے طہارت فاطمہ زہرا کی اسی آیت میں گواہی دی ہے اور ان کو ہر طرح کی رجس و برائی سے پاک کیا ہے اور تم لوگوں کی گواہی کو خدا کی گواہی پر مقدم کر رہے ہو۔

ثانیاً: رسولؐ خدا نے فرمایا ہے: دلیل و گواہی مدعی کی ذمہ داری ہے، مدعا علیہ صرف قسم کھائے گا۔ تم

اس حکم سے منحرف ہو رہے ہو اور باغ فدک جو فاطمہؑ کے تصرف میں ہے اور دوسرے لوگ اس پر دعویٰ کر رہے ہیں پھر تم فاطمہؑ ہی سے دلیل و شاہد کا مطالبہ کر رہے ہو یہ حکم خدا اور قانون اسلام کے خلاف کام کر رہے ہو۔ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے لوگ علیؑ کے کلمات سے بہت متاثر و متعجب ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے بخدا قسم! علیؑ ابن ابیطالب صحیح و درست کہہ رہے ہیں، یہ کہہ کر آپ اپنے گھر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد جناب فاطمہ زہرا مسجد میں داخل ہوئیں اور اپنے بابا رسولؐ خدا کی قبر کا طواف کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔

ترجمہ: آپ ہمارے درمیان سے چلے گئے ہمارا حال اس زمین کی مانند ہو گیا ہے جس پر مفید بارش نہیں برستی، آپ کی امت نے اختلاف کیا، آپ ان کے امور کے گواہ رہیے گا آپ کے بعد جھوٹی اور اختلافی حدیثیں بیان کی گئیں، اگر آپ ہوتے تو لوگوں کے امور اتنے سخت نہ ہوتے کچھ لوگ تند نگاہی سے ہمارے مقام و منزلت کو ہلکا سمجھ رہے ہیں، آپ کے جدا ہوتے ہی ہم پر ظلم و ستم ہونے لگے۔ جب تک ہم زندہ ہیں آپ پر گریہ کرتے رہیں گے اور جب تک ہماری آنکھوں میں آنسو ہیں روتے رہیں گی۔

علیؑ ابن ابیطالب وخالد ابن ولید

ابوبکر مسجد سے نکلے اور اپنے گھر چلے گئے، پھر عمر بن خطاب کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ تم نے دیکھا کہ آج علیؑ سے ہماری گفتگو کس انداز میں ختم ہوئی؟ اگر چند دن ایسی ہی بحث وگفتگو ہو جائے تو یقیناً ہمارے امور متزلزل اور ہماری حکومت وامارت کی بنیاد کمزور وخراب ہو جائے گی، اس بارے میں تم کیا کہتے ہو تمہاری رائے کیا ہے؟ عمر بن خطاب نے کہا میری نگاہ میں ان کا وجود ہمارے آرام اور ہماری ترقی کیلئے مانع درکاوٹ ہے اس کی فکر کرنا چاہئے۔

ابوبکر نے کہا یہ کام کیسے ہوسکتا ہے؟ عمر نے کہا بہت آسان ہے خالد ابن ولید کے ذمہ کردو۔

آدمی بھیج کر خالد کو بلایا گیا، ابوبکر نے خالد کیطرف رخ کر کے کہا ایک بہت بڑا کام تمہارے حوالہ کرنا چاہتا ہوں، خالد نے کہا جو کہئے حاضر ہوں، چاہے قتل علیؑ ہی ہو۔ انھوں نے کہا ہمارا مقصد یہی ہے، خالد نے کہا جیسی رائے دیں میں عمل کروں گا۔

ابوبکر نے کہا مسجد میں علیؑ کے بازو میں بیٹھ جاؤ جیسے ہی میں نماز تمام کروں فوراً ان کی گردن ماردو۔

اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکر نے یہ باتیں سن کر اپنی کنیز سے کہا کہ فاطمہؑ بنت رسولؐ کے گھر جاؤ اور یہ پیغام کہہ دو۔

آیت کا ترجمہ: کچھ لوگوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا ہے آپ شہر سے باہر چلے جائیں میں آپ کی خیر خواہ ہوں۔ علی ابن ابیطالب نے فرمایا:

اسماء سے کہہ دو کہ خدا انھیں اس میں کامیاب نہیں ہونے دے گا، پھر گھر سے باہر آئے اور مسجد میں جا کر خالد ابن ولید کے بازو میں بیٹھ گئے۔

ابوبکر نے نماز شروع کی جب تشہد پڑھ چکے تو اپنے حکم پر نادم وپشیمان ہوئے اور اتنا بے چین ہوئے

کہ بے اختیار سلام پڑھنے سے پہلے ہی خالد کو متوجہ کر کے کہا جو میں نے تم کو حکم دیا ہے اس پر عمل نہ کرنا۔
امیر المومنینؑ نے جیسے ہی نماز تمام کی خالد کیطرف متوجہ ہوئے اور کہا بتاؤ ابوبکر نے کیا حکم دیا تھا؟
خالد نے کہا آپ کی گردن مارنے کا حکم دیا تھا، اگر سلام سے پہلے منع نہ کیا ہوتا تو آپ کو قتل کر دیتا۔
یہ سن کر علیؑ ابن ابیطالب نے خالد کو پکڑ کر بہت زور سے جھنجوڑا اور زمین پر پٹخ دیا، لوگ علیؑ کیطرف دوڑے اور قسم دے کر خالد کو چھڑایا۔ پھر عمر کے گلے کو زور سے دبا کر فرمایا: اے صہاک کے بیٹے! اگر وصیت رسولؐ نہ ہوتی تو تجھے معلوم ہو جاتا کہ ہم میں کون کمزور و بے یار و مددگار ہے۔

غصب فدک کے بعد ابوبکر کے نام علیؑ کا خط

نجات کی کشتیوں کے سینوں سے فتنہ وفساد کی امواج کو چیر ڈالو، خواہش پرست ومکار لوگوں کے ساتھ خود پسند لوگوں کے غرور وتکبر کے تاجوں کو نیچے گرادو، مبدا فیض ونور سے استفادہ کر کے صرف اسی مبدا کیطرف متوجہ رہو، نفوس طاہرہ کی میراث انھیں واپس کردو، جہالت غفلت وحیرت کے احاطہ سے باہر آجاؤ، میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم چکی کے گرد گھومنے والے چشم بستہ اونٹ کیطرح سرگردان وحیران پھر رہے ہو۔

خدا قسم! اگر مجھے اجازت ہوتی تو تیار شدہ فصل کو تیز وآہنی ہنسیا سے کاٹنے کیطرح تمہارے سروں کو جسموں سے جدا کردیتا اور تمہارے دلیروں کے کاسہ، سر کو ایسے پھوڑ دیتا جیسے تمہاری آنکھیں مجروح ہوگئی ہوں اور تم سب کے سب حیران ووحشت زدہ ہوجاتے، میں وہی ہوں جس نے جمعیت کثیر کو پراگندہ کردیا، لشکروں کو نیست ونابود کردیا، تمہارے نظام حکومت کو درہم برہم کردیا، ہمیشہ میدان جنگ میں ہمیشہ مشغول جہاد ومقابلہ رہا اور تم اپنے گھروں میں اعتکاف کئے بیٹھے رہے، میں کل تک شب وروز پیغمبر کے ساتھ ساتھ تھا اور تم سب میری رفتار وگفتار سے آگاہ ہو۔

تم نے میری منزلت وبلندی کی تصدیق کی، اپنے باپ کے جان کی قسم! تم نہیں چاہتے کہ نبوت وخلافت ہمارے خاندان میں جمع ہوجائے، ابھی تم نے بدر وحنین کی دشمنیوں کو فراموش نہیں کیا ہے۔

بخدا قسم! اگر تم سے ان باتوں کو بتادوں جو خداوند عالم نے تمہارے لئے مقدر وتحریر کیا ہے تو اضطراب وبے چینی کے سبب تمہاری ہڈیوں کے دندان چکی کے دندانوں کے تداخل کیطرح سے تمہارے جسموں کے اندر گھس جائیں گی، میں اگر کچھ کہوں تو تم اسے حسد پر محمول کرتے ہو اگر خاموش ہوجاؤں تو کہو گے کہ ابو طالب کا بیٹا موت سے ڈر گیا، افسوس افسوس، مجھے موت کا اس سے زیادہ شوق ہے جتنا شیر خوار بچہ کو ماں

کے پستان سے ہوتا ہے، میں نے ہی دشمنوں کو شربت مرگ کا مزہ چکھایا تھا، میں ہی جنگ کے میدانوں میں دو سنگین تلواروں اور دو بلند نیزوں کو اپنے ساتھ رکھتا تھا، میں ہی معرکوں میں موت کا استقبال کرتا، مجھے موت کا ذرا سا بھی کوئی خوف و ڈر نہیں، میں ہی تاریک راتوں میں گھس کر مخالفین کے جھنڈوں کو سرنگوں کرتا میں ہی رسول اکرمؐ کے قلب مبارک سے غم واندوہ کو برطرف کرتا تھا۔

جو کچھ خدا نے تمہارے بارے میں نازل کیا ہے مجھے معلوم ہے اگر مجھے بتانے کی اجازت ہوتی تو تم گہرے کنویں کی ہلتی لرزتی رسی کیطرح ہوتے اور حیران وسرگردان بیابانوں میں گھومتے پھرتے۔

لیکن میں نے اس امر میں آسان واحسان سے کام لیا اور خود اپنی زندگی کو بہت سادہ وآسان بنا دیا کہ لذات دنیوی سے دست خالی، تاریکیوں سے دور اور پاک قلب کے ساتھ اپنے پروردگار سے ملاقات کروں۔

جان لو! تمہاری دنیا کی حقیقت میرے نزدیک اس بادل کی مانند ہے جو ہوا سے اڑتے ہوئے لوگوں کے سروں پر سمٹ جاتا ہے پھر پراگندہ ہو جاتا ہے۔

بہت جلد تمہاری آنکھوں کے سامنے سے غبار برطرف ہو جائیں گے اور اپنے اعمال قبیحہ کا نتیجہ دیکھو گے اور اپنے ہاتھوں کے کاشت کئے ہوئے کڑوے دانوں کو قاتل ومہلک زہر کی صورت میں کاٹو گے۔

سمجھ لو! خدا بہترین حاکم ہے اس کے رسول تمہارے سب سے بڑے دشمن ومقابل ہوں گے اور سر زمین محشر وقیامت تمہارے ٹھہرنے وقیام کرنے کی جگہ ہوگی، خدا تمہیں اپنی رحمت سے دور کر کے ہلاکت و عذاب میں مبتلا کرے گا۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

علیؑ ابن ابیطالب کا خط

ابوبکر نے خط پڑھا تو بحال اضطراب ووحشت کہا علیؑ نے میرے اوپر کتنی جرأت وجسارت کی ہے، اے گروہ مہاجرین وانصار! کیا میں نے باغ فدک کے بارے میں تم سے مشورہ نہیں کیا؟ کیا تم نے نہیں کہا کہ انبیاء اپنی میراث نہیں چھوڑتے؟ کیا تم نے رائے نہیں دی، کہ فدک کی منفعت افواج کی آمادگی، سرحد کی حفاظت اور مسلمانوں کے منافع پر خرچ کیلئے ضروری ہے؟ ہاں میں نے بھی تمہاری رائے کو پسند کیا۔

لیکن علیؑ ابن ابیطالب نے اسے تسلیم نہیں کیا اور چمکتی ہوئی بجلی وگرجتے ہوئے بادلوں کی طرح مجھے ڈراتے ہیں وہ دراصل ہماری خلافت ہی کے مخالف ہیں، جبکہ میں نے اس سے استعفیٰ دینا چاہا اور کنارہ گیری چاہی لیکن تم نے قبول نہیں کیا میں روز اول سے علیؑ کی مخالفت وانکار کو پسند نہیں کرتا تھا اور ان کے اختلاف ونزاع سے بھاگ رہا ہوں، ابوبکر کی ان باتوں سے غصہ ہوکر عمر بن خطاب نے کہا، ان جملوں کے علاوہ تم کچھ نہیں کہہ سکتے، اس سے زیادہ تم میں طاقت ہی نہیں تم اس کے بیٹے ہو جو جنگوں میں کبھی آگے نہیں رہا اور تنگی وقحط کے زمانہ میں سخی نہیں رہا، سبحان اللہ! تم کتنے ڈرپوک وبزدل ہو، تمہارا دل کتنا چھوٹا اور کمزور ہے۔ میں نے تمہارے اختیار میں آب گوار اوزلال (شیرین وخوشگوار پانی) دیا لیکن تم اس سے استفادہ کیلئے حاضر نہیں ہو اور تم صاف وشفاف پانی سے رفع تشنگی کرکے سیراب نہیں ہوسکتے، میں نے گردنوں اور گردنکشوں کو تمہارے سامنے جھکا دیا، روشن فکر وسیاستمدار افراد کو تمہارے گرد جمع کردیا، اگر میرے اقدامات اور میری فعالیت نہ ہوتی تو یہ کامیابی تمہیں نصیب نہ ہوتی، بطور مسلم علیؑ تمہاری ہڈیوں کو توڑ ڈالتے۔

خدا کا شکر کرو ایسی اہم نعمت میری وجہ سے تم کو میسر ہوگئی یقیناً جو منبر رسولؐ پر ان کی جگہ بیٹھے اسے ہمیشہ شکر کرنا چاہئے یہ علیؑ ہیں سخت پتھر کی مانند جب تک انھیں توڑا نہ جائے اس سے پانی نہیں پھوٹے گا، وہ

خطرناک سانپ کیطرح ہیں کہ بغیر مکر وحیلہ کے مطیع نہ ہوں گے، تلخ درخت کے جیسے ہیں کہ جب تک شہد نہ ملائی جائے پھل نہیں دے گا، انھوں نے ہی شجاعان قریش کو قتل کیا اور گردنکشوں کو نابود کیا۔

ان تمام چیزوں کے باوجود تم مطمئن وآرام سے رہو اور ان کی سختی وتہدید سے خوف نہ کرو، ان کے گرج وچمک سے نہ ڈرو تمہیں نقصان پہنچانے سے پہلے ان کے کام درست کرلوں گا۔

ابو بکر نے کہا یہ مبالغہ آمیز باتیں چھوڑو، اگر چاہیں تو ہمیں اپنے بائیں ہاتھ سے قتل کردیں فی الحال ہماری کامیابی کیلئے تین باتیں ہیں

(۱) ان کے یار ومددگار نہیں ہیں تن وتنہا ہیں۔

(۲) وصیت رسولؐ کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہیں، وصیت کے خلاف ہم سے معاملہ نہیں کرسکتے۔

(۳) بالفرض عرب کے تمام قبائل وطوائف ان سے باطنی عداوت رکھتے ہیں اور فطری طور پر ان سے مہربانی ومحبت نہیں کرسکتے یہ اس لئے ہے کہ انھوں نے قبائل کے بڑے بڑے بہادروں کو قتل کیا ہے۔

اگر یہ چیزیں نہ ہوتیں تو خلافت وحکومت ان کیلئے مسلّم ویقینی ہوتی اور ہماری مخالفت کا کچھ اثر نہ ہوتا۔

سنو! علیؑ نے جیسا لکھا ہے کہ وہ دنیاوی زندگی سے لاتعلق ہیں جیسے ہم موت سے بیزار وگریزاں ہیں ایسے ہی وہ دنیاوی زندگی وزینت سے بیزار ولاتعلق ہیں۔

کیا تم بھول گئے کہ انھوں نے جنگ احد میں کیسی قربانی دی، اس دن ہم سب جنگ سے پہاڑ بھاگ گئے تھے اور قریش کے جنگجوؤں اور بہادروں نے انھیں ہر طرف سے گھیر لیا تھا اور ان کا قتل یقینی تھ فرار ونجات کا کوئی بھی راستہ نہیں تھا لیکن علیؑ نے ایسی شجاعت وبہادری دکھائی کہ دشمن کا لشکر تتر بتر ہوگیا۔

اور جتنی بھی تلواریں ونیزے اس پر آتے سب کی کاٹ کرتے تھے اور اپنے مسلسل حملوں سے سروں تنوں سے جدا کرتے، سروں کو توڑتے جاتے، اس طرح انھوں نے سرداروں کے جسموں کو خاک میں دیا اور انھیں موت کے گھاٹ ایسے اتارا جیسے لومڑیوں کے گلہ غصہ ورد بھو کے شیر کے حملہ سے درہم بر ہوجاتے ہیں اور راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔

حضرت زہراؑ کا فدک کے بارے میں خطبہ اور احتجاج

عبداللہ ابن حسنؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے جب ابوبکر نے فدک غصب کرلیا اور حضرت فاطمہؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے سر پر مقنعہ ڈالا اور چادر اوڑھ کر قوم کی چند عورتوں کو ساتھ لے کر ابوبکر کے پاس روانہ ہوئیں" حضرت زہراؑ لمبی چادر میں لپٹی ہوئی ایسے چل رہی تھیں جیسے ان کے بابا رسولؐ خدا چلتے تھے آپ جب وہاں پہنچیں، ابوبکر کچھ انصار ومہاجرین کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے پردہ لگوایا اور آپ پردہ کے پیچھے کھڑی ہوگئیں۔

اس وقت رسول کی بیٹی نے ایک دردناک ودل سوز آہ کھینچی جس سے سب متاثر ہوکر رونے لگے اور ایک بے چینی پھیل گئی، پھر تھوڑا صبر کیا یہاں تک کہ لوگوں کا جوش گریہ تمام ہوا، اس وقت آپ نے خطبہ شروع کیا:

خدائے جہان کی حمد وثنا کرتی ہوں اس کی ظاہری وباطنی نعمتوں اور اس کے احسان کا شکر کرتی ہوں، اس کی نعمتیں سارے جہان کو گھیرے ہوئے ہیں، اس کے احسان کا دسترخوان ہر جگہ پھیلا ہوا ہے، اس کی خوبیاں شمار واندازہ اور ہمارے افکار سے باہر ہیں، اس کی نعمتوں پر شکر، ان کے دائمی اور اضافہ ہونے کا سبب قرار دیا گیا ہے اس متواتر اور جاری احسان اس کی حمد وستائش کا سبب ہیں۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ اس کا کوئی شریک ومثل اور رفیق ومددگار نہیں ہے، ہاں یہ کلمہ شہادت اخلاص کی حقیقت ہے توحید واخلاص کی حقیقت فطری قلوب ہے مقام توحید کی تحقیق وخصوصیات ایمان وتفکر کے نور سے ظاہر ہوتی ہیں، ہمارے افکار اس کی ذات کے ادراک سے عاجز ہماری زبان اس کے اوصاف کے بیان سے قاصر اور جسم کی ظاہری آنکھوں سے اس کا درک کرنا ممتنع ومحال ہے۔

وہ تمام موجودات کو بغیر کسی سابقہ مادہ کے مرحلہ وجود میں لے آیا اور تمام اشیاء کو بغیر سابقہ مثال ونظیر وشکل وصورت کے ایجاد وخلق فرمایا، اپنی مشیت وقدرت کاملہ سے اپنے کسی نفع وفائدہ کے بغیر کائنات کو

بنایا اور منظم کیا، اس کا مقصد اظہار قدرت وحکمت اور ظہور لطف ومحبت کے سوائے کچھ بھی نہیں ہے اس نے انسان کو پیدا کر کے اپنی اطاعت وعبادت اور ثواب واجر جمیل کی بشارت دی ہے اور اپنی سرکشی ونافرمانی اور اپنے غضب وعذاب سے ڈرایا ہے۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے والد بزرگوار اس کے بندہ ورسولؐ ہیں، خدا نے اُن کی بعثت سے قبل عالم غیب میں انھیں نبوت ورسالت کیلئے منتخب کیا کیونکہ لوگوں کے مراتب ودرجات از روز اوّل اسی عالم غیب میں مقدور ومعین کردیئے گئے ہیں خداوند عالم تمام امور کے انجام سے ہے آگاہ ہے وہ زمانہ کے صلاح وفساد اور واقعات وحادثات کا عالم اور ان پر محیط ہے۔

پروردگار نے اپنے رسولؐ کو بھیجا، تاکہ اس کے اوامر واحکام اور فرامین انسانوں پر واضح وروشن ہوجائیں اور لوگ جہالت وگمراہی اور انحراف سے نکل کر دانش ومعرفت اور حقیقت وسعادت کی راہ پر گامزن ہوجائیں، جب وہ مبعوث ہوئے تو لوگ متفرق ومنتشر تھے اور بتوں کی عبادت وپرستش کرتے تھے لوگ پروردگار عالم اور اہل دنیا کے قادر وتوانا خالق سے غافل ومنحرف تھے، انھیں کے ذریعہ لوگوں کی جہالت وغفلت ونادانی برطرف ہوئی اور رسولؐ خدا نے مکمل حوصلہ واستقامت کے ساتھ لوگوں کی ہدایت ونجات کیلئے محنت وکوشش کی اور ان کی صراط مستقیم وقانون حق اور ہدایت ونور کیطرف رہنمائی کی۔

پھر انھوں نے دین الٰہی، راہ راست حق اور انسانوں کی تکلیف (شرعی) کو بیان کیا، اس کے بعد خدا نے رسولؐ کو اپنی طرف بلالیا اور اپنی کامل مہربانی ومکمل لطف سے ان کی روح مقدس کو قبض فرمایا اور وہ اس دنیا کی زحمت ومشقت سے فرصت پاگئے اور ملائکہ مقربین کے ہمنشین ونزدیک ہوگئے ان پر خدا کا درود وسلام ہو۔

اے مہاجرین وانصار! تم بندگان خدا اور اس کے احکام اوامر ونواہی برپا کرنے والے ہو، تم دوسری اقوام تک رسولؐ اکرم کے پیغامات واحادیث پہنچانے والے ہو، تمہیں امانت وحقایق الٰہی ودین مقدس اسلام کی حفاظت میں کوشاں رہنا چاہئے اور امانت داری سے کام لینا چاہیے۔

خطبہ میں احکام الٰہی کا فلسفہ

سنو! رسولؐ خدا نے ایک نہایت باعظمت و باقیمت امانت تمہارے درمیان چھوڑی ہے وہ کتاب آسمانی قرآن ربانی ہے، قرآن مکمل خوش بختی وسعادت اور تکامل بشر کا واحد و اکیلا نسخہ ہے قرآن نور خدا اور اس کی محکم ومضبوط دلیل ہے حقائق وقوانین کے مجموعہ وخدائی دلائل کو اس کتاب مبین میں واضح وروشن کر دیا گیا ہے اگر تم اس کتاب آسمانی پر عمل کرو تو سعادت وترقی کے آخری درجہ تک پہنچ کر جہالت وگمراہی اور مصائب کے اندھیروں سے نجات پاؤ جس سے دوسری امتوں کے لوگ تم سے رشک وغبطہ کریں گے۔

اے مسلمانو! جان لو کہ تمہاری زندگی کے وظائف اور انفرادی واجتماعی دستور وقوانین اس کتاب آسمانی میں بیان کر دیئے گئے ہیں، حق کے دلائل وحقائق کے براہین اور احکام الٰہی بھی قرآن مجید میں مندرج ہیں تکالیف الٰہی وقوانین دینی صرف تم لوگوں کی خوش بختی وسعادت کیلئے ہیں۔

توحید اس لئے ہے کہ تمہارے قلوب شرک وبت پرستی کی گندیوں سے پاک ہو جائیں اور ایمان وروحانیت کا نور تمہارے دلوں میں چمک اٹھے، نماز اس لئے ہے کہ اپنے مہربان خالق وپروردگار کا سجدہ کر کے اس کی عظمت کے سامنے خاضع وخاشع ہو جاؤ، زکوٰۃ اس سبب سے ہے کہ محبت ودوستی اور مہربانی وخیر خواہی کو دلوں میں پیدا کرے اور تمہارے مال ومنال کی زیادتی ہو جائے، روزہ دلوں سے اخلاقی تاریکیوں کو دور کرنے اور روح انسان کو تقویٰ، صلاح اور معنویت آمادہ کرنے کیلئے ہے، حج بیت اللہ ایک عملی جلوہ اور امتحان خارجی ہے جو کہ ایمان وروح خدا پرستی کو تقویت دیتا ہے، عدل مساوات وبرابری اور نظام کی حفاظت کیلئے ہے۔ ہم خاندان اہل بیت کی اطاعت وپیروی اور ہمارا تقدم وہماری امامت اس لئے ہے کہ خواہش پرست افراد کے درمیان سے اختلاف ونفاق ختم کر دیا جائے اور سب کے سب یکجا ویک رنگ ہو کر حق وحقیقت کو تسلیم کر لیں، جہاد دین مقدس اسلام کی عزت وعظمت اور بقا کا سبب ہے، صبر

کامیابی کی روشنی خوش بختی کی بنیاد اور حصول مقاصد کا ذریعہ ہے، امر بالمعروف اور نہی از منکر سماج و اجتماع کی درستگی و اچھائی کی حفاظت اور مفاسد و برائیوں کے سماج میں سرایت کرنے سے روک لگانے کیلئے ہے والدین کے ساتھ نیکی نزول رحمت کا سبب اور عذاب و غضب خدا کو دور کرنے والا ہے۔

صلہ رحم عمر کے اضافہ، امور کی آسانی اور مددگاروں کی کثرت کا ذریعہ ہے، قصاص اس لئے ہے کہ لوگ امن وسکون سے زندگی بسر کریں اور لوگوں کی جان و مال محفوظ رہے، نیکیاں و نذورات حق تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے حصول کی خاطر ہے، وزن و تول میں کمی نہ کرنا، جنس کے وجود کا سبب اور تجارت و بازار کے چلتے رہنے کا موجب ہے، شراب اس لئے حرام ہے کہ انسان برائیوں، برے کاموں اور ناشائستہ اعمال سے دور رہے، فحش باتوں سے اجتناب، اختلاف و نفاق اور دشمنی و بیہودگی کو دفع کرنے کی خاطر ہے، چوری نہ کرنے سے امانت و عفت کی حفاظت، آنکھ اور دل کی طہارت و پاکیزگی ہوتی ہے، حرمت شرک اس سبب سے ہے کہ سب لوگ نہایت خلوص و صاف نیت اور حسن سیرت کے ساتھ صرف پروردگار کی اطاعت کریں اور دوسروں سے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔

(ترجمہ) آیت: تم خدا سے ڈرو جو ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر یہ کہ تم مسلمان رہو، راہ حق و خدا میں تقویٰ و پرہیزگاری کو اپنا شعار بناؤ لیکن وہ تقویٰ جو حقیقت کی بنا پر ہو اور ایسا تقویٰ جو تم کو عبودیت کی حقیقت و رضایت کے ساتھ اس دنیا سے جہان آخرت میں پہنچا دے، اوامر و نواہی پروردگار کی پیروی کرو، اسکی عظمت و جلالت اور سطوت کو فراموش نہ کرو اور اپنے کو جاہلوں اور نادانوں میں نہ قرار دو۔

ترجمہ آیت: جان لو! عالم و دانا شخص ہی خداوند عالم کی عظمت و بزرگی سے خوف زدہ اور ڈرتا رہتا ہے

فاطمہ زہراؑ اپنا تعارف کراتی ہیں

اے لوگو! سن لو میں فاطمہؑ ہوں اور میرے باپ محمد رسول خداؐ ہیں، میری باتیں ہر لحاظ سے حقیقت پر مبنی ہیں اور غلط و نادرستگی سے دور ہیں۔ مجھ سے بے ہودہ باتیں اور بے ربط عمل ہرگز سرزد نہیں ہوگا۔ خدا نے تمہاری ہدایت کیلئے ایسا رسول بھیجا جو صرف تمہاری سعادت و کامیابی چاہتا ہے اور تمہاری خوش بختی و نجات کا حریص ہے اور مومنین کیلئے مہربان ہے۔

اے لوگو! جو پیغمبرؐ خدا کیطرف سے بھیجا گیا، وہ میرے باپ ہیں، تمہاری عورتوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ یہ پیغمبر علی ابن ابیطالب کے چچازاد بھائی ہیں، تم مردوں میں سے کسی کے بھائی نہیں، میرے باپ وہی شخص ہیں جنھوں نے تم کو اعمال قبیحہ و عقائدہ باطلہ اور غلطیوں سے نکالا ہے، میرے ہی باپ نے لوگوں کو بہترین وعظ و نصیحت اور لطیف برہان و حکمت کے ذریعہ پروردگار کیطرف دعوت دی ہے، وہ وہی شخص ہیں جنھوں نے مشرکین و دشمنوں کے اعمال و کردار کی مخالفت کی ہے، میرے باپ نے بتوں کو توڑا، حقیقت میں دشمنوں اور اس سے بغض رکھنے والوں کی سرکوبی کی، کفر کے سرداروں اور بڑوں بڑوں کو ہلاک کیا، کیا کفر و نفاق کی گرہوں کو کھول ڈالا، شیطانوں کی زبانیں اور مخالفین کی باتیں کاٹ ڈالیں، یہاں تک کہ حق واضح و ظاہر ہو گیا اور آفتاب کیطرح گھری ہوئی تاریکیوں کو برطرف کر دیا، دین کے راہنماؤں نے حقایق کو ظاہر کر دیا، زبانوں نے کلمۂ توحید کا اقرار کر لیا۔

شرک و کفر اور خرافات و توہم پرستی، ظلم و ستم تمہارے درمیان سے اٹھ گئے، تم کو آتش کدہ کے کنارے اور سخت عذاب سے نجات دلایا اور تمہاری سرتاپا ذلیل و خوار زندگی و بدبخت حیات کو عزت و خوشی اور سربلندی میں تبدیل کر دیا۔

تمہاری نورانی، عفیف و پاکیزہ جماعت ایمان لے آئی، اس سے قبل تم ایک لقمہ سے زیادہ کی حیثیت

نہیں رکھتے تھے، دوسروں کے چنگل میں پھنس کر نہ تمہارا کوئی اختیار تھا، نہ قدرت، دشمنوں کے پاؤں کے تلے دبے ہوئے تھے، تم گندے پانی اور پست غذا کھاتے تھے، تم ذلیل وخوار تھے۔

خداوند متعال نے اپنے پیغمبرؐ کے ذریعہ تم کو اس پستی وہلاکت سے نجات دی، اس کے بعد بھی عرب کے سرکش اشخاص اور نادان ونامعقول افراد ساکت نہ بیٹھے، اور آتش جنگ اور مخالفت کو بھڑکا دیا، اسے بھی خداوند متعال نے خاموش کر دیا۔

جب بھی شیطانی لشکر نے طاقت کا اظہار کیا یا مشرکین نے اپنے بغض وعداوت کے دہن کو کھولا انھوں نے اپنے بھائی علیؑ ابن ابیطالب کو ان سے مقابلہ ودفاع کیلئے سامنے کر دیا، علیؑ ابن ابیطالب نے اپنی ماموریت وذمہ داری کو پورا کیا، اور بغیر انجام تک پہنچائے ہوئے واپس نہیں ہوئے، انھوں نے دشمنوں کے بال وپر کو اپنے پیروں سے روند ڈالا، مخالفین کی شعلہ ور آگ کو اپنی شمشیر سے خاموش کیا اور نیت خالص اور خدا کی خاطر مشقت کو برداشت کیا، امر خدا میں پوری پوری کوشش کی، وہ رسول خدا کے نزدیک ترین لوگوں میں سے ہیں وہ دوستان خدا کے نزدیک معظم وبزرگ ہیں، وہ آستینوں کو چڑھائے ہوئے با کمال خلوص جہاد اور وظائف کی انجام دہی میں کوشش کرتے تھے۔

لیکن اس دن تم سب لوگ عیش وآرام میں پڑے تھے اور وسعت امن ونعمت میں تمہاری گذر ہو رہی تھی اور تم انتظار میں تھے کہ خاندان اہل بیت پر کوئی بڑا حادثہ اور سخت مصائب ومشکلات آئیں تم لوگ دشمنوں کی صفوں پر حملہ کے وقت پیچھے ہٹتے تھے اور جنگ وقتال سے بھاگتے تھے۔

اے لوگو! جب خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو اس دنیائے فانی سے جاودانی منزل کیطرف بلا لیا جو کہ انبیاء اور اس کے بندگان صالح کی آخری منزل ہے تو تمہارے اندرونی کینہ ظاہر ہو گئے، تمہارے چہروں کو چھپانے والے دین وشریعت کے لباس پرانے ہو گئے، وہ مخالفین جو کہ اکٹھا ایک گوشہ گمنامی میں پوشیدہ تھے، بال وپر مارنے لگے، اہل باطل کی صدائیں سنی جانے لگیں اور وہ لوگوں کے درمیان ظاہر ہو گئے، آواز شیطان بلند ہو گئی، منافقین نے اس کی صدا کو قبول کر لیا، خواہش پرست وگمراہ لوگ ضلالت واختلاف وفتنہ انگیزی

کے راستوں کو پکڑ کر شیطان کے پیچھے دوڑ پڑے۔

شیطان نے تمہیں دھوکا دے کر فریب خوردہ پایا اور جب تم کو حرکت دیا تو تم کو بہت ہلکا پھلکا پایا، تم اس کے ایک ہلکے اشارہ سے جذباتی اور تیز ہو کر اپنے کو گم کر دیا، عمل کے اعتدال و صحت کو ہاتھوں سے چھوڑ دیا، دوسروں کے حقوق پر تجاوز کیا، تم نے اس اونٹ کی مہار کو پکڑ لیا جو تمہارا نہیں تھا، اس چشمہ سے پانی پی لیا جس پر تمہارا حق نہیں تھا۔

اے لوگو! تمہاری حالت بہت ہی حیرت انگیز و تعجب خیز ہے، تم کتنے متزلزل اور ہلکے ہو اور کتنی جلدی وقار و اطمینان و حقیقت سے دور ہو گئے، تم نے کتنی جلدی اپنے حرص و لالچ اور غضب کو آشکار کر دیا، ابھی ہمارے دلوں کے زخم بھرے نہیں ہیں، ابھی رسول اکرمؐ کا جنازہ زمین ہی پر تھا اور ہماری نظروں سے دور نہیں ہوا تھا کہ تم نے اپنی کارکردگی اور ناپسند کاموں کو شروع کر دیا، بہت تیزی و جلدی سے وہ کیا جو شایستہ اور سزاوار نہیں تھا، عجب بات ہے کہ تمہارے خیال میں تمہارے سارے اعمال فتنہ و فساد اور لوگوں کے بگڑے امور کو روکنے کیلئے ہیں، کیسا مضحکہ خیز عذر و بہانہ پیش کرتے ہو؟ خدا فرماتا ہے آگاہ ہو جاؤ یہ لوگ وقت امتحان سے ساقط و ناکام ہو گئے، بیشک دوزخ کافرین کی جگہ ہے۔

جائے تعجب، ہے کہ تم خود اپنے سے دروغ گوئی کرتے ہو؟ کیا تمہارے درمیان قرآن مجید نہیں ہے؟ وہ قرآن جس کے احکام ظاہر حقائق جس کے روشن، نواہی جس کے واضح اور اوامر جس کے صریح و صاف ہیں کیا تم نے کلام خدا کو پیچھے کر دیا، حکم خدا کے خلاف فتویٰ دیا، تم نے کلام خدا سے اعراض کیا، خدا کا قول کہ ظالمین نے کیسی بری تبدیلی کی ہے جس نے دین اسلام کے علاوہ دوسرے راستہ کو اختیار کیا اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ میں رہے گا۔

تم لوگوں نے اتنا صبر نہیں کیا کہ اس مصیبت (موت پیغمبرؐ) کا جوش اور اس کی حالت کم ہو جائے اور نالہ و شیون بند ہو جائیں۔ بلا فاصلہ تم لوگوں نے فتنہ و فساد کی آگ جلانا شروع کر دیا اور لوگوں کے امور کی تباہی و بربادی کے شعلوں کو بھڑکانے لگے، شیطان کی دعوت قبول کر کے اس کے ہمراہ ہو گئے، دین مبین

کے انوار کو خاموش کر دیا، احکام وسنت رسولؐ خدا کو ترک کر دیا، تم نے کمزور بہانوں سے اپنے منحوس مقاصد اور نیتوں پر عمل کیا، حقیقت یہ ہے کہ تم نے خاندان پیغمبرؐ اہل بیت کے ساتھ ظلم وخیانت روا رکھا، تم جو چاہتے تھے وہ کرلیا، سوائے صبر وتحمل کے ہمارا کوئی وظیفہ نہیں ہے، ہاں تمہاری تیز دھار چھریوں کے مقابل ہم صبر کریں گے اور تمہارے طعنوں کے نیزے بھی تحمل کریں گے۔

مطالبہ فدک اور احتجاج

تم گمان کرتے ہو کہ رسول اکرمؐ کی ہمارے لئے کوئی میراث نہیں، کیا تم نے ایام جاہلیت کی پیروی نہیں کی؟ کیا تم نے نادانی سے اپنا حکم نہیں بنالیا؟ جب حکم خدا سے بہتر کوئی حکم نہیں ہے، ہاں یہ ان کیلئے ہے جو دین وایمان رکھتے ہوں۔ کیا تمہیں میرے دختر رسولؐ ہونے سے انکار ہے؟

اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ میں پیغمبر خدا کی بیٹی نہیں ہوں۔

اے مسلمانو! کیا یہ درست اور حق ہے کہ میں اپنی میراث سے محروم ہو جاؤں؟

اے ابوقحافہ کے بیٹے! کیا یہ قرآن مجید میں ہے کہ تم اپنے باپ کی میراث پاؤ لیکن تمہارے عقیدہ کے مطابق میں اپنے باپ کی میراث نہ حاصل کروں؟ کیا تم اپنی طرف سے ایک جھوٹا اور نیا حکم لائے ہو؟ کیا تم نے عمداً کتاب خدا کو ترک کردیا ہے اور احکام آسمانی کو پس پشت ڈال دیا ہے؟

خدا فرماتا ہے: ﴿وورث سلیمان داؤد﴾ سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔

خدا نے جناب یحییٰ ابن زکریا کی ولادت کے بارے میں فرمایا:

جب زکریاؑ نے خدا سے کہا، مجھے اپنے لطف واحسان سے ایک فرزند عطا کر جو میرے بعد میرے امور کا متولی اور میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو۔

پھر خدا فرماتا ہے: کہ صاحبان قرابت واہل خاندان میں بعض سے بعض بہتر ہیں، تمہاری اولاد کے بارے میں خدا کا حکم ہے کہ لڑکی کے مقابلہ میں لڑکے کا دو برابر حصہ ہے پھر خدا کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے واجب ہے کہ موت کے وقت جمع کیا ہوا مال اگر چھوڑو تو اپنے والدین وقرابتداروں کیلئے وصیت کردو تا کہ اس جمع شدہ مال سے تمہارے وارثین استفادہ کریں۔

تم نے تصور کرلیا کہ میراث میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے، مجھے اپنے باپ کی میراث نہیں لینا چاہئے اور

ہمارے درمیان کوئی قرابت وتعلق نہیں ہے۔ کیا خدانے ان آیات میں ہر طبقہ کے لوگوں کو بطور عموم شامل کیا ہے لیکن میرے بابا کو اس عمومیت سے الگ کردیا ہے؟ کیا میرے بابا اور میں ایک ہی مذہب وملت کے افراد نہیں؟

کیا تم لوگ آیات قرآنی کے عموم وخصوص پر استدلال کرنے میں میرے بابا اور میرے چچا کے بیٹے علی ابن ابی طالب سے عالم ودانا تر ہو؟ پھر ابوبکر سے مخاطب ہوکر بولیں: تم آج ہم سے فدک لے لو، تمہارا کوئی مخالف ومعارض نہیں ہے اور جو چاہو بغیر کسی کی مخالفت کے انجام دے لو لیکن ہوشیار رہنا روز قیامت خداوند عالم ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا وہ کتنا اچھا حاکم وقاضی ہے، اس دن ہمارے امام وپیشوا پیغمبرؐ خدا ہوں گے، ہمارا وعدہ گاہ روز قیامت ہے اس دن اہل باطل بہت خسارہ میں ہوں گے، اس دن ندامت وپشیمانی انھیں معمولی سا بھی فائدہ نہیں دے گی، جیسا خدا فرماتا ہے:

ہر خبر کیلئے ایک وعدہ گاہ ہے اور تم اس شخص کو دیکھ لوگے جو سخت مہلک، دائمی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا

انصار کی سرزنش اور ان سے طلب امداد

پھر انصار کیطرف متوجہ ہو کر فرماتی ہیں: اے بزرگان قوم! اے ملت کے مضبوط بازوؤ، اے دین کے محافظو! میرے حق میں کیئے گئے مظالم کے بارے میں تمہاری سستی وانحراف اور تمہاری غفلت اور تمہارا خواب کس لئے ہے؟ کیوں ہے؟ کیا تم بھول گئے کہ میرے بابا رسول خدا نے فرمایا: ہر شخص اپنی اولاد کی رعایت واحترام کی خاطر محفوظ اور منظور نظر خود ہوتا ہے، تم نے کتنی جلدی بہت سے کام کر کے بدعتوں کو پیدا کر دیا، تم نے کتنی جلدی اس کا اظہار کر دیا جس کا اتنی جلدی ظاہر کرنا تمہارے لئے سزاوار نہیں تھا، کیا تم میری خواہشات اور میرے حقوق کے اثبات کی طاقت وقدرت نہیں رکھتے؟ کیا سمجھتے ہو کہ رسول اکرمؐ ہمارے درمیان سے گئے اور ہم آزاد ہو گئے؟

آہ آہ: آنحضرت کی موت سے گہرا رنج، سخت ملال، اور بڑا شگاف پیدا ہو گیا، ساری دنیا اس سخت حادثہ سے تیرہ وتاریک ہو گئی تاروں کی روشنی اور آسمان کے انوار ختم ہو گئے ہماری آرزو منقطع ہو گئی بلند وبالا پہاڑ سرنگوں ہو گئے، یہ سوراخ وخلا دوبارہ پُر نہیں ہوں گے، اس بڑی مصیبت سے احکام الٰہی کا احترام ختم ہو گیا۔

خدا کی قسم! یہ بہت بڑا حادثہ ہے اس جیسی اور اس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں ہے، اب ایسی مصیبت ہرگز نہیں آئے گی قرآن مجید نے بڑے حادثہ کی خبر دی تھی خدا کا یہ حتمی فیصلہ اور قطعی حکم تھا، پروردگار نے اسے اپنی کتاب میں فرمایا جو تمہارے سامنے ہے اور جسے تم روزانہ پڑھتے ہو، آیت:

محمد رسولؐ خدا ہیں اور ان پیغمبروں کی طرح ہیں جو ان سے پہلے مبعوث ہوئے تھے اگر وہ اس دنیا سے چلے جائیں تو کیا تم بھی حق سے منحرف ہو کر پیٹھ پھیر لو گے؟ جو اپنے پیچھے پلٹ جائے وہ خدا کو کوئی ضرر اور نقصان نہیں پہنچائے گا، عنقریب خدا شکر کرنے والوں کو بہترین جزا دے گا۔

اے گروہ انصار! کیا میرے باپ کی میراث دوسروں کے ہاتھ میں چلی جائے اور تم سب حاضر و ناظر اس سے آگاہ رہو؟ کیا جائز ہے کہ تم ایسے ہی خاموش اور متحیر اس جلسہ کو ختم کردو اور میری درخواست کا معمولی سا بھی اثر نہ لو؟ جبکہ تم جنگی ساز و سامان سے مجہز ہو اور اہل خیر و صلاح پہچانے جاتے ہو اور تم زمانہ ماضی کے فعال و شجاع اور سخت حالات میں صابر و استقامت کرنے والوں میں جانے جاتے ہو، تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کہ تم میری دعوت کو سن کر بھی میری مدد نہیں کرتے کیسے میرے آہ و نالہ کو تمہارے کان سنتے ہیں اور میری فریاد نہیں سنتے ؟ تم سب تو ملت اسلامیہ کے منتخب و برگزیدہ تھے، تم نے عرب کے دلیر دشمنوں سے مبارزہ و مقابلہ کیا، تم تو ہمیشہ ہمارے فرمان کی اطاعت کرتے تھے؟

اسی فعالیت و کوشش کا نتیجہ تھا کہ اسلامی سماج وجود میں آیا اور دائرہ اسلام وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا اور سب لوگ قوانین دین مبین کے معنوی منافع سے بہرہ مند ہوئے، کفر و شرک کی مضبوط گردن ٹوٹ گئی اور باطل کے تظاہر ختم ہوگئے، گمراہی و شرک کے شعلے خاموش ہوگئے، ہرج و مرج اور تمام امور کی بے سر و سامانی ختم ہوگئی اور دین کا نظام، رسول اکرمؐ کا ترسیم کردہ نقشہ عام ہوگیا۔

اے گروہ انصار! ان تمام واقعات اور حقیقت کے روشن ہونے کے بعد تم کیوں متحیر و مبہوت ہوگئے ہو؟ حقایق کے واضح و معلوم ہونے کے بعد اسے کیسے پوشیدہ رکھ سکتے ہو؟ کیا اتنی ترقی کے بعد پھر تم عقب نشینی کرلوگے؟ کیا ایمان و اعتقاد پانے کے بعد کافر ہوجاؤ گے؟

اس گروہ پر وائے ہو جو اپنے عہد و پیمان کو توڑ ڈالے، اپنے ایمان میں متزلزل و مضطرب ہوجائے، کلام رسولؐ خدا کو فراموش کردے۔

خدا کا ارشاد ہے: اگر تم مؤمن ہو تو خدا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

آگاہ ہو جاؤ کہ تم پستی و ہوسرانی کیطرف جا رہے ہو اور جو امامت و ولایت کے لائق ہے تم نے اسے چھوڑ دیا ہے۔

تم نے اپنی شرعی تکلیف اور حدود کو آزاد کردیا ہے، جو کچھ تم نے دیکھا، سنا اور جانا اُسے دور ڈال دیا

ہے۔ جان لو کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ ضلالت وگمراہی اور انحراف کی تاریکی نے تمہارے ظاہر و باطن کو گھیر لیا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ تم اس ظلمت کدہ بحران سے نجات نہیں پاسکو گے، میری باتیں تم پر کچھ اثر نہیں کریں گی لیکن میں تم پر حجت تمام کرنا چاہتی ہوں اور غم وغصہ سے بھرے ہوئے اپنے سینہ کو خالی کرنا چاہتی ہوں تا کہ میرے دل کے جوش وخروش ٹھنڈے ہو جائیں۔

تم خوب جانتے ہو کہ اس منصب خلافت کو تم نے ہم سے لے لیا اور اپنے کو ہمیشہ کیلئے غضب اور عذاب الٰہی کا مستحق بنالیا ﴿وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون﴾

ابوبکر کا جواب

ابوبکر نے کہا: اے بنت رسول! آپ کے بابا مومنین کیلئے مہربان وکریم اور خیر خواہ تھے، کافرین کے مقابل سخت وشدید اور عذاب کی طرح دکھائی پڑتے تھے، آپ کے والد اور علی ابن ابی طالبؑ آپ کے شوہر ہیں، آپ اہل بیت رسول اور ان کے اہل خاندان سے ہیں، آپ لوگ دوسرے افراد میں منتخب ہیں، آپ کو دوست نہیں رکھے گا مگر وہ شخص جو کہ سعادت مند ہے اور دشمن نہیں رکھے گا مگر وہ شخص جو کہ شقی بد بخت ہے، آپ لوگ ہماری سعادت وخوش نصیبی کا وسیلہ ہیں۔

اے خاتم الانبیاء کی بہترین بیٹی اے سردار خواتین! آپ اپنی باتوں میں سچی اور عقل وخرد اور کمال کے لحاظ سے بالاتر ہیں کسی کو حق نہیں کہ آپ کے قول کو رد کرے اور آپ کے حق کو لے لے، لیکن بخدا قسم! میں نے رسول خدا کی رائے سے تجاوز نہیں کیا ہے اور نہ ہی ان کے قول کے خلاف عمل کیا ہے۔

ہاں! جو شخص کسی قوم وملت کیطرف سے تحقیق کیلئے بھیجا جاتا ہے وہ اپنی قوم سے جھوٹ نہیں بولتا، میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے رسول خداؐ کو فرماتے سنا ہے:

ہم گروہ انبیاء سونا، چاندی، زمین و مال میراث نہیں چھوڑتے ہماری میراث علم وحکمت اور کتاب و نبوت ہے اور جو کچھ مال دنیا سے باقی رہ جائے وہ اس کے اختیار میں ہے جو کہ ہماری وفات کے بعد امور عامہ کی ولایت وحکومت کا مالک ہو وہ جیسی صلاح دیکھے اسے صرف کرے۔

آپ جو مطالبہ کر رہی ہیں، میں اسے جنگ کے اسلحے، اس کے وسائل واسباب اور چوپایوں پر خرچ کروں گا تا کہ مسلمان قدرت مند، مضبوط ہوں اور کفار ومخالفین سے جنگ وجہاد کے وقت غالب رہیں۔

یہ صرف میرا خیال اور میری بات نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں کی رائے اور امت کا اجماع ہے، ہم ہرگز ہرگز کوئی مقصد ومطلب آپ سے پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتے یا کوئی چیز آپ سے چھپانا نہیں چاہتے۔ جو کچھ

میرے پاس ہے وہ میں آپ کو دیتا ہوں، میں اپنی طرف سے کوئی سختی و دشمنی نہیں کروں گا، آپ اپنے پدر بزگوار کی امت کی سردار ہیں۔

پیغمبر اسلام کے فرزندوں کی مادر گرامی ہیں، ہم آپ کے مال کو آپ سے نہیں لینا چاہتے، باپ اور بیٹوں کے اعتبار سے آپ کی منزلت وعزّت کا انکار بھی نہیں کر سکتے، جو کچھ میرے ہاتھوں میں ہے اس میں آپ کا امر اور حکم نافذ ہو گا لیکن کیا میں آپ کے بابا کے قول کی مخالفت کر سکتا ہوں؟

بنت رسول کا جواب

خدا تمہاری باتوں سے پاک و منزہ ہے، کتاب خدا ان سست و کمزور باتوں سے دور ہے، رسول خدا محکم و مضبوط آسمانی احکام کے خلاف گفتگو نہیں کر سکتے اور نہ ہی کتاب خدا سے منحرف ہو سکتے ہیں پیغمبر اسلام قرآن مجید کے احکام و آیات اور سوروں کے مطابق کرتے ہیں، کیا تم نے حیلہ کا ارادہ اور اس پر اتفاق رائے کر لیا اور اس کیلئے علت تراش رہے ہو؟

تم کو جان لینا چاہئے کہ یہ تمہاری حرکت و رفتار اس برے اور منحوس حیلہ کیطرح ہے جو حیات رسول میں منافقین نے آنحضرت کے خلاف تراشا تھا، قرآن مجید فصیح لہجہ، واضح اور عادلانہ انداز میں فرماتا ہے:

جناب یحیٰی حضرت زکریا کے وارث ہوئے اور جناب سلیمان حضرداوؑد کے وارث ہوئے۔

خداوند عالم نے واضح و روشن طریقہ سے ورثاء کے طبقات کی میراث و فرائض کے تمام احکام کو بیان فرمایا ہے، مرد و عورت کے اعتبار سے بھی وارثین کے سہام (حصہ) کو بھی روشن کر دیا ہے کہ جس میں شک و تردید کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

تمہارا مقصد صرف انحراف حقیقت اور سادہ لوح افراد کو گمراہ کرنا ہے اور بس، تم لوگوں نے اس بارے میں اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کی ہے اور اس بارے میں ہمارا راستہ صرف صبر و تحمل ہے۔

اس وقت ابوبکر نے کہا خدا اور رسول کی باتیں سچ اور حق ہیں۔ اے بنت رسول، آپ صحیح فرماتی ہیں آپ رحمت و ہدایت اور حکمت کا مرکز ہیں، آپ ارکان دین اور حق کی حجتوں میں سے ہیں، میں آپ کے کلام کی ہرگز رد اور اس کا انکار نہیں کرتا، یہ مسلمانوں کا گروہ آپ کے سامنے بیٹھا ہے، اس معاملہ میں سب متفق اور ہم رائے ہیں، میں بغض و عناد اور ظلم کا نظریہ نہیں رکھتا۔

جناب فاطمہ زہرا لوگوں کیطرف متوجہ ہوئیں اور ان سے ناراضگی و ناراحتی کا اظہار کیا اور حاضرین

سرزنش اور لعنت وملامت کرتے ہوئے فرمایا:

قرآن کریم کی آیات کے بارے میں تم لوگ کچھ بھی غور وفکر نہیں کرتے؟ یا تمہارے قلوب سخت اور مقفل ہوگئے ہیں، بلکہ تمہارے اعمال بد اور افعال قبیحہ تمہارے دلوں پر غالب ہوگئے ہیں۔ تم لوگوں نے کیسی بری تاویل، بدکرداری وبدنیتی کے ذریعہ خطرناک راستہ کو اختیار کیا ہے، خدا کی قسم! جب تمہارے سامنے سے پردے ہٹادئے جائیں گے تو بہت ہی وحشت ناک اور سخت منظر کا مشاہدہ کروگے۔

پھر اپنے بابا کی قبر کیجانب رخ کر کے کچھ اشعار پڑھے اور بحال حزن وملال اپنے گھر واپس ہوگئیں، اسی رنج وغم میں علیؑ ابن ابیطالب سے گفتگو کی جب امیر المومنینؑ نے بہت زیادہ محزون ومغموم دیکھا تو آپ نے تعزیت دیتے ہوئے فرمایا: اے بنت رسولؐ! حتی الامکان کوشش کی ہمیں معاف فرمائیں، ہمارے لئے پروردگار عالم کافی ہے اور وہی ہمارا بہترین کفیل اور وکیل ہے۔

جناب فاطمہ زہرؑا کو سکون ملا، آپ نے فرمایا: ﴿حسبی اللّٰہ ونعم الوکیل﴾

بنت رسولؐ کے پاس خواتین مدینہ

جب رسولؐ کی بیٹی مرض الموت میں بستر پر تھیں تو عیادت کیلئے آئی ہوئیں انصار و مہاجرین کی عورتوں نے مزاج پرسی کی، حضرت زہراؑ نے جواب دیا: بخدا قسم! اس وقت میری حالت نے تمہاری زندگیوں کو مبغوض و معذب بنا دیا ہے اور تمہارے مردوں کو میں دشمن رکھتی ہوں، انھیں امتحان کے بعد دور ڈال دیا گیا ہے، ان کی بری نیتوں اور ناروا عادتوں کے دیکھنے کے بعد میں نے ان سے کنارہ گیری کر لی ہے، کتنا برا ہے کہ انسان راہ راست پانے کے بعد گمراہ ہو جائے اور حصول حق و مشاہدۂ نور کے بعد باطل و تاریکی کیطرف چلا جائے۔

ان لوگوں پر وائے ہو کہ کیسے راہ حقیقت اور پیغمبرؐ خدا کے دکھائے ہوئے راستے سے گمراہ ہو گئے؟ اور رسولؐ کے چچا زاد بھائی، باب علم و تقویٰ اور عدالت و شجاعت کے مظہر علیؑ ابن ابیطالب کو چھوڑ دیا، خدا کا ارشاد ہے: ان لوگوں نے جو کچھ کیا وہ کتنا برا ہے خدا ان پر اپنا عذاب و غضب نازل کرے گا اور وہ سب دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔

کتنی حیرت کی بات ہے کہ ان لوگوں نے علیؑ ابن ابیطالب سے روگردانی کر لی۔

بخدا قسم! ان سے دوری کا سبب صرف ان کی تلوار کا خوف ہے، وہ لوگ جانتے ہیں کہ قانون عدالت کے نفاذ کیلئے معمولی سا بھی لحاظ و خوف نہیں رکھیں گے اور نہایت سختی، کمال شجاعت و استقامت کیساتھ احکام و قوانین الٰہی کو سب پر جاری کریں گے۔

مقام افسوس ہے، انھوں نے علیؑ ابن ابیطالب کو خانہ نشین کر دیا، اگر لوگ ان کی پیروی کرتے تو یقیناً صراط مستقیم اور سعادت و خوش بختی کیطرف ان کی ہدایت کرتے، وہ دیکھتے کہ علی کو مال و اسباب اور دنیاوی لذت سے کوئی تعلق و محبت نہیں ہے اس وقت جھوٹوں کے درمیان سے سچوں کو پہچان لیا جاتا۔

خدا کا ارشاد ہے:

اگر اہل قریہ ایمان لاتے اور پرہیزگار بنتے تو ہم آسمان زمین کی برکتوں کے دروازے ان پر کھول دیتے لیکن انھوں نے ہمارے پیغمبروں کو جھٹلایا اس لئے ہم نے ان کو ان کے کرتوتوں کی سزا دی، اہل مکہ میں جنھوں نے نافرمانی کی عنقریب وہ اعمال کی سزا برداشت کریں گے اور خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔

احتجاج طبرسی

حصہ دوم

خلافت علیؑ ابن ابیطالب کے بارے میں سلمان فارسیؓ کا احتجاج

یہ احتجاج اُس خطبہ کا حصہ ہے جو سلمان فارسی نے پیغمبرؐ کی وفات کے بعد اصحاب کے سامنے پڑھا تھا جنھوں نے علیؑ کو چھوڑ دیا، رسول خداؐ کی وصیت وعہد کو بھلا دیا، دوسروں کو ان پر مقدم کیا، گویا رسول خداؐ کی کسی بات کی انھیں اطلاع ہی نہیں۔

امام صادقؑ نے اپنے آباء واجداد سے نقل کیا ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کی وفات کے تین روز بعد سلمان فارسی نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

اے لوگو! میری باتیں غور سے سنو، اس کے بعد خوب غور وفکر کرو، میرے پاس علم وآ گہی خاص طور سے علیؑ ابن ابیطالب کی منزلت کے بارے میں بہت زیادہ ہیں، اگر ان سب کو تمہارے سامنے بیان کردوں تو کچھ کہیں گے کہ سلمان دیوانہ ومجنون ہے، کچھ کہیں گے کہ خدا سلمان کے قاتل کو معاف کرے، آگاہ ہو جاؤ کہ تمہاری دنیا کے کچھ مقدرات ہیں، ان آسمانی مقدرات کے پس منظر میں مختلف آزمائش اور امتحانات دیکھے جاتے ہیں، جان لو کہ علیؑ ابن ابی طالب کو علم منایا (تقدیر الٰہی)، علم بلایا (لوگوں کا امتحان) علم میراث، علم وسایا اور فصل الخطاب (صحیح معارف، مطالب اور حقایق) اور علم اصل ونسب رسولؐ اکرم کی جانب سے ایسے ملے ہیں، جیسے جناب ہارون کو حضرت موسیٰ کیطرف سے ملا تھا، یہ سب اس وجہ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

میرے خاندان واہل بیت کی نسبت تم میرے وصی ہو، میری امت کی نسبت میرے خلیفہ وجانشین ہو، اور تم میری نسبت ہارون کیطرح ہو۔

لیکن (اے لوگو!) تم سب بنی اسرائیل کیطرح راہ حق سے منحرف ہو گئے ہو، جیسے خود جانتے ہو، مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔

بخدا قسم! بنی اسرائیل کیطرح تم بھی آہستہ آہستہ سختی و مصیبت اور عذاب و پستی کے نزدیک ہو جاؤ گے اور تمام مراحل میں بنی اسرائیل کیطرح رفتہ رفتہ اپنی کامیابی، سعادت و راہ نجات سے دور ہو جاؤ گے۔

اس پروردگار کی قسم جس کے قبضہ میں سلمان کی جان ہے اگر تم علی ابن ابیطالب کی اطاعت و پیروی کرتے تو یقیناً آسمان و زمین کی برکت و نعمت ہر طرف سے تمہیں گھیر لیتی، ہوا کے پرندے تمہارا جواب دیتے دریا کی مچھلیاں تمہاری خواہش کو قبول کرتیں، خدا کے بندوں اور دوستوں میں کوئی فقیر نہ ہوتا، اسلام کے مقرر کردہ فرائض و احکام تباہ و برباد نہ ہوتے، احکام الٰہی میں کوئی اختلاف نہ ہوتا۔

لیکن تم خوش بختی و سعادت کو اپنے پیروں سے کچل کر دوسروں کے پیچھے چل پڑے، اب گرفتاری و مصائب کے لئے آمادہ ہو جاؤ اور خوش نصیبی سے ہاتھ سمیٹ لو۔

میں نے حقیقت امر تم پر واضح کر دیا، اس کے بعد ہمارے اور تمہارے درمیان کی محبت و دوستی قطع ہو گئی اگر علی ابن ابیطالب سے تم نے ہاتھ کھینچ لیا تو پھر کس سے توسل کرو گے، تم نے ان کے مقام و منزلت کو بھلا دیا ہے، یا خود کو فراموش کر دیا ہے؟ کیا تم لوگوں نے رسول اکرمؐ کی موجودگی میں امام علیؑ کو امیر المومنین کے لقب سے نہیں پکارا تھا؟ کیا رسولؐ خدا نے ان کے بارے میں سخت تاکید اور وصیت نہیں کی تھی؟

پس تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اتنی جلدی مخالفت، حسد و نفاق اور انکار کو اپنا پیشہ قرار دے کر راہ حق سے منحرف ہو گئے ہو؟

احتجاج اُبیّ ابن کعب درباره خلافت امام علیؑ

محمد ویحییٰ ابن عبداللہ ابن حسن نے اپنے آباؤ واجداد سے نقل کیا ہے، کہ ماہ مبارک رمضان کے پہلے جمعہ کو جب ابوبکر خطبہ دے رہے تھے تو اُبی ابن کعب اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر فرماتے ہیں:

اے گروہ مہاجرین! خدا کی خوشنودی و رضایت کو ہمیشہ اپنی نگاہ میں رکھو، خدا نے بھی قرآن میں تمہاری مدح کی ہے۔

اے جماعت انصار! تم شہر ایمان میں قیام پذیر ہو، اور تم نے مسلمانوں کو جگہ عنایت کی ہے، خدا نے اپنی کتاب میں تمہاری بھی تعریف کی ہے۔ کیا تم نے گذشتہ واقعات اور پیغمبرؐ اسلام کی باتوں کو بھلا دیا؟ یا صرف فراموشی کا اظہار کر رہے ہو؟ کیا تم حقایق کو تبدیل کر رہے ہو؟ یا تم مغلوب و عاجز ہو گئے ہو؟ کیا تم بھول گئے کہ رسول اکرمؐ نے امام علیؑ کے ہاتھوں کو بلند کر کے غدیر خم میں نہیں فرمایا تھا؟

جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ بھی مولا ہیں اور جس کا میں نبی ہوں، علیؑ اس کے امیر ہیں۔

کیا تمہاری نگاہوں میں نہیں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علیؑ! تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ ہر زمانہ میں میرے بعد تمہاری اطاعت ایسے ہی واجب ہے، جیسے میری زندگی میں امت پر اطاعت ضروری تھی اور میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ رسولؐ نے فرمایا:

میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہل بیت کو مقدم رکھنا اور ان پر کسی کو مقدم نہ کرنا، ان کو اپنا امیر ماننا اور ان پر فوقیت، حکومت اور امارت نہ کرنا۔ کیا آنحضرتؐ کا فرمان یاد نہیں کہ میرے اہلبیت ہدایت کا وسیلہ ہیں اور وہ خدا کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔ کیا علیؑ ابن ابیطالب کے بارے میں آنحضرتؐ کی فرمائشات بھول گئے، کہ آپ نے فرمایا:

اے علیؑ! تم گمراہوں کی ہدایت کرنے والے ہو اور میری سنت کو زندہ کرنے والے میری امت کو تعلیم وتربیت کرنے والے اور میری حجت وبرہان کو بیان کرنے والے ہو۔

علی ابن ابیطالب لوگوں میں بہترین شخص ہیں، وہی میرے خاندان کے بزرگ اور میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں اوران کی اطاعت میری اطاعت کیطرح ہے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسولؐ خدا نے اپنی زندگی میں ان پر کسی کو امیر وولی نہیں بنایا لیکن ان کو دوسروں پر امیر وبزرگ قرار دیا تھا۔ کیا یہ بھول گئے کہ علی ابن ابیطالب ہمیشہ سفر وحضر اور دوسرے مواقع پر بھی پیغمبرؐ خدا کے ہمراہ رہے؟ کیا فرمان رسولؐ فراموش کر گئے ہو کہ جب انھوں نے فرمایا: جب میں علیؑ ابن ابیطالب کو تم پر امیر وحاکم بنادوں تو یہ ایسا ہی ہے کہ میں خود تمہارے ساتھ ہوں اور وہ خود میری طرح ہیں؟

کیا تمہیں یاد ہے کہ رسولؐ خدا نے اپنی رحلت سے قبل اپنی دختر گرامی کے گھر ہم سب کو جمع کر کے فرمایا: خداوند عالم نے جناب موسیٰ کو وحی کی کہ اپنے اہل بیت میں سے ایک بھائی اور مددگار کا انتخاب کرو اور اسے اپنا خلیفہ معین کرو اور اس کی اولاد کو اپنی اولاد شمار کرو تا کہ میں انھیں دنیاوی آفات اور کدورتوں سے پاک وپاکیزہ بناؤں اور ان کے دلوں کو شک وشبہ کی تیرگیوں سے پاک وخالص کروں تو جناب موسیٰ نے اپنے بھائی ہارونؑ کا انتخاب کیا اور ان کی اولاد کو بنی اسرئیل کا پیشوا قرار دیا۔

خدا نے مجھے بھی حکم دیا ہے کہ ہارونؑ کیطرح علیؑ ابن ابیطالب کو اپنا بھائی وخلیفہ بناؤں اور اس کی اولاد کو اپنی امت کا امام وپیشوا قرار دوں۔ خدا نے ان کو پاک قرار دیا ہے تم نے جو کچھ سنا تھا کیا وہ سب فراموش کر دیا ہے؟

تمہاری مثال اس شخص کی ہے جو عالم مسافرت میں پیاسا ہو، اور اس کے سامنے دو راستہ ہو، ایک راستہ شیرین وخوشگوار پانی کا، دوسرا راستہ تلخ وشور پانی کا ہو تو کیا اس حال میں وہ شخص صاف شفاف پانی کے راستہ کو چھوڑ کر اس راستہ پر جائے گا جو سرگردانی اور گمراہی کا راستہ ہے؟

تم لوگوں نے اپنے کو بیکار ومہمل تصوّر کر لیا ہے، جب کہ تم عبث وبے فائدہ نہیں ہو اور خدا نے بھی تم

سے قطع نظر نہیں کیا ہے اور رسول اکرمؐ نے بھی تمہاری سعادت وخوش بختی کیلئے اپنے بعد کا خلیفہ معین کر دیا ہے تاکہ وہ احکام الٰہی وحقایق دین اور حلال وحرام کو تمہارے واسطہ روشن کرے مگر افسوس تم نے ان کے وجود سے استفادہ نہیں کیا بلکہ اس کی مخالفت اور دشمنی کر رہے ہو۔

اگر تم اس کی اطاعت و پیروی کرتے تو کبھی بھی تمہارے درمیان اختلاف نہ ہوتا اور یہ امت فرقوں اور گروہوں میں تقسیم نہ ہو جاتی۔

تم اختلاف، تفرقہ، برائیوں اور نقصانات سے واقف نہ ہو کر تصور کر رہے ہو کہ اختلاف امت رحمت ونعمت اور خوشی کا ذریعہ ہے یہ ایک خیال خام اور بہت بڑی بھول ہے۔

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ، جو راہ و برہان واضح ہو جانے کے بعد اپنے درمیان اختلاف وتفرقہ پیدا کر کے حق اور سیدھے راستے سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ جن کے آگے سخت عذاب ومصیبت ہوگی۔ جان لو کہ خدا تمہارے اختلاف کی خبر دے رہا ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہوئے واضح وروشن حقیقت سے اختلاف اور دشمنی کریں گے مگر یہ کہ ان پر خدا کی توجہ خاص اور رحمت الٰہی ہو اور تائید وتوفیق حق تعالٰی ان کیلئے راہ مستقیم کو پائدار واستوار کر دے۔ خدا نے ان لوگوں کو اسی مقصد کیلئے پیدا کیا ہے۔ میں نے خود رسول خدا کو فرماتے سنا ہے:

اے علیؑ! تم اور تمہارے پیرو! پاک فطرت وحقیقت پر ہیں، دوسرے لوگ اس حقیقت وفطرت سے دور ہیں، کیا تم نے رسول خداؐ سے نہیں سنا؟

آپ نے فرمایا: تم لوگ میرے وزیر اور وصی سے منحرف ہو جاؤ گے۔

بیعت کے بعد، ابوبکر کا اظہار مسرّت اور حضرت علیؑ کا احتجاج

امام صادقؑ فرماتے ہیں: جب لوگ ابوبکر کی بیعت کر کے ان کے اطراف جمع ہو گئے تو ابوبکر ہمیشہ حضرت علیؑ کے سامنے خوش روئی اور مسرت کا اظہار کرتے اور کسی طرح سے بھی ان کی رضایت وخوشنودی حاصل کرنا چاہتے، اس سلسلہ میں عذر خواہی بھی کرنا چاہتے تھے۔

پھر انھوں۔نے حضرت علیؑ سے درخواست کی کہ صرف دو شخص سے خصوصی ملاقات وگفتگو کا وقت دیں، امیرالمومنینؑ نے قبول کیا۔

وقت معین پر ابوبکر حاضر ہوئے اور کہا اے ابوالحسن! یہ واقعہ میرے شوق ورغبت اور اقدام سے صورت پذیر نہیں ہوا، مجھے خود پر اعتماد نہیں کہ اس کو چلا سکوں گا اور لوگوں کے امور کو جیسا چاہئے ویسے انجام دے سکوں، میرے پاس کثرت اموال وخاندان کی قدرت وتوانائی بھی نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ اس راستہ کو ہموار واستوار کر لیتا، اس کے بارے میں پہلے میں نے کسی سے مشورہ بھی نہیں کیا تھا لہذا آپ مجھ سے کیوں رنجیدہ ہیں اور ایسا خیال کرتے ہیں جو میرے بارے میں نہیں خیال کرنا چاہئے، پھر مجھے بغض وعداوت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں؟

حضرت علیؑ! جب تم کو اس سے رغبت ولگاؤ نہیں تھا، تو تم نے کس لئے اپنے کو اس امر کیلئے پیش کیا اور اس راہ میں پیش قدمی کی؟

ابوبکر! اس کی موافقت کا سبب وہ حدیث ہے جو میں نے رسول خداؐ سے سنی تھی کہ میری امت خطا وگمراہی پر اجماع نہیں کر سکتی، جب اس امر میں امت کا اجماع واضح ہو گیا اور اپنی خلافت کے بارے میں تمام لوگوں کا اتفاق دیکھ لیا تو لامحالہ اس تکلیف کو مان لیا اور پیغمبرؐ اسلام کے فرمان کی اطاعت کی، اگر میں جانتا کہ اس پر عام اتفاق نہیں اور ایک شخص یا چند لوگ میری بیعت سے انکار کریں گے تو یقیناً اس سنگین

تکلیف اور ذمہ داری سے پرہیز اور انکار کر دیتا۔

علیؑ ابن ابیطالب! میں خاص طور سے اجماع امت کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ میں امت کے افراد میں ہوں یا نہیں؟ ابوبکر نے کہا، ہاں آپ ہیں۔

امیر المومنینؑ! آیا وہ گروہ جس نے تمہاری بیعت سے مخالفت کی مثال کے طور پر سلمان، ابوذر، عمار، مقداد، سعد بن عبادہ وغیرہ امت میں سے ہیں یا نہیں؟ ابوبکر نے کہا، ہاں سب امت سے ہیں۔

امیر المومنینؑ! تو پھر کیسے ممکن ہے کہ تم اجماع امت کی حدیث سے اپنے دعویٰ کو ثابت کرو جبکہ ان لوگوں نے تمہاری بیعت سے مخالفت کی اور اس کا انکار کیا، یہ سب لوگ پاک سرشت و پرہیز گار اور رسول اکرمؐ کے اصحاب و ہم نشین خاص میں سے ہیں۔

ابوبکر! ان کی مخالفت کا علم مجھے اس امر خلافت کے مقرر و محقق ہونے کے بعد ہوا اور اس وقت میں نے غور و فکر کیا کہ اگر اس کی قبولیت کا انکار کر کے میں اس سے الگ ہو جاؤں تو اجتماعی حالات اور مسلمین معاشرہ کا نقشہ بدل جائے گا اور بہت ممکن تھا کہ اکثر افراد دین اسلام سے نکل کر مرتد ہو جاتے۔ ہاں اس امر کی قبولیت و موافقت اس سے بہتر تھی کہ ملت اسلامیہ ہرج و مرج میں گرفتار ہو کر اپنی سابقہ حالت کیطرف پلٹ جائے اور میں خیال کر رہا تھا کہ آپ بھی اس سلسلہ میں میرے موافق ہوں گے۔

امیر المومنینؑ! میرا سوال یہ ہے کہ پہلی مرتبہ کس بنیاد پر اور کس لئے اس امر کو قبول کیا، کن شرائط و اسباب کے تحت کوئی شخص اس امر کے لائق و سزاوار ہو سکتا ہے؟

ابوبکر! خیر خواہی، وفا، استقامت، حسن سیرت، عدالت، کتاب و سنت کی علم و آگہی، حکمت و معرفت، زہد و تقویٰ اور مظلوموں کی اعانت و طرفداری کے صفات کی بنیاد پر اس امر کا مستحق ہوتا ہے، ابوبکر نے انھیں صفات پر اکتفا کی تو حضرت علیؑ نے فرمایا: اسلام میں سبقت کا حق، دین اسلام میں جس کا ماضی روشن و واضح اور صورت و سیرت میں رسول اکرمؐ کے سب سے زیادہ قریب ہو؟

ابوبکر نے کہا! ہاں سبقت اسلام اور قرابت رسولؐ اسلام کے سبب بھی ہیں۔

امیر المومنینؑ: اے ابوبکر! میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ یہ سارے صفات اپنے میں پاتے ہو یا مجھ میں؟

ابوبکر نے کہا یہ صفات تو آپ میں پائے جاتے ہیں۔

امیر المومنینؑ! تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں، سب لوگوں سے پہلے میں نے دعوت اسلام قبول کیا یا تم نے؟

ابوبکر! ہاں آپ ہم سب سے پہلے اسلام کے ساتھ تھے۔

امیر المومنینؑ! رسول اکرمؐ کی طرف سے ان کی جگہ پر کفار کو سورۂ برأت سنانے کیلئے مجھے مامور کیا تھا یا تجھے؟

ابوبکر! آپ کے حوالہ کیا تھا۔

امیر المومنینؑ! تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ہجرت مکہ سے لے کر غار اور مدینہ پہنچنے تک رسول اکرمؐ کے جان کی حفاظت کیلئے میں نے فداکاری کی یا تم نے؟

ابوبکر! انصافاً آپ نے جانثاری کی۔

امیر المومنینؑ! تجھے خدا کی قسم، رسول خداؐ کے فرمان وتصریح کے مطابق تمہارا اور دوسروں کا میں مولاؑ ہوں یا تم؟

ابوبکر! اعتراف کرتا ہوں کہ آپ سب کے مولاؑ ہیں۔

امیر المومنینؑ! حدیث رسول اکرمؐ (انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ...) میرے لئے ہے یا تمہارے لئے؟

ابوبکر! آپ کے بارے میں ہے۔

امیر المومنینؑ! آیت ولایت میں انگوٹھی دینے کے سبب خدا، اس کے رسولؐ کی ولایت کے ساتھ میری ولایت کا ذکر ہے یا تمہاری؟

ابوبکر! اس کے مصداق آپ ہیں۔

امیر المومنینؑ! خدا کی قسم دیتا ہوں کہ رسولؐ خدا نے عیسائیوں سے مباہلہ میرے اور میرے خاندان اور میرے فرزندوں کے ساتھ کیا، یا تمہارے اور تمہارے بیٹوں کے ساتھ؟

ابوبکر! مباہلہ میں آپ لوگ تھے۔

امیر المومنینؑ! آیت تطہیر کا نزول میرے بارے اور میرے خاندان کے بارے میں ہوا، یا تمہارے بارے میں؟

ابوبکر! آپ اور آپ کے خاندان کے بارے میں نازل ہوئی۔

امیر المومنینؑ! تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم اور تمہارے اہل بیت کساء کے نیچے تھے کہ پیغمبرؐ اسلام نے تمہارے حق میں دعا کی، یا ہم سے تھے اور ہمارے بارے میں دعا کی، اے پروردگار! یہ سب میرے اہل بیت ہیں؟

ابوبکر! اہل کساء آپ لوگ ہیں۔

امیر المومنینؑ! آیت ﴿ویطعمون الطعام علیٰ حبه مسکینا و یتیما و اسیرا﴾ تمہاری شان میں اتری یا ہماری شان ہیں؟

ابوبکر! آپ کی شان میں نازل ہوئی۔

امیر المومنینؑ! آفتاب میری نماز کے واسطہ پلٹا تھا، یا تمہاری نماز کیلئے؟

ابوبکر! آپ کی نماز کیلئے۔

امیر المومنینؑ! ﴿لافتیٰ الاّ علیؑ لاسیف الاّ ذوالفقار﴾ آسمان سے تمہارے لئے سنا گیا، یا میرے لئے؟

ابوبکر! یقیناً آپ کے بارے میں تھا۔

امیر المومنینؑ! رسولؐ خدا نے جنگ خیبر میں علم تمہارے ہاتھ میں دیا تھا یا میرے ہاتھ میں کہ جس سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی؟ ابوبکر! آپ کے ہاتھ میں دیا تھا۔

امیر المومنینؑ! جنگ خندق میں عمر بن عبدود کا قتل تمہارے ہاتھوں ہوا، یا میرے ہاتھ سے؟

ابوبکر! آپ کے ہاتھوں ہوا۔

امیر لمومنینؑ! آباءواجداد کی طہارت اور نسب میں رسولؐ کے ساتھ میں شریک ہوں، یا تم؟

ابوبکر! آپ شریک ہیں۔

امیر المومنینؑ! دختر پیغمبرؐ فاطمہ کی تزویج کیلئے خدا اور اس کے رسول کی جانب سے میرا انتخاب کیا گیا، یا تمہارا؟

ابوبکر! آپ کا۔

امیر المومنینؑ! نواسہ رسولؐ، جوانان جنت کے سردار جناب حسنینؑ کے باپ تم ہو، یا میں؟

ابوبکر! آپ ہیں۔

امیر المومنینؑ! جسے خدا نے دو پر عطا کئے اور جنت میں پرواز کرتے ہیں، وہ تمہارے بھائی ہیں یا میرے؟

ابوبکر! آپ کے بھائی ہیں۔

امیر المومنینؑ! رسول خداؐ کے قرضوں کو ادا کرنے والا اور ان کے وعدوں اور وصیتوں کو پورا کرنے والا میں ہوں، یا تم؟

ابوبکر! آپ ہیں۔

امیر المومنینؑ! جب رسولؐ خدا نے مرغ بریان کھانے کیلئے دعا کی، پروردگار اپنے محبوب ترین بندہ کو یہاں بھیج دے، اس وقت میں حاضر ہوا تھا یا تم؟

ابوبکر! آپ حاضر ہوئے۔

امیر المومنینؑ! رسولؐ خدا نے ناکثین ومارقین وقاسطین سے جنگ وقتال کا مژدہ دیکر فرمایا: میں نے تنزیل قرآن پر مقاتلہ ومبارزہ کیا اور تم تاویل قرآن پر کروگے؟ وہ میں ہوں، یا تم؟

ابوبکر! وہ آپ ہیں۔

امیر المومنینؑ! جسے رسولؐ خدا نے عالم علم قضاو فصل الخطاب سے تعارف کرا کے فرمایا:

علیؑ! تم سب سے بہتر علم قضاو قدر سے آگاہ ہو، وہ میں ہوں، یا تم؟

ابوبکر! وہ آپ ہیں۔

امیر المومنینؑ! رسولؐ نے اپنی زندگی میں اپنے اصحاب سے فرمایا:

علیؑ کو امیر المومنینؑ کہہ کر بلائیں، یہ میرے حق میں ہے یا تمہارے حق میں؟

ابوبکر! یہ بھی آپ کے بارے میں ہے۔

امیر المومنینؑ! رسولؐ خدا کا غسل و کفن میں نے کیا تھا یا تم نے۔

ابوبکر! آپ نے انجام دیا۔

امیر المومنینؑ! رسولؐ خدا کے کاندھے پر بلند ہو کر خانہ کعبہ کے بتوں کو توڑنے والے تم ہو یا میں؟

ابوبکر! آپ ہیں۔

امیر المومنینؑ! آیت اولوالقربیٰ کے مصداق ان کے اقرباء میں سے تم ہو یا میں؟

ابوبکر! آپ ہیں۔

امیر المومنینؑ! حدیث رسولؐ کہ تم دنیا و آخرت میں میرے علمبردار ہو، میرے حق میں ہے، یا تمہارے حق میں؟

ابوبکر! آپ کے حق میں ہے۔

امیر المومنینؑ! میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جب مسجد کے کھلے ہوئے تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم ہوا سوائے ایک دروازہ کے تو وہ میرے گھر کا دروازہ تھا، یا تمہارے گھر کا؟

ابوبکر! آپ کے گھر کا دروازہ تھا۔

امیر المومنینؑ! رسولؐ خدا کے بات کرنے اور سرگوشی سے پہلے تم نے صدقہ دیا تھا، یا میں نے؟

ابوبکر! صدقہ دینے والے صرف آپ تھے۔

امیرالمومنینؑ! رسول خداؐ نے اپنی بیٹی سے فرمایا:

میں نے تمہارا عقد اس سے کیا ہے جو سب سے پہلے ایمان لایا اور وہ تمام لوگوں پر فضیلت و برتری رکھتا ہے یہ انھوں نے تمہارے بارے میں فرمایا، یا میرے بارے میں؟

ابوبکر! آپ کے بارے میں فرمایا ہے۔

علی ابن ابیطالبؑ نے یہ دلائل و براہین یکے بعد دیگرے بیان کئے اور ابوبکر نے ایک ایک کی تصدیق کی یہاں تک کہ ابوبکر رونے لگے، اور ان کی حالت دگرگوں ہوگئی۔

امیرالمومنینؑ! جو کچھ میں نے کہا وہ امامت وخلافت کے دلائل اور اس کی علامتیں ہیں، انسان ان باتوں سے امر خلافت کا مستحق ہوتا ہے اور ولایت امر مسلمین کی ذمہ داری سنبھالنے کے لائق بنتا ہے۔

اے ابوبکر! کس چیز نے تم کو خدا اور رسولؐ کے احکام وفرامین سے روک کر اس امر میں دھوکا دیا ہے، درانحالیکہ تمہارے اندران دلائل میں سے کوئی ایک دلیل بھی نہیں پائی جاتی ہے؟

ابوبکر نے روتے ہوئے کہا: آپ نے سچ فرمایا ہے، مجھے مہلت دیجئے تاکہ میں اپنے بارے میں ان بیان شدہ چیزوں کے سلسلہ میں خوب غوروفکر کرلوں۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: جتنا چاہو وقت کرلو۔

ابوبکر نہایت تاثر، حزن وملال کے ساتھ وہاں سے اٹھے اور اس وقت منصب خلافت علیؑ کو واپس کرنے اور اس مقام سے استعفیٰ دینے کیلئے تیار ہوگئے، اس دن کسی کو ملاقات کی اجازت نہیں دی۔ عمر بن خطاب اس گفتگو سے مطلع ہوئے، تو متعجب ومضطرب ہوکر ٹہل رہے تھے، ادھر ابوبکر رات کو سوئے خواب میں رسولؐ خدا کو دیکھا، سلام کیا۔ آنحضرتؐ نے اپنا رخ دوسری طرف پھیرلیا، ابوبکر اٹھ کر سامنے بیٹھے اس مرتبہ بھی اپنا رخ موڑ لیا۔

ابوبکر نے کہا یا رسولؐ اللہ! مجھ سے کون سا گناہ اور نافرمانی سرزد ہوئی ہے؟

رسولؐ نے جواب دیا: تمہارے سلام کا جواب کیسے دوں، جبکہ تو اس کو دشمن رکھتا ہے جسے اللہ ورسولؐ دوست رکھتے ہیں، ہاں یہ منصب خلافت اس کے مصداق و مالک کو واپس کر دینا۔

ابوبکر نے پوچھا اس کا اہل کون ہے؟

فرمایا: وہ شخص جس نے تم سے مناظرہ و مباحثہ کیا اور تیری ملامت کی ہے، ابوبکر نے کہا ہاں اس کے حوالہ کر دوں گا، لیکن جب صبح ہوئی ابوبکر حضرت علیؑ کے پاس آئے اور اپنا خواب بیان کر کے کہا اپنا ہاتھ بڑھایئے تا کہ میں بیعت کروں، اس کے بعد علیؑ سے معین وقت پر مسجد میں حاضر ہونے کو کہا تا کہ لوگوں کے سامنے خواب بیان کر کے سب کے سامنے خلافت ان کے حوالہ کر دیں۔

ابوبکر !وہاں سے باہر نکلے، راستہ میں عمر بن خطاب سے ملاقات ہوئی، عمر اس کی نیت سے واقف ہو گئے اور جیسے بھی ممکن ہوا، ابوبکر کو اس امر سے روک دیا۔

اہل شورائی کے سامنے اپنی اولویت کیلئے حضرت علیؑ کا احتجاج

اس احتجاج کی عبارتیں گذشتہ کیطرح ہیں، اس لئے مندرجہ ذیل عبارت پر اکتفا کریں گے۔

حضرت محمد باقرؑ اپنے آباء واجداد سے نقل کرتے ہیں: جب عمر بن خطاب کی موت کا وقت قریب ہوا تو انھوں نے چھ افراد علی ابن ابیطالبؑ، عثمان بن عفان، زبیر ابن عوام، طلحہ ابن عبیداللہ، عبدالرحمٰن ابن عوف اور سعد ابن ابی وقاص کو بلایا اور حکم دیا کہ حجرہ میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے مشورہ کریں پھر ان میں سب سے لائق اور سزاوار کو خلیفہ منتخب کرلیں، اس وقت تک حجرہ سے باہر نہ آئیں جب تک کہ کسی کی بیعت نہ کرلیں، اگر ایک یا دو نفر مخالفت کریں اور بیعت سے انکار کریں تو ان کو قتل کردیا جائے۔

جب عثمان بن عفان کو منتخب کرلیا گیا اور حضرت علیؑ شوریٰ کی اقلیت میں تھے تو اتمام حجت اور حقیقت کی وضاحت کیلئے فرمایا: چونکہ تمہاری رائے میرے خلاف واقع ہوئی اس لئے تم سے کچھ باتیں پوچھتا ہوں اور تقاضا کرتا ہوں کہ اس کا صحیح جواب دو۔

تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، تمہارے درمیان میرے علاوہ کوئی ہے کہ رسول خداؐ نے جنگ خیبر میں مسلمانوں کا علم اس کے ہاتھ میں دیا ہو اور اپنے ہاتھوں سے اس کی آنکھوں کو مس کیا ہو، جس سے اس کو شفا مل گئی ہو؟

تمہارے درمیان میرے علاوہ کوئی ہے جسے رسولؐ خدا نے حکم پروردگار سے اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر جم غفیر میں اس کا تعارف کراتے ہوئے، فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں، علیؑ بھی اس کے مولا ہیں، خداوند عالم اس کے دوستوں کو دوست رکھ اور اس کے دشمنوں کو دشمن رکھ۔

تمہارے درمیان میرے علاوہ کوئی ہے، جو رسولؐ خدا کا بھائی ہو اور ایام سفر میں ہمیشہ ان کا رفیق

وساتھی رہا ہو؟

تمہارے درمیان میرے علاوہ کوئی ہے جسے رسولؐ نے ہزار کلمات تعلیم کئے ہوں، اور اس نے اس کے ہر کلمہ سے ہزار ہزار دوسرے کلمات پیدا کئے ہوں؟

تمہارے درمیان میرے علاوہ کوئی ہے، جس کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہو: ,,تم اور تمہارے پیرو قیامت کے دن کامیاب ہوں گے،،؟

تمہارے درمیان میرے علاوہ کون ہے جس کے سلسلہ میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہو:

وہ شخص جھوٹا ہے جو مجھ سے محبت رکھتا ہو اور علیؑ ابن ابیطالب کو دوست نہ رکھتا ہو؟

تمہارے درمیان میرے علاوہ کون ہے جس کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہو:

تم فاروق ہو اور حق و باطل کے درمیان فرق کر کے ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنے والے ہو؟

کیا میرے علاوہ کوئی دوسرا تھا جس نے شجاعت و دلیری سے یہودی مرحب کو قتل کیا ہو؟

میرے علاوہ کوئی دوسرا تھا، جس نے قلعہ خیبر کو اکھاڑ کر خیبر کو فتح کیا ہو، جس قلعہ کو چالیس افراد کھول نہیں سکتے تھے؟

کیا رسولؐ خدا نے کسی دوسرے کیلئے فرمایا تھا:

تم میرے نفس کی مانند ہو، تمہاری محبت میری محبت ہے، تمہارا بغض میرا بغض ہے؟

کیا رسولؐ نے میرے علاوہ دوسرے کے بارے میں فرمایا ہے:

علم قضا و قدر کے تم سب سے بڑے عالم ہو، خدا کے عہد و پیمان کو مخلوق خدا میں سب سے زیادہ وفا کرنے والے ہو، امر خدا میں تمہاری استقامت سب سے زیادہ ہے، خدا کے نزدیک تمہارا مقام سب سے بلند و بالا ہے اور تم عدالت و مساوات کے لحاظ سے سب سے افضل ہو؟

کیا میرے علاوہ کسی غیر کیلئے رسولؐ نے فرمایا ہے:

لوگوں پر تمہاری فضیلت و برتری ایسے ہی ہے جیسے چاند پر سورج کی برتری و فوقیت ہے؟

کیا میرے علاوہ کسی غیر کیلئے رسولؐ نے فرمایا ہے:

سب لوگ الگ الگ درخت سے ہیں، لیکن میں اور تم ایک ہی درخت سے ہیں؟

کیا رسولؐ نے میرے علاوہ کسی دوسرے کیلئے فرمایا ہے:

تم دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو، پاک و پاکیزہ اور پرہیزگار لوگوں کو اس سے نکال کر کافروں کو اسی آگ میں چھوڑ دو گے؟

تمام اہل شوریٰ نے ایک ساتھ ان کے ایک ایک قول کی تصدیق کی۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: جب یہ تمام باتیں درست و تصدیق شدہ ہیں، تو تقویٰ کا سچا و صحیح راستہ اختیار کر کے غضب و عذاب خدا سے بچے رہو اور رسولؐ خدا کے عہد اور ان کی وصیت کی مخالفت نہ کرو، حقوق خدا کی رعایت کرو اور خلافت اس کے حوالہ کر دو جو اس کی صلاحیت و لیاقت رکھتا ہو۔

حضرت علیؑ کا احتجاج

(انصار ومہاجرین کے سامنے اپنی فضیلت کے بارے میں)

سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ خلافت عثمان ابن عفان کے زمانہ میں بعض انصار ومہاجرین کو دیکھا مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں حلقہ زدہ اپنے اپنے فضائل وامتیازات کا تذکرہ کررہے ہیں۔ حضرت علیؑ بھی وہیں بیٹھے سن رہے تھے، تقریباً دوسو افراد تھے۔ سعد بن وقاص، عبداللہ ابن عوف، طلحہ وزبیر، عمار، ومقداد، ابوذر، ہاشم ابن عتبہ، عبداللہ ابن عمر، امام حسنؑ وامام حسینؑ، عبداللہ ابن عباس، محمد ابن ابوبکر اور عبداللہ ابن جعفر موجود تھے، انصار میں سے ابی ابن کعب، زید ابن ثابت، ابوایوب انصاری، ابوالہیثم ابن التیہان، محمد بن سلیم، قیس ابن سعد، جابر ابن عبداللہ انصاری، انس ابن مالک، زید ابن ارقم، عبداللہ ابن ابی الاوفی، ابولیلیٰ اوراس کے دو بیٹے، عبداللہ وعبدالرحمن، ابوالحسن بصری اوراس کا بیٹا۔

پہلے قریش نے اپنے فضائل بیان کئے کہ قریش نے رسولؐ خدا کے ساتھ ہجرت کی اور اسلام میں سبقت کرنے والے ہیں، پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: دین کے امام قریش سے ہوں گے، قریش عرب کے پیشوا ہیں، تم لوگ قریش پر سبقت نہ کرو، قریش کے ایک مرد کی طاقت دومرد کے برابر ہے، جو قریش کو دشمن رکھے گا، خدا اس کو دشمن رکھے گا، جو قریش کی اہانت کرے گا، خدا اس کی اہانت کرے گا۔

پھر انصار نے اپنے فضائل وخصوصیات بیان کئے کہ ہم نے رسول اکرمؐ کی مدد سے کوئی دریغ نہیں کیا، خدا نے (سورۂ حشر) میں ہماری توصیف وتعریف کی ہے۔

رسولؐ خدا نے بھی ہماری مدح وثنا فرمائی ہے، خصوصاً سعد ابن معاذ کے جنازہ کی تشییع، حنظلہ ابن عامر کو ملائکہ کا غسل دینا، عاصم ابن ثابت کے جنازہ کو شہد کی مکھیوں نے دشمن کے سوء قصد سے حفاظت کرنا، اس کے بعد اپنے مشہور افراد کا نام لیا۔

یہ گفتگو ومقابلہ صبح سے زوال تک چلتا رہا اور امام علیؑ ان باتوں کو سنتے رہے کچھ بھی نہ بولے، کچھ لوگوں نے آپ سے کہا آپ کیوں نہیں بولتے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تم لوگوں نے جو کچھ کہا اپنی جگہ پر سب کچھ درست وصحیح ہے، لیکن میں تم سب سے پوچھتا ہوں کہ یہ تمام فضائل وخصوصیات اور مقامات مذکورہ خود تم سے ہیں یا تمہارے قبیلہ وخاندان سے ہیں یا کسی دوسرے راستہ وطریقہ سے تمہارے حصہ میں آئے؟

سب نے کہا یقیناً یہ سب فضائل وشرافت رسولؐ خدا اور ان کے اہل بیتؑ کے ذریعہ سے خدا نے ہم کو عطا کیا ہے۔

امیر المومنینؑ! تم نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے: میں اور میرے اہل بیتؑ خلقت آدمؑ سے پہلے نور تھے، جب اللہ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو ہمیں ان کی صلب میں قرار دیا، پھر صلب نوح میں منتقل ہوئے، پھر طوفان کے بعد پاک اصلاب وطاہر ارحام میں منتقل ہوتے رہے، ہمارے آباء واجداد میں کوئی بھی برائی میں ملوث نہ ہوا۔

لوگوں نے کہا ہاں رسول خداؐ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

امیر المومنینؑ: میں تمہیں قسم دیتا ہوں کیا تم تصدیق کرتے ہو کہ خدا اور رسولؐ پر ایمان لانے والا میں پہلا شخص ہوں؟

لوگوں نے کہا: صحیح کہتے ہیں۔

امیر المومنینؑ: کیا خدا نے ایمان میں سابقین کو متاخرین پر فضیلت وبرتری نہیں دی ہے؟

﴿والسابقون السابقون اولئک المقربون والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار﴾

ہر سابق الایمان ہر متاخر پر امتیاز وفضیلت رکھتا ہے، کیا ان آیتوں کے نزول کے بارے میں رسولؐ خدا نے نہیں فرمایا:

یہ آیتیں انبیاء واوصیاء کے بارے میں نازل ہوئی ہیں؟

پھر کیا یہ نہیں فرمایا: میں تمام انبیاء سے افضل ہوں اور علیؑ میرے وصی ہیں اور وہ انبیاء کے تمام اوصیاء سے افضل ہیں۔

انصار و مہاجرین نے کہا سب بالکل صحیح ہے۔

امیر المومنینؑ: میں تم کو قسم دیتا ہوں جب آیت اولوالامر و آیۂ ولایت نازل ہوئی تو لوگوں نے رسول خداؐ سے پوچھا کیا یہ آیات تمام مومنین سے مربوط ہیں یا ان میں سے بعض کیلئے؟ اور رسول کو خدا کی جانب سے حکم ہوا وہ ولایت کی وضاحت کریں، چنانچہ نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج کے بارے میں بیان کر دیا، جب غدیر خم کے نزدیک پہنچے تو فرمایا:

مجھے خدا کی طرف سے تاکیدی حکم پہنچا ہے لہذا اس کے انجام دینے پر مجبور ہوں۔

فرمایا: آگے، اور پیچھے والوں کو نماز کیلئے بلایا جائے، جس کے بعد لوگوں کا گروہ در گروہ وہاں جمع ہوا، اور رسولؐ نے ایک طویل خطبہ کے بعد فرمایا: کیا تم جانتے ہو۔

میں تمہارا مولا ہوں اور تم پر تم سے زیادہ حق رکھتا ہوں جیسا کہ پروردگار میرا مولا ہے؟

لوگوں نے کہا یا رسولؐ اللہ! ہاں ایسا ہی ہے، تب آپ نے فرمایا:

اے علیؑ! اٹھو، میں کھڑا ہوا تو انھوں نے فرمایا:

میں جس کا مولا ہوں اور جس پر اولویت رکھتا ہوں، علیؑ ابن ابیطالب بھی ان کے مولا ہیں۔ پروردگارا علیؑ کے دوستوں کو دوست رکھ اور ان کے دشمنوں کو دشمن رکھ، سلمان نے کھڑے ہو کر پوچھا:

یا رسولؐ اللہ! یہ کیسی ولایت ہے؟ رسول اکرمؐ نے فرمایا:

ان کی ولایت میری ولایت کے مثل ہے، جس سے میں اولیٰ و بہتر ہوں، علیؑ بھی ان سے اولیٰ ہیں، اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی:

﴿الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا﴾

اُس وقت رسولؐ نے تکبیر کہی اور خدا کی حمد و ثنا بجالائے، ابوبکر و عمر نے بڑھ کر کہا یا رسولؐ اللہ کیا یہ آیت

خاص کر علی ابن ابیطالبؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟

آپ نے کہا ہاں! یہ علیؑ کی ولایت اور روز قیامت تک کے میرے اوصیاء کی ولایت کے بارے میں ہے۔ انھوں نے کہا یارسولؐ اللہ! اس کی مزید وضاحت کیجئے؟

آپ نے فرمایا: سب سے پہلے میرا بھائی، میرا وزیر، خلیفہ اور میرا وصی علی ابن ابیطالبؑ ہے ان کے بعد میرا بیٹا حسنؑ بن علیؑ ہے اس کے بعد میرا بیٹا حسینؑ ابن علیؑ ہے، اس کے نو افراد اس کی اولاد میں سے ہیں جو یکے بعد دیگرے میرے بعد وصی وخلیفہ ہوں گے، وہ سب قرآن کے ساتھ اور قرآن ان کے ساتھ ہوگا۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر روز قیامت پہنچ جائیں۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: کیا رسولؐ سے تم نے سب سنا ہے؟

انصار ومہاجرین! ہاں بالکل صحیح ہے۔

امیر المومنینؑ: کیا تم جانتے ہو کہ جب رسول اکرمؐ، فاطمہؑ، میں اور میرے دونوں حسنؑ وحسینؑ چادر کے نیچے جمع ہو گئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

خدایا یہ میرے اہل بیتؑ ہیں ان کی تکلیف واذیت وناراحتی میری ناراحتی واذیت کا سبب ہے۔ انھیں رجس وکثافت سے دور رکھ اور پاک وپاکیزہ رکھ۔ اس وقت آیت تطہیر کا نزول ہوا، ام سلمہ نے چادر کے قریب آکر کہا کیا چادر میں میں بھی آجاؤں؟ جواب دیا نہیں تم خیر پر ہو۔

یہ آیت میرے اور میرے بھائی علیؑ ابن ابیطالب، میری بیٹی فاطمہؑ اور ان کے دو فرزند حسنؑ وحسینؑ اور ان کے نو فرزند کیلئے ہے اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔

کیا یہ باتیں صحیح ہیں؟

انصار ومہاجرین! ہاں ہم نے یہ باتیں امّ سلمہ اور خود رسولؐ خدا سے بھی سنیں ہیں۔

امیر المومنینؑ: کیا جانتے ہو کہ جب ﴿کونوا مع الصادقین﴾ کی آیت نازل ہوئی تو جناب سلمان نے کہا یارسولؐ اللہ! یہ آیت خاص ہے یا عام؟ آپ نے فرمایا:

یہ تمام مومنین کو خطاب اور سب کو حکم ہے کہ صادقین کے ساتھ رہیں، صادقین سے مراد میرے بھائی علیؑ ابن ابیطالب اور میرے اوصیاء ہیں؟

انصار و مہاجرین! ہاں صحیح ہے۔

امیر المومنینؑ: کیا تم کو یاد ہے کہ جب غزوہ تبوک کے وقت رسول اکرمؐ نے مجھے مدینہ میں اپنا خلیفہ بنا یا تھا تو میں نے پوچھا، آپ مجھے مدینہ میں کیوں چھوڑ رہے ہیں، آنحضرتؐ نے فرمایا:

تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور میں نے تمہیں اپنا خلیفہ بنایا ہے تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کیلئے تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا؟

انصار و مہاجرین! ہاں ایسا ہی تھا۔

امیر المومنینؑ: ﴿ یا یھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا... ﴾ (سورۂ حج، آیت ۷۷)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو سلمان نے کھڑے ہو کر پوچھا، یا رسولؐ اللہ! اس آیت:

﴿ملة ابیکم ﴾ سے مراد کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا:

اس سے تیرہ افراد مقصود ہیں، سب سے پہلے میں پھر میرا بھائی علیؑ ابن ابیطالب اور پھر ان کی اولاد میں ان لوگوں پر شاہد و ناظر ہوں اور وہ لوگ تم سب پر شاہد و ناظر ہیں، کیا تمہیں اس حدیث کی خبر ہے؟

انصار و مہاجرین! ہاں ایسا ہی ہے جیسا آپ نے فرمایا۔

امیر المومنینؑ: تم جانتے ہو کہ رسولؐ خدا نے سب کے سامنے آخری خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا:

اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو بزرگ اور اہم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک کتاب خدا، دوسرے میری عترت، میرے اہل بیت، تم ان دونوں سے متمسک رہو گے تو گمراہی و ضلالت سے محفوظ رہو گے۔ مجھے خدا نے خبر دیا ہے کہ یہ دونوں اس وقت تک جدا نہیں ہو سکتے جب تک حوض کوثر پر مجھ سے نہ مل جائیں۔

عمر بن خطاب نے اضطراب کی حالت میں کھڑے ہو کر پوچھا تھا:

یارسول اللہ! کیا اس سے آپ کے تمام اہل بیت مراد ہیں؟

فرمایا: نہیں میرا مقصود میرے خلفاء و اوصیاء ہیں، جن میں اول میرے بھائی، میرے خلیفہ اور مومنین کے ولی علیؑ ابن ابیطالب ہیں، ان کے بعد میرے فرزند حسنؑ و حسینؑ اور ان کے بعد حسینؑ کے نو فرزند ہوں گے، وہ سب میرے اوصیاء مخلوق پر گواہ، خدا کی حجت، صاحبان حکمت اور علم پروردگار کے خزانہ دار ہیں، جس نے ان کی اطاعت کی گویا خدا کی اطاعت کی ہے، جس نے ان کی نافرمانی کی گویا خدا کی نافرمانی کی ہے۔

انصار و مہاجرین! ہم سب اس امر کی گواہی دیتے ہیں۔

یہاں تک کہ امیر المومنینؑ نے ایک ایک کر کے اپنے فضائل و مناقب کے بارے میں پوچھا۔

ان لوگوں نے سب کی تصدیق اور گواہی دی۔

پھر فرمایا: کیا تم گواہ ہو کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: اپنے خیال میں جو مجھے دوست رکھتا ہے اور علیؑ کو دشمن رکھتا ہے وہ جھوٹا ہے کیونکہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں، جس نے اسے دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا، جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے خدا سے دشمنی کی ہے۔

حاضرین میں تقریباً بیس افراد نے اس روایت کی بھی تصدیق کی۔

طلحہ ابن عبید اللہ کا اعتراض

طلحہ ایک سیاسی آدمی تھا، اس نے کہا اس روایت کو کیا کیا جائے، جو رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے۔
خدا نبوت، خلافت کو ہم اہل بیت میں جمع نہیں کرے گا، عمر وابوعبیدہ، سالم اور معاذ نے بھی روایت کی شہادت دی، پھر طلحہ نے کہا آپ کی سب باتیں تصدیق شدہ ہیں، آپ کے فضائل وکمالات معلوم ہیں لیکن ان چار افراد نے بھی روایت مذکورہ کی تصدیق کی ہے کہ خلافت خاندان رسولؐ میں نہیں ہوگی۔

امیر المومنینؑ بہت رنجیدہ ہوئے اور اپنے بغل سے صحیفہ نکال کر طلحہ کو دکھایا کہ غدیر خم کے بعد آنحضرتؐ کے چند مخالفین نے اس صحیفہ میں معاہدہ ودستخط کیا تھا کسی طرح بھی علیؑ ابن ابیطالب کو ولایت و خلافت سے روک دیا جائے۔

پھر فرمایا: اس جھوٹی گواہی کے بطلان کی دلیل یہ روایت ہے جو رسولؐ خدا نے غدیر خم میں فرمائی کہ میں تم پر تم سے زیادہ حق رکھتا ہوں، میری طرح علیؑ بھی تمہارے اوپر تم سے زیادہ حق رکھیں گے، یہ روایت قابل قبول ہے کہ نہیں؟

طلحہ! درست ہے۔

امیر المومنینؑ: جب میں لوگوں پر اولویت رکھتا ہوں تو کوئی کیسے میرا حاکم ورئیس بن سکتا ہے اور میں اس کے زیر فرمان رہوں گا، کیا اولویت رکھنا خلافت وحکومت کا ملازمہ نہیں ہے؟

ان تمام شرائط وان تمام باتوں کے ساتھ میرے علاوہ کسی غیر کیلئے اولویت تصور کی جاسکتی ہے؟ دوسرے یہ کہ حدیث منزلت (یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ) قابل تصدیق واعتبار ہے یا نہیں؟ طلحہ! حدیث معتبر ومسلم ہے۔

امیر المومنینؑ: جب ہارون کا مقام سوائے مقام نبوتؐ کے میرے لئے ثابت ہے، تو نبوت کے علاو

تمام معنوی مراتب میری ذات میں موجود ہیں، تو گذشتہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے کہ منصب خلافت وولایت مجھ سے سلب کرلو؟ کیا ہارون کی منزلت کا مفہوم یہی ہے کہ انسان دوسرے کے تحت حکومت اور زیر سلطنت رہے اور بعد رسولؐ ان کے کسی منصب کا حقدار نہ رہے؟

کیا میں تمہاری طرح امتیاز وخصوصیت نہیں رکھتا؟

کیا تم نے پیغمبر اکرمؐ کی یہ حدیث نہیں سنی:

میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم ان سے متمسک رہو گے تو کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے، وہ دو امر کتاب خدا اور میرے اہل بیت ہیں۔ ان پر سبقت نہ کرنا اور اپنے علم کو ان پر تحمیل نہ کرنا، کہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے اور عقل رکھنے والے ہیں؟

طلحہ! ہاں صحیح ہے۔

امیر المومنینؑ: اس حدیث کے مطابق میں دوسروں سے اعلم اور داناتر نہیں ہوں؟ کیا دوسرے لوگ ذمہ دار نہیں ہیں کہ میری طرف متوجہ ہو کر مجھ سے استفادہ کریں؟ کیا لوگوں کو مجھ سے تمسک اور توسل نہیں رکھنا چاہئے؟ اس حدیث کے مطابق کیا میرا فرمان، قرآن وخدا کے مطابق نہیں ہے؟ کیا خدا نہیں فرماتا کہ آیا وہ شخص لائق اطاعت وپیروی ہے جو حق کیطرف رہنمائی کرتا ہے یا وہ جو کہ خود راہ راست پر نہیں چل سکتا، جب تک کہ اس کی ہدایت نہ کردی جائے، پس تم کیسے حکم لگاتے ہو؟

کیا قرآن نے جناب طالوت کے بارے میں نہیں فرمایا: خدا نے تمہارے درمیان سے طالوت کو منتخب کیا ہے اور ظاہر وباطن کے اعتبار سے تم پر ترجیح وبرتری دی ہے اور ان کی روحانی وجسمانی طاقت زیادہ ہے؟

خدا مخالفین کے مقابل اور ان کے سست وبے اساس دعوے کے مقابلہ میں فرماتا ہے:

قرآن سے بہتر کوئی کتاب، کوئی خبر وروایت جس سے علم ویقین کا فائدہ ہو، لے آؤ، اگر تم اپنے قول میں سچے ہو؟

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں: امت اور امتی اپنے امور کی ولایت ورسیدگی کی خاطر کسی کو معین نہیں کر سکتے

جبکہ ان کے درمیان کوئی اعلم وافضل شخص موجود ہو مگر یہ کہ اس امت کے امور انحطاط و متزلزل چھوڑ دیئے جائیں اور ان کے اجتماع اور ان کا اتحاد اور قومیت پارہ پارہ ہو جائے تا کہ وہ اپنے اعمال سے پشیمان ہو کر چلنے والے راستہ سے پلٹ جائیں، گذشتہ روایت میں جھوٹ کی دلیل یہ ہے کہ تم لوگوں نے خود رسول اکرمؐ کے زمانہ میں انھیں کے حکم سے مجھے امیر المومنینؑ اور مولا کے عنوان سے خطاب کرتے تھے۔

دوسرے یہ کہ عمر بن خطاب نے خلافت کے بارے میں مشورہ کرنے والے چھ افراد میں مجھے بھی قرار دیا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو خلافت کیلئے منتخب کرلوں اگر مجھ میں خلافت کی صلاحیت نہ ہوتی تو عمر بن خطاب مجھے اہل شوریٰ میں کیسے قرار دیتے؟

اور اگر شوریٰ کسی دوسرے امر کیلئے تھی تو عثمان کیسے خلافت کا دعویٰ کرتے؟ کیا عثمان کا مقام و منصب اس شوریٰ کی پیداوار نہیں ہے؟ تم لوگوں نے اس دن جعلی روایت سے تمسک کیوں نہیں کیا؟

اے طلحہ! کیا تو خود اہل شوریٰ سے نہیں تھا؟ اس دن یہ روایت کیوں نہیں نقل کیا اور عمر بن خطاب اور دوسروں کو اس بات سے کیوں نہیں آگاہ کیا؟

پھر علیؑ ابن ابیطالب نے عبداللہ ابن عمر کیطرف رخ کر کے فرمایا:

اے عبداللہ! تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جب میں تمہارے باپ کی عیادت سے واپس ہوا تو میرے بارے میں تمہارے باپ نے جو کچھ کہا ہے اسے بیان کرو؟

عبداللہ نے کہا جب آپ ہمارے پاس سے چلے آئے تو انھوں نے کہا اگر تم لوگ قریش کے اس شخص کی بیعت کرتے جس کے سر کے اگلے حصہ میں بال نہیں ہے تو وہی سچے اور سیدھے راستہ کی جانب تمہاری رہنمائی کرتا اور وہی کتاب خدا اور سنت پیغمبر لوگوں میں رائج کرنے والا ہے۔

امیر المومنینؑ: تم نے ان سے کیا کہا؟

عبداللہ! میں نے اپنے باپ سے کہا تو آپ اس منصب خلافت کیلئے ان کو کیوں نہیں معین کرتے اور انھیں جانشین رسول کیوں نہیں بناتے؟

امیرالمومنینؑ: تمہارے باپ نے کیا جواب دیا؟

عبداللہ! ہاں انھوں نے جواب دیا مگر وہ مخصوص گفتگو تھی دوسروں کے سامنے بیان کرنے سے وہ راضی نہیں تھے۔

امیرالمومنینؑ: رسولؐ خدا نے ان سارے واقعات کی مجھے اطلاع دی تھی، تمہارے باپ کے جواب اور دوسری جزئیات سے میں آگاہ ہوں لیکن اس سے زیادہ اس موضوع پر میں تم سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔

حضرت علی علیہ السلام کا اپنا تعارف

تم کو خدا کی قسم! دیتا ہوں، بتاؤ کیا رسولؐ خدا نے ہمیشہ مجھے بزرگ و بلند نہیں رکھا؟ ہم اہل بیت پیغمبر نہیں ہیں؟ میں ہمیشہ ہر جگہ ان کے ہمراہ نہیں رہا؟

کیا خدا نے اپنے رسولؐ کے ساتھ ہمارا ذکر نہیں کیا؟ کیا آیت اولوالامر کے ضمن میں ہماری اطاعت کو واجب و لازم نہیں شمار کیا ہے؟ کیا رسولؐ اسلام ہماری ولایت کو تم تک پہنچانے پر مامور نہ تھے؟ کیا رسول اکرمؐ کے وصی ہونے کا ہم سے زیادہ کوئی سزاوار و لائق ہے؟

تم کو خدا کی قسم! کیا تم کو خبر ہے کہ کفار قریش کے سامنے (سورۂ برأت) پڑھنے کیلئے رسولؐ خدا نے مجھے حکم دیا تھا اور ابوبکر کو اس سے منع کر دیا تھا اور فرمایا کہ میری جانب سے میری باتوں کو وہی پہنچا سکتا ہے جو مجھ سے ہو اور میرے جیسا ہو؟

انصار و مہاجرین! ہاں ایسا ہی ہے۔

امیر المومنینؑ: جو شخص ایسی بات کو رسولؐ خدا کیطرف سے نہیں پہنچا سکتا تو وہ تمام امور میں ان کی جگہ کیسے لے سکتا ہے، اور جانشین و خلیفۂ رسولؐ بن کر تمام قوانین و احکام الٰہی کو کیسے جاری و قائم کر سکتا ہے؟

جسے ایسی ماموریت سے روک دیا گیا ہو وہ آنحضرت کی خلافت و جانشینی کے لائق ہو سکتا ہے یا وہ شخص جسے یہ ذمہ داری دی گئی اور اس کا تعارف اس انداز سے کرایا گیا ہو کہ وہ مجھ سے ہے اور میری طرح ہے؟ کیا تمہیں اطلاع ہے کہ رسولؐ خدا نے میرے بارے میں فرمایا:

تم میرے بھائی ہو، تم میرے وعدوں کو پورا کرنے والے ہو، تم ہی میرے قرضوں کو ادا کرو گے، مجھے لوگوں کے حقوق سے بریٔ الذمہ کرو گے، میری سنت اور احکام خدا کے اجراء کی خاطر مخالفین سے جنگ کرو گے؟ یہ بھی فرمایا:

کوئی میرے قرضوں کو ادا نہیں کرے گا اور لوگوں کے حقوق سے مجھے بری الذمہ نہیں کرے گا مگر (اے علی!) تم ایسا کرو گے۔

انصار و مہاجرین! بالکل صحیح ہے۔

مسجد الحرام میں جناب ابوذر کا رسول خداؐ کی دو حدیث بیان کرنا

سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ میں خانہ خدا میں موجود تھا جناب ابوذر کو خانہ کعبہ کی زنجیر پکڑے ہوئے دیکھا کہ ایک مجمع کے سامنے کھڑے ہو کر فرما رہے تھے:

اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے، اگر نہیں جانتا تو جان لے کہ میں ابوذر جندب ابن جنادہ ہوں، میں نے پیغمبر اسلامؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوحؑ کی ہے، جو اس پر سوار ہوا وہ کامیاب ہوا اور جو اس سے دور ہوا وہ ہلاک ہوا۔ اہل بیت بنی اسرائیل کے باب حطہ کی طرح ہیں کہ بنی اسرائیل میں سے جس نے بھی اس وقت استغفار کیا وہ بخش دیا گیا۔

میں نے رسول اسلامؐ سے سنا کہ میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک ان دونوں سے متمسک رہو گے گمراہ نہیں ہو گے اور وہ دو چیزیں کتاب خدا اور میرے اہلبیت ہیں۔

اے متحیر امت اور وہ گروہ جو اپنے پیغمبرؐ کے بعد گمراہ ہو گئے!

آگاہ ہو جاؤ!!! اگر تم نے اس کو مقدم کیا ہوتا جس کو خدا نے مقدم کیا ہے اور اسے مؤخر کیا ہوتا جسے خدا نے مؤخر کیا ہے اور اگر خلافت و ولایت کو اس جگہ رکھتے جس جگہ خدا نے رکھا ہے تو احکام الٰہی اور فرائض خداوندی کبھی بھی ضایع نہ ہوتے اور اختلاف، نفاق اور دشمنی تمہارے درمیان ظاہر نہ ہوتی۔

جب حضرت ابوذر مدینہ واپس ہوئے تو انھیں عثمان ابن عفان نے بلایا کہ بتاؤ تمہیں کس نے ترغیب دی تھی کہ خانہ کعبہ میں مختلف لوگوں کے سامنے تقریر کرو؟ اور کس سبب سے تم نے یہ کام کیا؟

جناب ابوذر نے کہا مجھے اس عمل کا حکم رسول خداؐ نے دیا تھا۔

عثمان! اس کا کوئی گواہ ہے۔ وہاں حضرت امیر المومنینؑ اور جناب مقداد حاضر تھے، دونوں نے گواہی دی اور پھر وہاں سے چلے گئے۔

علی ابن ابیطالبؑ کا عثمان سے احتجاج

ایک روز عثمان نے امیر المومنینؑ سے کہا کہ اگر آپ مجھ سے بدنیتی اور بدسلوکی کرتے ہیں تو یہ آسان ہے کیونکہ آپ نے مجھ سے اور اپنے سے بہتر لوگوں کے ساتھ یہی کیا ہے۔

امیر المومنینؑ! وہ کون ہیں جو مجھ سے بہتر تھے؟

عثمان!!!! ابوبکر وعمر۔

امیر المومنینؑ: تو جھوٹا ہے میں تم سے اور ابوبکر وعمر سے افضل وبرتر اور بہتر ہوں۔ جب تم اسلام نہ لائے تھے اور خدا پرست نہیں تھے، میں خدائے جہان کی پرستش وعبادت کر رہا تھا اور تم لوگوں کے چلے جانے کے بعد بھی اس کی عبادت کروں گا اور وہ دن تمہارے اعمال وافعال کے حساب وکتاب کے دن ہوں گے۔

ایک شخص کا حضرت علیؑ کے مقابلہ میں فخر ومباہات

سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ سلمان، ومقداد، اور ابوذر نے مجھ سے نقل کیا کہ ایک شخص نے حضرت علیؑ کے مقابلہ میں اپنی برتری وبلندی کا اظہار کیا، جب رسول اسلام کو خبر ہوئی تو علیؑ ابن ابیطالب سے فرمایا: تم سارے عرب پر فخر ومباہات کرو کہ چچازاد بھائی کے لحاظ سے تم سب سے بزرگ ہو، داماد کے اعتبار سے سب سے بہتر ہو کیونکہ تم رسولؐ اسلام کے چچازاد بھائی اور داماد ہو، زوجیت کے لحاظ سے تم سے بہتر کوئی نہیں کیونکہ تمہاری زوجہ فاطمہؑ دختر پیغمبرؐ ہیں، فرزندوں کے لحاظ سے کہ حسنؑ وحسینؑ ہیں، تمام مخلوق سے افضل ہو۔ آپ کے بھائی جعفر طیار، اس لحاظ سے بھی سب سے بلند ہیں، آپ کے عمو محترم حضرت حمزہ سید الشہداء ہیں، اس لحاظ سے بھی سب سے بہتر ہو، تم حلم وصبر میں، برتری رکھتے ہو، تمہارا علم دوسروں سے بہت زیادہ ہے، تم سب سے پہلے اسلام لائے، تم دوسروں سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرنے والے ہو، میری سنت کا علم واحاطہ سب سے زیادہ تم کو ہے اور ایسے ہی تمہارا جود اور تمہاری سخاوت، تمہارا زہد وتقویٰ سب سے زیادہ روشن ہے۔

دین کی سعی وکوشش اور احکام اسلامی کے لحاظ سے تم ثابت قدم ہو، تمہاری عادت اور تمہارے اخلاق سب سے بہتر، تمہاری زبان سب سے زیادہ سچی اور خدا کے نزدیک تم سب سے زیادہ محبوب ہو، شجاعت ودلیری میں تم سب سے آگے ہو، تم میرے بعد تیس سال زندہ رہوگے، اس زمانہ میں خدا کی عبادت کرتے ہوئے قریش کے ظلم وستم پر صبر وتحمل کروگے، پھر راہ خدا میں جہاد کروگے، تم تاویل قرآن کیلئے مخالفین سے ایسے جنگ کروگے جیسے میں نے اصل قرآن کے بارے میں جنگ کی، پھر تم شہید ہوگے اور شگافتہ سر کے خون سے تمہاری داڑھی خضاب آلود ہو جائے گی، تمہارا قاتل غضب خدا اور حق سے دوری کے لحاظ سے اس شخص کی طرح ہے جس نے ناقہ صالحؑ کو ذبح کیا تھا۔

امیرالمومنینؑ صدیق وفاروق ہیں!

سلیمؒ ابن قیس کہتے ہیں کہ سلمان، وابوذر، ومقداد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آ کر تقاضا کیا کہ اے سلمان! خیر وسعادت کی جانب میری رہنمائی کیجئے۔

سلمان فارسی: میں تم کو کتاب خدا کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ہر حال میں آسمانی کتاب قرآن مجید کے ہمراہ رہنا، زندگی کے امور وآداب اور علوم وعقائد ومعارف کا اسی سے استفادہ کرنا اور تجھے وصیت کرتا ہوں کہ علیؑ ابن ابیطالب، قرآن کا لازمہ اور حق وباطل کا معیار ہیں۔

ہاں! علیؑ ابن ابیطالب ہی صدیق ہیں، ان کی تمام رفتار وگفتار اور کردار صحیح اور سچ ہیں، علی ہی فاروق ہیں یہی حق اور باطل کے درمیان فرق کرکے حق وحقیقت کو باطل سے جدا کرنے والے ہیں، وہ ہمیشہ حق کے ساتھ ہیں وہ حق کے ساتھ گردش کرتے ہیں۔

مردمومن نے کہا!! لوگ ابوبکر کو صدیق اور عمر کو فاروق کا لقب دیتے ہیں، کیا یہ دونوں لقب ان دونوں کے نہیں ہیں؟

سلمان فارسی! لوگوں نے حضرت علیؑ کے ان دو القاب اور ان کے اوصاف کو دوسروں سے منسوب کردیئے، جیسے خلافت وامارت اور ان کے حق کو غصب اور اس پر تصرف کرلیا۔

ہم رسولؐ کے زمانہ میں ان کیطرف سے ذمہ دار تھے کہ حضرت علی کو امیرالمومنین کے لقب سے پکاریں اور اسی عنوان سے انھیں مخاطب کرتے تھے، لیکن آنحضرتؐ کی وفات کے بعد یہ لقب وعنوان بطور حرص وطمع دوسروں سے منسوب کردیا گیا۔

فضائل امام علیؑ کے اثبات کا احتجاج

سلیم ابن قیس کہتے ہیں: ایک شخص حضرت علیؑ کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے تقاضا کیا کہ اپنے کچھ فضائل و مناقب بیان فرمائیں؟

امیر المومنینؑ: میرے فضائل وہ آیتیں ہیں جو قرآن مجید میں میری شان کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔

مرد مسلمان! وہ کیا ہیں جو آپ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں؟

امیر المومنینؑ: نے ایک ایک کر کے اپنے بارے میں نازل شدہ آیات کو بیان کیا ان میں سے ایک

﴿ افمن کان علی بینة من ربه... ﴾ (سورۂ ہود آیت، ۱۷) ترجمہ:

آیا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی جانب سے دلیل و برہان رکھتا ہے، اسکے بعد از خود یا از جانب پروردگار کوئی شاہد و گواہ لائے، بہتر ہے

یا وہ لوگ جو خدا کی آیات کے منکر ہیں؟

پھر فرمایا: میں وہی گواہ ہوں جو رسول اکرمؐ کے بعد آیا اور میں رسول خدا سے ہوں۔

پھر ﴿ویقول الذین کفروا لست مرسلا قل کفی بالله شهیدا... ﴾ (سورۂ رعد، آیت، ۴۳) کی تلاوت کی، جس کا ترجمہ:

اے رسول! کافرین کہتے ہیں کہ تم خدا کیطرف سے بھیجے ہوئے نہیں ہو تو کہدو! تمہارے درمیان خدا بہترین گواہ و ناظر ہے، اسی طرح وہ لوگ شاہد ہیں جن کے پاس قرآن کے علوم ہیں۔

پھر فرمایا: میں وہی شخص ہوں جس کے پاس علم قرآن ہے ﴿ إنّما ولیّکم الله ورسوله والذین آمنوا الّذین یقیمون الصّلاة ویؤتون الزّکاة وهم راکعون ﴾ (سورۂ مائدہ آیت، ۵۵)

ترجمہ: تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسولؐ اور وہ لوگ جو ایمان لائے، نماز قائم کرتے ہیں اور حالت

رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔

(سورۂ نساء آیت، ۵۹)

ترجمہ: تم اللہ کی اطاعت کرو، رسولؐ کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے صاحب امر ہیں۔

امیر المومنینؑ: پھر فرمایا وہ صاحب امر میں ہی ہوں۔

مرد مسلمان! تقاضا کرتا ہوں کہ وہ فضائل بیان کیجئے جو رسولؐ اسلام نے آپ کے بارے میں فرمایا ہے؟

امیر المومنینؑ: ایک فضیلت یہ ہے کہ رسولؐ خدا نے روز غدیر مجھے ولایت کے منصب پر منسوب کیا۔ پھر حدیث منزلت میں آنحضرتؐ نے مجھے ہارون کیطرح اپنی جانب نسبت دی۔

حدیث: میں ان کے ساتھ سفر میں تھا حضرت عائشہ اور میرے علاوہ آنحضرتؐ کے ساتھ تیسرا کوئی نہ تھا اور تین افراد کیلئے صرف ایک ہی لحاف تھا رسولؐ اسلام میرے اور عائشہ کے درمیان لیٹ گئے، جب وہ عبادت و نماز شب کیلئے اٹھے تو اپنی انگشت مبارک سے لحاف کو فرش زمین میں دھنسا دیا، مجھے رات بھر اتنا شدید بخار تھا کہ میں سو نہیں سکا، میری وجہ سے رسولؐ خدا بھی رات بھر نہ سوئے اور صبح تک میرے اور اپنی جانماز کے درمیان جاگتے رہے، کبھی نماز پڑھتے، کبھی میری احوال پرسی کرتے اور میری طرف متوجہ رہتے، جب صبح ہوئی تو آپ نے نماز پڑھکر دعا کی پروردگارا! علیؑ کو شفاء عافیت عنایت فرما، پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے علیؑ تجھے بشارت ہو میں نے کہا آپ کو بھی خیر کی بشارت ہو اور خدا مجھے آپ پر قربان کرے رسولؐ نے فرمایا:

کل شب خداوند عالم سے جو کچھ اپنے لئے مانگا وہ تمہارے لئے بھی مانگا اور جو کچھ میں نے خدا سے سوال کیا سب کچھ اس نے قبول کر لیا۔

میں نے خدا سے درخواست کیا کہ وہ تم کو میرا بھائی بنائے، قبول ہوا، مجھے مومنین کا ولی و سرپرست قرار دے، وہ بھی قبول ہو گیا۔

امیر المومنینؑ کا ناکثین کے ساتھ احتجاج

(بیعت توڑ کر جنگ جمل میں حصہ لینے والے)

خداوند عالم نے تمام انسانوں کو خلق کرنے کے بعد انھیں میں سے کچھ کو اپنا رسولؐ اور سفیر منتخب کیا اور لوگوں کی ہدایت وسعادت انھیں سفیروں اور رسولوں کے ذریعہ کتاب قانون واحکام نازل کی اور ان کتابوں میں اپنے بندوں کی ذمہ داریوں اور فریضوں کو واضح وروشن کیا۔

خدا اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان کے حکم وفرمان جاری کرنے کے سزاوار ولائق ہیں اور درحقیقت ان کا فرمان رسول اکرمؐ کا فرمان ہے اگر تم تعصب وعناد نہ کرو تو یہ جملہ ،،اولوالامر،، ہم اہل بیت کے بارے میں نازل ہوا ہے اور یہ عنوان ہمارے لئے مخصوص ہے۔

تم نے ہماری مخالفت کی، ہم سے روگردان ہوئے، ہماری بیعت کو توڑا، ہمارے حق کا انکار کیا، خدا کے عہد وپیمان کے خلاف قدم اٹھایا اور اس طریقہ سے تم نے اپنے کو نقصان پہنچایا۔

کیا تم خدا کے اس فرمان کو فراموش کر گئے؟

(سورۂ نساء، آیت ۸۳) جب امن وخوف کا کوئی امر ان کو سنائی دیتا ہے تو وہ اس کو بغیر کسی تحقیق وتفکر کے پھیلا دیتے ہیں اگر اس موقعہ پر وہ سکوت وتوقف اختیار کریں اور امر اختلافی کو رسولؐ خدا اور اولوالامر پر چھوڑ دیں، تو وہ ان کی حقیقت سمجھ لیں گے اور اس کی عاقبت کو بھی جان لیں گے۔ اس آیت میں بھی اولوالامر سے مراد ہم ہی ہیں، خدا نے حکم دیا ہے کہ جو امور اور حوادثات واضح نہیں ہیں ہماری طرف رجوع کریں، اگر تم نے خدا اور رسولؐ کے عہد ودستور پر عمل نہیں کیا تو اپنی بدرفتاری کی سزا ضرور پاؤ گے، جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ اپنے وعدوں کو پورا کرو میں اپنے عہد کو پورا کروں گا اور میرے عذاب وغضب سے بچے

رہو۔

ہم اہل کتاب واہل حکمت ہیں ،ہم آل ابراہیم ہیں ،خدا نے ہمیں فضیلت و برتری دی ہے اور دوسرے ہمارے بارے میں حسد کے مرتکب ہوئے ہیں۔خدا فرماتا ہے:(سورۂ نساء آیت ۵۴)

بلکہ وہ لوگ رسولؐ اوران کے اہل بیت سے خدا کی عطا کی ہوئی فضیلت سے حسد کرتے ہیں اور ہم نے آل ابراہیم کو کتاب وشریعت ،حکمت وحقیقت اور حکومت وعظمت دی ہے پس بعض لوگ ایمان لائے بعض نے انکار کیاان لوگوں کیلئے آتش دوزخ کافی ہے۔

ہم آل ابراہیم ہیں اورہم سے حسد کیا جارہا ہے جیسے ہمارے آباء واجداد سے حسد کیا گیا،سب سے پہلے جس سے حسد کیا گیا،وہ جناب آدمؑ تھے کہ وقت سجدہ ان سے ابلیس نے حسد کیا اور خدا کی بارگاہ سے نکال دیا گیا،اس کے بعدان کے بیٹے ہابیل سے حسد کیا کہ اپنے باپ کی محبت وانسیت کے سبب ان کے بھائی قابیل نے ان سے حسد کیا، پھر وہ اس کے ہاتھوں قتل ہوئے اور قابیل ہمیشہ کیلئے عذاب ابدی میں گرفتار ہوگیا، پھر جناب نوح اپنی قوم کے حسد کا شکار ہوئے انھوں نے ان کے بارے میں فرمایا: نوحؑ تمہاری طرح بشر ہیں تم پران کوکوئی برتری وامتیاز نہیں، وہ اس لائق نہیں کہ تم ان کی اطاعت وپیروی کرو۔

لوگ اس سے غافل ہیں کہ برتری اور فضیلت خداوند متعال کیجانب سے ہونی چاہئے کسی شخص کے مقام ومرتبہ کا انتخاب اور اختیار خدا کو ہونا چاہئے، ان لوگوں نے کھلم کھلا دھوکا کھایا ہے اور روحانی فضائل و مقامات سے بے خبر ہیں۔خدا جسے چاہے منتخب کرتا ہے اور جسے چاہے اپنی رحمت وعنایت سے مخصوص کرکے علم ومعرفت،حکمت وروحانیت عطا کرتا ہے۔یہ اختیارات لوگوں کونہیں ہیں۔

ہم پیغمبرؐ اسلام کے اہل بیت ہیں، ہم کو خدا نے ہر طرح کی رجس وکثافت سے دور رکھا ہے، ہم حضرت ابراہیم کے سب سے زیادہ نزدیک ہیں۔

خدا فرماتا ہے: ابراہیمؑ کے سب سے قریبی لوگ وہ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی بھی جو تمہارے درمیان ہے چونکہ ہم پیغمبرؐ اوران کے خاندان کے نزدیک تر ہیں، اس لئے ابراہیم سے بھی

نزدیکترین ہیں۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ صاحبان رحم اور اہل خاندان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک اور اولیٰ ہیں۔

پس رسول خداؐ کے سب سے خاص قرابتدار ہم ہیں اور ابراہیم خلیلؑ کے بھی نزدیکترین ارحام میں سے ہیں، بیت اللہ یا بیت ابراہیم کعبہ کے وارث ہم ہیں۔

اے لوگو! میں تمہیں خدائے جہان اور اس کی اطاعت اس کے رسولؐ کی اطاعت، ولی امر کی اطاعت اور وصی رسول اکرمؐ کی اطاعت کی دعوت دیتا ہوں۔ میری دعوت کو قبول کرو اور آل ابراہیم کی پیروی کرو، امت کے اختلاف وتفرقہ کے اسباب فراہم نہ کرو اور خدا کے سخت عذاب، شدید غضب سے بچے رہو۔

طلحہ وزبیر سے امیر المومنینؑ کا احتجاج

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں امیر المومنینؑ کی خدمت مبارک میں حاضر تھا کہ طلحہ ابن عبید اللہ اور زبیر ابن عوام آپ کے پاس شرفیاب ہوئے اور حج وعمرہ کی اجازت طلب کی۔

آپ نے اجازت نہیں دی فرمایا: تم نے تازہ تازہ حج وعمرہ انجام دیا ہے، طلحہ نے اپنے مقصد پر اصرار کیا، امامؑ نے اصرار کی وجہ سے اجازت دی۔ دونوں باہر نکلے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: خدا کی قسم ان کا عمرہ کا کوئی ارادہ نہیں ہے، میں نے کہا تو آپ نے اجازت کیوں دی؟

امیر المومنینؑ نے ان کو واپس بلا کر فرمایا: خدا کی قسم! تم لوگ عمرہ کی نیت نہیں رکھتے، تمہارا مقصد بیعت اور عہد و پیمان کو توڑنا ہے، تم اختلاف پیدا کر کے امت کی وحدت واجتماع کو ختم کرنا چاہتے ہو، طلحہ وزبیر نے قسم یاد کی! سوائے عمرہ کے ہمارا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

امیر المومنینؑ نے اجازت دیدی، ان کے باہر جانے کے بعد پھر فرمایا:

ان کا عمرہ کا قصد ہرگز نہیں ہے۔

میں نے کہا پھر آپ نے اجازت کیوں دی؟ آپ نے فرمایا:

کیسے اجازت نہ دوں، انھوں نے نام خدا کی قسم کھائی۔

طلحہ وزبیر مدینہ سے کوچ کر کے مکہ میں داخل ہوئے۔ دونوں نے عائشہ کو اتنا سمجھایا کہ وہ ان کے ہمراہ ہوگئیں اور امیر المومنینؑ کی بیعت توڑنے کیلئے سب بصرہ کیجانب چل پڑے۔

حضرت علی ابن ابیطالب کا خطبہ

روایت کی گئی ہے جب امیر المومنینؑ کو طلحہ وزبیر کے عائشہ سے ملنے کی خبر لگی تو آپ نے لوگوں کے سامنے خدا کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

خدا نے رسول اکرمؐ کو لوگوں کی ہدایت کیلئے مبعوث کیا اور ان کے وجود کو دنیا والوں پر نزول رحمت کا وسیلہ قرار دیا، انھوں نے اپنی ذمہ داری لوگوں تک روشن انفاظ میں پہنچائی اور خدائی احکام اہل دنیا کو بتایا، رسولؐ نے لوگوں کے اختلافات دور کر کے انھیں ایک دوسرے سے ملا دیا۔

انھوں نے راستوں کو محفوظ و مامون بنایا، ایک دوسرے کا خون بہانے سے منع کیا، حسد و کینہ، بغض وعداوت سے لبریز دلوں کو نزدیک ومہربان بنادیا، آنحضرتؐ نے رسالت کی ذمہ داریوں کو انجام دینے اور مقاصد نبوت کے پورا کرنے میں معمولی سی بھی کوتاہی اور غلطی نہیں کی۔

افسوس افسوس! ان کی رحلت کے بعد جو کچھ ہونا تھا ہو گیا، لوگوں نے حصول منصب وحکومت کی خاطر اختلاف شروع کردیا اپنے باطنی کینہ وحسد اور عداوت کو ظاہر کر دیا، پھر ابوبکر مقام خلافت وحکومت پر بیٹھ گئے ان کے بعد عمر بن خطاب پھر عثمان بن عفان نے حکومت پائی۔

جب عثمان اور لوگوں کا اختلاف سامنے آیا نتیجہ میں عثمان قتل ہو گئے تو تم سب نے مل کر میری بیعت کرنے کا تقاضا کیا اور میں نے انکار کیا، تم لوگوں نے کہا آپ ہماری بیعت قبول کریں اور میں نے قبول نہیں کیا۔

تمہارے اصرار میں اضافہ ہوتا رہا اور میں اپنے ہاتھوں کو سمیٹتا رہا، یہاں تک کہ تم لوگ ہر طرف سے میرے اوپر ایسے ٹوٹ پڑے اور مجھے گھیر لیا جیسے پیاسے اونٹ پانی کے حوض پر ٹوٹتے ہیں ایسا لگا کہ تم لوگ مجھے قتل کردو گے اور کچھ تمہارے پیروں کے تلے دب کر مر جائیں گے، مجبوراً میں نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا تو تم

سب نے میرا ہاتھ پکڑ کر میری بیعت کی۔

سب سے پہلے اپنے مکمل اختیار اور شعور وادراک کے ساتھ جس نے میری بیعت کی وہ طلحہ ابن عبید اللہ اور زبیر ابن عوام تھے لیکن نہایت افسوس کہ جو لوگ سب سے پہلے بیعت توڑ رہے ہیں وہی طلحہ وزبیر ہیں۔

ان دونوں نے مجھ سے عمرہ کی اجازت طلب کی تو میں نے احتیاط کی بنا پر ان سے تجدید بیعت لی اور انھوں نے قسم بھی کھائی کہ میرے بارے میں غلط رائے اور سوء قصد نہیں رکھتے۔

کتنی حیرت، وافسوس کی بات ہے کہ انھوں نے ابوبکر وعمر کی بیعت کو وفا کیا اور میری مخالفت کر رہے ہیں جب کہ میں ان دونوں سے کمتر وکمزور نہیں ہوں۔

مجھے کہنا چاہئے، پروردگارا! اس مخالفت، مکر وحیلہ کے عوض ان پر اپنا غضب نازل کرے اور مجھے ان پر کامیابی وتسلط عنایت فرمائے۔

یہ لوگ اسی کے سزاوار ہیں، یہ لوگ خاندان رسالت اور ذریت نبوت سے نہیں ہیں، یہ سب میرے حق خلافت کو برداشت نہیں کر سکے اور کم از کم ایک سال یا ایک مہینہ بھی صبر نہیں کر سکے، انھوں نے امت کے اختلاف وانتشار کا کوئی خیال نہیں کیا اور مسلمانوں کے گروہ کو منتشر ومتفرق کر دیا۔

طلحہ وزبیر سے امیرالمومنینؑ کا گفتگو

سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ روز جمل جب امیرالمومنینؑ اہل بصرہ کے سامنے آئے تو زبیر ابن عوام کو اپنے پاس بلایا۔ زبیر طلحہ کے ساتھ حضرت علیؑ کے سامنے آئے تو حضرتؑ نے فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرمؐ کی زبانی اہل جمل ملعون ہیں؟

اس بات کو تمام صاحبان روایت ودانش اور خود دختر ابوبکر عائشہ بھی جانتی ہیں۔

زبیر وطلحہ!! ہم کیسے ملعون ہو سکتے ہیں، جب کہ ہم اہل بہشت سے ہیں۔

امیرالمومنینؑ! اگر تم اہل بہشت سے ہوتے تو میں تمہاری ہرگز مخالفت نہ کرتا اور تمہارے ساتھ جنگ نہ کرتا۔

زبیر! کیا آپ نے سعید ابن زید کی حدیث نہیں سنی کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا:

قریش کے دس افراد بہشت سے ہوں گے؟

امیرالمومنینؑ! ہاں سعید نے اس حدیث کو خلافت عثمان کے دور میں بیان کیا۔

زبیر! کیا سعید نے رسولؐ خدا پر دروغ وافتراء کیا ہے؟

امیرالمومنینؑ! ان دس کو شمار کرو۔

زبیر! ابوبکر، عمر، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن ابن عوف، سعد ابن ابی وقاص، ابوعبیدہ جراح، سعید ابن زید۔

امیرالمومنینؑ! یہ نونفر ہوئے دسواں کون ہے؟ زبیر! دسویں آپ ہیں۔

امیرالمومنینؑ: اس صورت میں تم اقرار کرتے ہو کہ میں اہل جنت سے ہوں لیکن میں تمہارے بارے میں گواہی نہیں دیتا، تمہاری اس حدیث کا انکار کرتا ہوں اور تمہارے جنتی ہونے کی مخالفت کرتا ہوں۔

زبیر: آپ کہنا چاہتے ہیں کہ سعید نے رسول اکرمؐ کے اوپر جھوٹا الزام لگایا ہے؟

امیر المومنینؑ: مجھے اس بارے میں ظن وگمان نہیں بلکہ بخدا قسم اس کے جھوٹے کا یقین اور علم ہے۔ نامبردہ افراد میں سے بعض کو میں پہچانتا ہوں کہ قیامت کے روز ان کو ایک تابوت میں رکھا جائے گا اور دوزخ میں سب سے نیچے طبقہ کے گہرے کنویں میں ڈال دیا جائے گا اس کنویں کے اوپر ایک پتھر ہے کہ جب دوزخ کی آگ شعلہ ور کرنا چاہتے ہیں تو اس پتھر کو کنارے کر دیتے ہیں اور اس کنویں کی شدت حرارت سے دوزخ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

یہ حدیث میں نے رسولؐ خدا سے سنی ہے اگر جھوٹ بولوں تو خدا مجھے تم پر غالب وکامیاب نہ کرے، میرا خون تمہارے ہاتھوں بہائے، اگر صحیح کہہ رہا ہوں تو خدا مجھے فتح ونصرت عطا کرے اور جلد از جلد تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی ارواح دوزخ سے نزدیک کر دے۔

زبیر روتا ہوا اپنے لشکر کی جانب واپس ہو گیا۔

زبیر ابن عوام سے امیر المومنینؑ کی گفتگو

نصر ابن مزاحم کہتے ہیں کہ جنگ جمل میں جب طلحہ قتل ہوگیا تو جناب امیر رسول خداؐ کے چتکبرہ خچر پر سوار ہوکر دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور زبیر کو بلایا، زبیر گھوڑے پر سوار حضرت علیؑ کی طرف آیا اور حضرت علیؑ کے اتنا قریب ہوا کہ زبیر کے گھوڑے اور حضرت علیؑ کے خچر کی گردنیں ایک دوسرے سے مل گئیں۔

امیر المومنینؑ: تجھے خدا کی قسم کیا تم نے رسولؐ خدا کو کہتے نہیں سنا کہ تم علیؑ سے جنگ کرو گے درانحالیکہ تم ان پر ظلم کرنے والے ہوگے؟

زبیر: ہاں صحیح ہے، امیر المومنینؑ! تو پھر اس میدان میں کیوں آئے؟

زبیر: اس لئے آیا کہ لوگوں کی اصلاح کروں، پھر زبیر امیر المومنینؑ کے پاس سے واپس ہوگیا اور کہہ رہا تھا کہ جو امور عاقبت خراب اور برے نتائج رکھتے ہوں، خواہ مادی زندگی خواہ آخرت کے ہر لحاظ سے اسے ترک کر دینا بہتر اور پسندیدہ ہے، اس وقت علیؑ نے مجھے وہ حدیث یاد دلائی جس نے میرے دل کی گہرائیوں میں اثر کیا اور میرے دل کی حالت بدل گئی، میں آج کی ملامت اور ذلت کو سخت جلانے والی آگ پر ترجیح دیتا ہوں اور اپنے تنہا یار و مددگار طلحہ کی موت پر نہایت افسوس کرتا ہوں۔

زبیر پلٹ کر عائشہ کے پاس آیا اور کہا حقیقت امر یہ ہے کہ یہ واقعہ میرے لئے اچھی طرح واضح و روشن نہ تھا اور مجھے کامل بصیرت نہ تھی اسی وجہ سے میں نے عزم مصمم کرلیا ہے کہ اس معرکہ سے واپس ہوجاؤں۔

عائشہ! اے زبیر کیا ابوطالب کے بیٹے کی تلوار سے بھاگ رہے ہو؟

زبیر! بخدا قسم! وہ بڑے تیز اور بہادر جوانوں کے ساتھ ہیں۔

پھر میدانِ جنگ سے نکل کر مدینہ کی جانب چل پڑا، یہاں تک کہ وادی السباع میں پہنچا، قبیلہ بنی تمیم اس وادی میں موجود تھے، احنف ابن قیس اپنے لوگوں سے دور ہو کر زندگی گزار رہا تھا اور اسے زبیر کی واپسی کی خبر ہوئی تو کہا میں اس آدمی کے ساتھ کیا کروں، جس نے دو عظیم لشکر کو ایک دوسرے سے لڑا دیا اور خود خونریزی، قتل و غارت کے بعد اپنے وطن واپس ہو رہا ہے۔

ابن جرموز کو خبر ملی اسے بھی بہت غصہ آیا اور دو آدمیوں کے ساتھ اس کے پیچھے چل پڑا۔

زبیر کے ساتھ دو آدمی تھے ایک غلام اور دوسرا شخص جو کہ راستہ میں ساتھ ہو لیا تھا جب زبیر کے دونوں آدمیوں کو ابن جرموز اور اس کے ساتھیوں کے سوء قصد کا علم ہوا تو بڑی تیزی سے زبیر کو تنہا چھوڑ کر آگے نکل گئے، زبیر نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی، کیا ہم تین آدمی نہیں ہیں تم کیوں ڈرتے ہو؟ اس کے بعد جب ابن جرموز اس کے قریب آیا تو زبیر نے کہا تم مجھ سے دور ہٹ جاؤ۔

ابن جرموز! میں تم سے چند باتیں پوچھنے آیا ہوں؟

زبیر: پوچھو۔ ابن جرموز! لوگوں کا معاملہ کہاں تک پہنچا؟

زبیر: میرے چلتے وقت لوگ ایک دوسرے پر حملہ آور تھے اور خون بہانے پر سبقت کر رہے تھے۔

ابن جرموز! کچھ اور پوچھنا چاہتا ہوں؟ زبیر! پوچھو۔

ابن جرموز۔ بتاؤ تم نے عثمان کی مخالفت کر کے اسے کیوں چھوڑ دیا تھا؟

امام علیؑ کی بیعت کس لئے کی؟ پھر ان کی بیعت کیوں توڑی؟ عائشہ کو گھر سے باہر کیوں لائے؟ اپنے بیٹے کے پیچھے نماز جماعت کیلئے کیوں کھڑے ہوئے، اس معرکہ جنگ کو کیوں برپا کیا؟ اور جنگ چھوڑ کر گھر کیوں جا رہے ہو؟

زبیر: عثمان کی مخالفت ایک خطا تھی جو مجھ سے ہوئی جس سے میں نے توبہ کر لی۔ ہاں امام علیؑ کی بیعت! چونکہ تمام مہاجرین و انصار نے بیعت کر لی تھی میرے پاس بیعت کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا البتہ علیؑ کی بیعت شکنی، دل سے بیعت نہیں کی تھی، صرف ہاتھ سے کی تھی، عائشہ کے باہر لانے کا مقصد، ہم نے

ایک نقشہ و پروگرام مرتب کیا تھا لیکن خدا نے اسے جاری نہ ہونے دیا اور اس کی مشیت ہمارے خلاف نکلی۔ بیٹے کے پیچھے نماز پڑھنے کا مسئلہ، چونکہ ام المومنین نے اسے مقدم کیا تھا۔

ابن جرموز نے جب یہ باتیں سنیں تو اس سے دور ہو کر خود سے کہا! خدا مجھے قتل کرے اگر میں تجھے قتل نہ کروں۔

روایت ہے کہ جب زبیر قتل ہو گیا اور اس کے سر اور شمشیر کو امیر المومنینؑ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے اس کی تلوار بلند کر کے فرمایا:

بسا اوقات اس تلوار سے رسول اکرمؐ کے ساتھ جہاد کیا گیا اور آنحضرتؐ کے درد و غم کو دور کیا گیا لیکن افسوس کا مقام ہے کہ بدقسمتی سے اس کا آخری انجام ہلاکت و بدبختی ہوا۔

روایت ہے کہ جب امیر المومنینؑ طلحہ کی لاش کے نزدیک ہوئے اور اسے بلند کر کے لوگوں کو دکھایا اور طلحہ کو خطاب کر کے فرمایا: تم رسولؐ خدا کی بارگاہ میں نیک و خوب تھے مگر افسوس شیطان نے تمہارے دماغ میں گھر بنالیا اور اپنی کوشش سے تم کو داخل دوزخ کر دیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب امام علیؑ طلحہ کے جنازہ سے گزرے تو اس وقت فرمایا:

یہ وہ شخص ہے جس نے میری بیعت توڑی اور ملت اسلامیہ میں فتنہ وفساد پیدا کیا، میرے خلاف لوگوں کے دلوں میں ہیجان پیدا کیا، لوگوں کو میرے اور میرے گھر والوں کے قتل کی دعوت دی، پھر اسے بٹھانے کا حکم دیا اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے طلحہ ابن عبید اللہ! میرے خدا نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا وہ میں نے پالیا۔ کیا تم نے بھی اپنے خدا کے وعدوں کو سچا اور صحیح دیکھا؟ پھر اسے لٹانے کا حکم دیا جنازہ کے پاس سے دور ہو گئے ان کے ایک دوست نے پوچھا آپ طلحہ کے جنازہ سے کیسے بات کر رہے تھے اور اسے کیونکر مخاطب کیا؟

امیر المومنینؑ: خدا کی قسم! طلحہ نے میری باتیں سنیں جیسے کہ جنگ بدر کے کفار مکہ نے کنویں میں ڈالے جاتے وقت بدر کے دن رسولؐ خدا کی باتوں کو سنا تھا۔

ایسے ہی امیرالمومنینؑ جب بصرہ کے قاضی کعب ابن سور کے جنازہ پر پہنچے تو فرمایا:

یہ وہی ہے جس نے اپنے گلے میں قرآن لٹکایا اور اپنے خیال میں عائشہ کی حمایت وطرفداری کی، لوگوں کو حقایق واحکام قرآن کی دعوت دی درانحالیکہ وہ خود اس کے حقایق ومعانی سے جاہل تھا، اس شخص نے میرے خلاف میرے قتل پر لوگوں کو برانگیختہ کیا اور میرے قتل ہونے کی دعا کر رہا تھا خدا نے اسی کو ہلاک کیا۔

روایت کی گئی ہے کہ مروان ابن حکم کے تیر سے طلحہ قتل ہوا کیونکہ وہ بصرہ کے لشکر میں تھا لیکن تیر دونوں طرف چلاتا اور کہتا جدھر کا بھی مارا جائے ہمارے فائدہ میں ہے کیونکہ مروان دونوں کو پسند نہیں کرتا تھا اور براجانتا تھا کیونکہ وہ ضعیف الایمان تھا۔

جنگ جمل و عائشہ

روایت ہے کہ روز جمل عائشہ جس اونٹ پر سوار تھیں اس کا نام عسکر تھا، اس دن اس سے بہت سے عجائبات دیکھے گئے، ان میں سے ایک یہ تھا کہ جب اس کا ایک پیر کاٹ کر جدا کر دیا گیا تو دوسرے پیر پر برابر کھڑا رہا، یہاں تک کہ امیر المومنینؑ نے لوگوں سے کہا اس اونٹ کو ذبح کر دو کیونکہ یہ شیطان ہے۔ محمد ابن ابی بکر اور عمار یاسر نے اس کے اعضاء کو کاٹ ڈالا۔

روایت ہے کہ جنگ کے بعد جناب عمارؔ نے عائشہ سے کہا راہ حق میں اپنے بیٹوں کی شمشیر زنی کو کیسا پایا؟ عائشہ نے کہا:

تمہارا یہ خیال اور تمہاری توجہ غلبہ و کامیابی پانے کے بعد ہوئی کہ اپنے خیال میں تم حق پر ہو؟

عمارؔ نے کہا: میرا خیال اس سے بالا تر ہے، خدا کی قسم! اگر آپ غالب ہوتیں اور ہم یمن کے نخلستانوں تک پیچھے ہٹ جاتے پھر بھی اپنے علم و یقین پر باقی اور ثابت قدم رہتے اور ہر صورت میں معتقد ہیں کہ آپ کا سفر باطل پر ہے اور ہم حق پر ہیں۔

عائشہ نے کہا یہ صرف تمہارا ایک خیال ہے اور تم نے صرف علیؑ کی خوشنودی کیلئے اپنے دین کو چھوڑ دیا ہے۔

امام باقرؑ سے روایت ہے کہ روز جمل عائشہ لوگوں کو برانگیختہ کرنے اور فتنہ انگیزی کرنے میں لگی ہوئیں تھیں اور کجاوہ پر مسلسل تیروں کی بارش ہو رہی تھی تو امیر المومنینؑ نے فرمایا:

میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ رسولؐ خدا کیطرف سے ان کی زوجیت کے رابطہ کو قطع کر کے اس کو طلاق دیدوں، اس وقت بلند آواز میں مجمع سے کہا جس نے بھی رسول خدا کو فرماتے سنا ہے کہ:

اے علیؑ! میرے بعد میری ازواج کے امور تمہارے ہاتھوں میں ہیں وہ نزدیک آ کر گواہی دے۔

پس کچھ افراد نے اس روایت کے صحت کی گواہی دی جن میں دو شخص اصحاب بدر میں سے تھے جب عائشہ نے یہ ماجرا دیکھا تو اس طرح روئیں کہ دوسروں نے رونے کی آواز سنی۔

اس وقت امیر المومنین نے فرمایا میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے کہ:

اے علیؑ! خداوند عالم روز جمل پانچ ہزار ملائکہ سے تمہاری تائید و مدد کرے گا۔

روایت ہے کہ جنگ کے اختتام پر جب عائشہ نے مکہ جانے سے انکار کیا تو عبداللہ ابن عباس نے کہا آپ ان کو شہر بصرہ میں چھوڑ دیں ان کے جانے پر اصرار نہ کریں تو امیر المومنین نے فرمایا:

وہ فتنہ و فساد میں کوتاہی نہیں کریں گی، میرا مقصد ہے کہ ان کو اس گھر میں واپس کر دوں جس سے باہر نکلی ہیں۔

محمد ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ عائشہ بصرہ سے واپس ہونے کے بعد مسلسل لوگوں کو فتنہ و فساد اور علی ابن ابیطالب کی دشمنی و مخالفت پر سختی سے اصرار کرتی ہیں، اسود بختری کے ذریعہ معاویہ و اہل شام کو خطوط لکھے اور ان کے خلاف انھیں دعوت دی۔

روایت ہے کہ عمر و عاص نے عائشہ سے کہا مجھے یہ پسند تھا کہ روز جمل آپ کو قتل کر دیا جاتا۔

عائشہ نے پوچھا کیوں؟ تیرا کوئی باپ نہ ہو۔ (یعنی تو حرام زادہ ہے)

عمر و عاص نے کہا کہ جب آپ اپنی آسانی موت سے نہ مرتیں اور درجہ شہادت پا کر شہید ہوتیں تو ہم اس حادثہ سے سوء استفادہ کرتے اور ہمیشہ اس کی خاطر علی ابن ابیطالب کی سرزنش کرتے اور ان پر لعن وطعن کرتے۔

ام سلمٰی کی عائشہ سے ملاقات

(قیام عائشہ پر زوجہ رسولؐ ام سلمٰی کا احتجاج)

عبدالرحمٰن ابن مسعود عبدی کہتا ہے کہ میں طلحہ وزبیر اور عبداللہ ابن زبیر کے ساتھ مکہ میں تھا میں اور عبداللہ اس پر مامور ہوئے کہ عایشہ کو جاکر بتائیں کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے ہیں اور ہم امور امت محمدؐ کے بارے میں خوف زدہ ہیں، اگر عایشہ قیام اور خروج کریں تو امید ہے کہ خدائے تعالیٰ لوگوں کے منتشر امور کو اجتماع واتفاق میں تبدیل کر کے اختلاف مسلمین کو دفع کردے گا۔ پس میں اور عبداللہ ابن زبیر عایشہ کے گھر گئے۔ عبداللہ ان کے محرم ہونے کے سبب ان کے مخصوص حجرہ میں داخل ہوئے اور میں باہر بیٹھ گیا۔

عبداللہ نے اپنے باپ زبیر اور طلحہ کا پیغام پہنچایا۔ عائشہ نے کہا نہ تو میں نکلنے پر مامور ہوں نہ قیام کرنے کی مکلف۔ اس شہر میں ازواج پیغمبرؐ میں سے ام سلمٰی کے علاوہ کوئی نہیں ہے تم ان سے بات کرو، اگر وہ موافق ہوں تو میرے لئے کوئی مانع نہیں ہے۔

عبداللہ واپس ہوا اور ان کی باتیں دونوں تک پہنچائی۔

طلحہ وزبیر نے کہا عائشہ سے جاکر کہو اگر آپ خود ام سلمٰی سے اس موضوع پر گفتگو کریں تو بہتر اور موثر ہوگا۔ پس دونوں کے تقاضے سے عائشہ گھر سے باہر نکلیں اور ام سلمٰی کے گھر پہنچیں۔

انھوں نے عائشہ کو دیکھ کر خوش آمدید کہا، خدا کی قسم تم کو مجھ سے کبھی بھی اتنی محبت والفت نہ تھی، یقیناً کوئی اچھا واقعہ پیش آیا ہے جس نے تمہیں میری زیارت ودیدار کیلئے آمادہ کیا ہے۔

عائشہ نے کہا ہاں: طلحہ وزبیر مدینہ سے آئے ہیں، بتارہے ہیں کہ عثمان حالت مظلومیت میں قتل کئے گئے، عائشہ کی یہ بات سن کر ام سلمٰی نے فریاد کرتے ہوئے کہا:

اے عائشہ! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ کل تک تم عثمان کو کافر کہہ رہی تھی، اور آج اس کو امیر المومنین

اور مظلوم کہہ رہی ہو، تمہارا مقصد کیا ہے؟

عائشہ نے کہا میں چاہتی ہوں کہ میرے ساتھ آپ بھی خروج کریں، شاید خدا ہمارے خروج سے اُمت محمدؐ کے امور کی اصلاح کرے۔ جناب ام سلمہ نے کہا اے عائشہ! تم چاہو تو خروج کرو، رسولؐ خدا سے جو کچھ میں نے سنا ہے تم نے بھی سنا ہے، اس خدا کی قسم جو تیری سچی اور جھوٹی باتوں سے آگاہ ہے، کیا تم کو وہ دن یاد ہے جب رسولؐ خدا تمہارے حجرہ میں تھے اور میں نے اپنے حجرہ میں حریرہ پکایا تھا اسے لے کر آنحضرتؐ کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا:

بہت دن نہیں گذریں گے کہ مقام حوأب پر عراق کے کتے میری بیویوں میں سے ایک پر بھونکیں گے، درانحالیکہ وہ ستمگاروں کے درمیان ہوگی۔

یہ سن کر میرے ہاتھ سے حریرہ کا برتن گر پڑا، رسولؐ خدا نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اے ام سلمٰی تم سے ایسا کیوں ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! اس بات کو کیسے برداشت کروں جبکہ احتمال ہے کہ یہ آپ نے میرے لئے فرمایا ہو۔

اے عائشہ! اس وقت تم ہنس رہی تھی تو رسولؐ نے تمہاری جانب رخ کر کے فرمایا:

اے عائشہ! تم کیوں ہنس رہی ہو، مجھے گمان ہے کہ وہ بیوی تم ہی ہو۔

پھر تم کو خدا کی قسم دیتی ہوں کیا تمہیں یاد ہے کہ جب ہم رسول کے ساتھ کہیں کوچ کر رہے تھے اور آنحضرتؐ میرے اور علیؑ ابن ابیطالب کے درمیان چلتے ہوئے محو گفتگو تھے اور تم اپنے اونٹ کو ہانک کر آنحضرتؐ اور علیؑ ابن ابیطالب کے حائل ہوگئی اس وقت رسول اکرمؐ نے اپنے تازیانہ کو بلند کر کے تمہارے اونٹ کی طرف مارتے ہوئے فرمایا:

اے عائشہ! تمہاری جانب سے اس علیؑ کیلئے سختی و پریشانی اور اس طرح کی حرکت صرف ایک ہی مرتبہ کی بات نہیں، جان لو کہ علیؑ کو کوئی دشمن نہیں رکھے گا مگر وہی کہ جو جھوٹا اور منافق ہوگا۔

خدا کی قسم! کیا تمھیں یاد ہے کہ جب رسولؐ خدا مرض الموت کی حالت میں بستر پر سو رہے تھے اور

تمہارے باپ عمر بن خطاب کے ساتھ آنحضرتؐ سے اجازت لے کر وارد خانہ ہوئے اور علیؑ ابن ابیطالب حجرہ کے پیچھے رسولؐ خدا کے لباس میں پیوند لگانے اور جوتا سینے میں مشغول تھے، انھوں نے کہا یا رسولؐ اللہ! آپ کی صحت کیسی ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا:

ہر حال میں اس کا شکر ہے اور اس کی حمد وثنا کرتا ہوں۔

انھوں نے پوچھا کیا آپ کی موت یقینی ہے؟

آنحضرتؐ ہاں! انسان کیلئے موت کے علاوہ چارہ نہیں۔

پھر انھوں نے سوال کیا، کیا آپ نے اپنے بعد کیلئے کسی کو خلیفہ معین کیا ہے؟

آنحضرتؐ! میرا خلیفہ کوئی نہیں ہے مگر وہ شخص جو کہ میرے جوتے میں پیوند لگا رہا ہے۔

پس دونوں حجرہ سے باہر نکلے دیکھا کہ علیؑ ابن ابیطالب حجرہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے رسول اکرمؐ کے جوتے سینے میں مصروف ہیں۔

اے عائشہ! تم خود ان قضیوں سے آگاہ اور اس کی شاہد ہو، رسول اکرمؐ کی ان باتوں کو سننے کے بعد کیا جائز ہے کہ علیؑ کے خلاف خروج کروں اور ان باتوں کو فراموش کر دوں۔

عائشہ جناب ام سلمٰی کے گھر سے نکل کر اپنے گھر واپس ہوگئیں اور عبداللہ ابن زبیر سے کہا کہ تم اپنے باپ زبیر اور طلحہ کے جواب میں کہہ دو کہ ام سلمہ کی باتوں کو سن کر ہرگز اس شہر سے باہر نہیں نکل سکتی۔

عبداللہ نے واپس آکر عائشہ کے پیغام کو پہنچا دیا۔

راوی کہتا ہے کہ اسی دن نصف شب نہیں ہوئی تھی کہ میں نے عائشہ کے اونٹ کی آواز سنی اور وہ طلحہ وزبیر کے ساتھ بصرہ کیطرف چل پڑیں۔

ام سلمہ کا عائشہ سے احتجاج

امام صادقؑ سے روایت ہے کہ جب عائشہ بصرہ کیلئے عازم سفر ہوئیں، دختر ابی امیہ امّ سلمہ عائشہ کے گھر وارد ہوئیں اور حمد پروردگار، رسول اکرمؐ پر درود کے بعد کہا:

اے عائشہ! تم امت اور رسولؐ خدا کے درمیان رابط ہو، تمہارے سر پر ان کا پردہ عفت پڑا ہوا ہے تم حرم وخاندان پیغمبرؐ کی ایک فرد ہو، قرآن نے تمہارے دامن کو جمع کر رکھا ہے، تمہیں اپنا دامن نہیں پھیلانا چاہیے، تمہیں اپنے بالوں اور گیسوؤں کو پراگندہ نہیں کرنا چاہیے، اپنی آواز اجنبی اور نامحرم مردوں کے درمیان بلند نہیں کرنا چاہیے، خبردار! خداوند متعال ہمارے اعمال وحرکات سے مطلع ہے۔ اگرچہ یہ عمل تمہارے نزدیک پسندیدہ ومصلحت آمیز ہیں، یقیناً پیغمبرؐ اسلام نے اس کے بارے میں تم کو وصیت کی تھی اور تم کو باہر نکلنے اور خروج کرنے سے منع کیا تھا۔

متوجہ رہو کہ دین کی بنیادوں کی کمزوری وکجی عورتوں کے خروج اور ان کی فعالیت سے ہرگز درست واستوار نہیں ہوسکتی، امور اجتماعی کی پراگندگی وانتشار کی اصلاح عورتوں کے مجاہدہ مقاتلہ سے ممکن نہیں، عورتوں کا حسن وجمال یہی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کو بند رکھیں، اپنے دامن کو برائیوں سے بچائیں اور ہمیشہ اپنے اطراف وجوانب سے ہوشیار رہیں۔

اے عائشہ! رسولؐ خدا کو کیا جواب دوگی اگر وسط راہ ان سے ملاقات ہوجائے؟ درانحالیکہ تم اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ایک منزل سے دوسری منزل کیجانب جارہی ہو، وسیع بیابانوں اور اونچے پہاڑوں کو از روئے ہوی وہوس غیر خدا کیلئے طے کر رہی ہو۔

اے عائشہ! رسول خدا سے کیسے ملاقات کروگی، جب کہ تم نے ان کے عہد کو توڑ دیا ہے اور ان کی حرمت کے پردہ کو چاک کردیا ہے؟ خدا کی قسم! اگر میں ایسے راستہ پر چلتی اور مجھے بہشت کیجانب بلایا جاتا

پھر بھی رسولؐ سے شرمندگی وخجالت کی خاطر میں ہرگز جنت میں داخل نہ ہوتی اوران کی ہتک حرمت ورفع حجاب کے بعدان سے ملاقات کیلئے حاضر نہ ہوتی۔

اے عائشہ بہترین عبادت تمہارے لئے وہ چیز ہے کہ افسوس تم جس سے کوتاہی کررہی ہو،تمہارے لئے سب سے بہترین عمل یہ ہے جوخدااوراس کے رسولؐ کی جانب سے تمہارے لئے لازم قراردیا گیا ہے تمہاری طرف سے دین اسلام کی بہترین خدمت وہ طریقہ ہے جس پرابھی تک تم قائم رہی ہومگرافسوس آج اسی کی مخالفت پرآمادہ ہو۔

خدا کی قسم: جوحدیث میں نے خودرسولؐ خدا سے سنی ہے اگراس کونقل کردوں تو یقیناً چتکبرہ وتیز سانپ کیطرح تم مجھ کوڈس لوگی۔عائشہ نے ام سلمہ کے جواب میں کہا تعجب ہے کہ میں آپ کی باتوں کوغور سے سن رہی ہوں جبکہ میرا سفرویسانہیں جیسا آپ تصورکررہی ہیں، مجھے ہرگز دھوکانہیں ہوا ہے اورباطل راستہ پرہرگزنہیں چلوں گی۔

کتنے اچھے موقعہ پرمجھے آگاہی ہوئی ہے کہ میں اس مناسب وقت پراپنے وظیفہ کوانجام دوں اوران دوگروہوں کے درمیان جدائی وفاصلہ ڈال دوں، جوایک دوسرے سے سخت اختلاف رکھتے ہیں، میں اس سفرکیلئے مجبورنہیں ہوں کہ اس کے ترک کردینے میں میرے لئے کوئی خوف وہراس ہو۔لیکن اگرمیں اس مقابلہ ومقاتلہ کونہ روکوں توماجورومثاب نہیں ہوں گی۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ: جنگ جمل کے بعد جب عائشہ اپنے عمل سے نادم وپشیمان ہوئیں توام سلمہ نے کہا اگرکوئی خطاولغزش سے محفوظ رہ جائے تو یقیناً سب سے پہلے عائشہ کواس کا بڑاحصہ ملتا کہ وہ زوجہ رسولؐ وآیات قرآن کی جاننے والی اورصاحب فضل وحکمت تھی لیکن کبھی انسان کی عقل پرہوی وہوس غالب ہوجاتی ہے۔ایسی حالت میں جومتاخرہوتا ہے وہ مقدم ہوجاتا ہے،خداعائشہ کی خطاؤں وغلطیوں کو معاف کرے،اس نے میرے آرام وسکون کوخوف ووحشت میں تبدیل کردیا ہے۔

عائشہ نے جب ان کی باتوں کوسناتو کہا اے خواہر! آپ مجھ کوملامت کررہی ہیں۔

امّ سلمہ نے کہا: میں تمہارے بارے میں نہ تو بدگمان تھی اور نہ ہوں، لیکن جان لو کہ یہ ایسا فتنہ سامنے آیا ہے کہ آنکھیں تیرہ و تاریک ہو جائیں گی اور یہ اس وقت تک برطرف نہ ہوگا جب تک کہ دانا و نادان سب اس کو نہ سمجھ لیں۔

امیر المومنینؑ کا اہل بصرہ سے احتجاج

(مال غنیمت کی تقسیم کے وقت)

یحیٰ ابن عبداللہ ابن حسنؑ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب اہل بصرہ (جنگ جمل) میں مغلوب ہوگئے اور امیر المومنینؑ اپنے اصحاب کے ساتھ وارد بصرہ ہوئے، اسی دوران آپ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا کہ آپ مجھے اہل جماعت، اہل افتراق، اہل بدعت، اہل سنت واہل طریقت کے بارے میں بتائیے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: چونکہ تم نے سوال کیا ہے اس لئے جواب دنیا لازم ہے۔

اہل سنت: وہ افراد ہیں جو رسولؐ خدا کی رفتار و گفتار اور کردار کی اتباع کرتے ہیں اور خدا کے اوامر و تکالیف کی اطاعت کرتے ہیں اگر چہ ان کی تعداد کم ہے۔

اہل جماعت: وہ اشخاص ہیں جو میرے اصول و طریقہ کی پیروی کرتے ہیں اور راہ حق پر چل کر ایک دوسرے سے مربوط اور متصل ہو جاتے ہیں اگر چہ ان کا گروہ کم ہے۔

اہل افتراق: وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے پیروکاروں کے مخالف ہیں اور میرے خلاف حرکت کرتے ہیں۔

اہل بدعت: وہ گروہ ہے جو پیغمبر اسلامؐ کے قول وفعل کے خلاف چلتے ہیں اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں اگر چہ یہ بہت زیادہ ہیں ان لوگوں میں سے کچھ گذر چکے ہیں اور کچھ باقی ہیں خدا ان کو بھی نیست و نابود کر کے ان کے فتنہ و فساد سے لوگوں کو محفوظ رکھے۔

اس وقت عمار یاسر نے کہا یا امیر المومنینؑ!

لوگ مال غنیمت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے خیال کر رہے ہیں کہ جنھوں نے ہم سے جنگ کیا

وہ خوداوران کے اموال واولاد ہمارا مال اور ہماری ملکیت ہیں اور از لحاظ غنیمت ہم ان کو اپنی ملکیت میں لاکر ان میں تصرف کر سکتے ہیں۔ اس وقت قبیلہ بکر ابن وائل کے ایک آدمی بنام عباد ابن قیس نے کہ جس کی زبان بڑی تیز وتند چلتی تھی کھڑے ہو کر کہا یا امیرالمومنینؑ!

خدا کی قسم! غنیمت کی تقسیم میں آپ نے عدل وانصاف اور مساوات کی رعایت نہیں کی۔

امیرالمومنینؑ: تجھ پروائے ہو کیوں؟

عباد ابن قیس: اس لئے کہ آپ نے صرف وہ کچھ تقسیم کیا جو لشکر گاہ میں تھا اوران کے اموال واولاد اور ان کی عورتوں کو چھوڑ دیا۔

امیرالمومنینؑ: جس کا دل درد وغم اور زخم سے پر ہو وہ اپنے زخموں کا علاج روغن سے کرے۔

عباد: ہم غنیمت میں سے اپنے حصہ کا مطالبہ کرتے ہیں اور آپ ہمارے سامنے بے معنی باتیں کرتے ہیں۔

امیرالمومنینؑ! اگر تمہاری باتیں باطل اور خلاف حق ہوں تو خدا تجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک کہ غلام ثقیف تجھے نہ پالے۔

عرض کیا گیا، غلام ثقیف کون ہے؟

فرمایا! جو خدا کی حرمت کا لحاظ نہیں رکھتا اور اس کی بے احترامی کرتا ہے، عرض کیا گیا یہ غلام خود اپنی موت سے مرے گا یا قتل کیا جائے گا؟ فرمایا: خدا ستمگروں کی پشت توڑنے والا ہے وہ اس کی کمر توڑے گا اور اس کی اگر موت اس گرمی وسوزش کے سبب ہوگی جو اس کے معدہ میں پیدا ہوگی، یہ مرض زیادہ کھانا کھانے اور زیادہ پاخانہ نکلنے کے سبب سے ہوگا۔

پھر فرمایا: اے برادر قبیلہ بکر! تم کمزور ارادہ کے آدمی ہو کیا تم کو نہیں معلوم کہ ہم بزرگوں کے جرائم کا مواخذہ چھوٹوں سے نہیں کرتے ہیں؟ کیا ان کے مرتد اور جدا ہونے سے پہلے یہ اموال ان کے نہیں تھے؟ کیا ان کی ازدواجی زندگی از لحاظ قانون صحیح نہیں تھی؟ کیا قانون مقدس اسلام کے اعتبار سے ان کی اولاد

ان کے فرزند شمار نہیں ہوتے؟ کیا یہ بچے فطرت اسلام پر نہیں پیدا ہوئے ہیں؟

پھر کیسے ممکن ہے. جو اموال ان کے بچوں کے ہاتھ میں منتقل ہوئے ہیں ہم ان میں تصرف کریں اور ان سے چھین لیں، ہاں جو کچھ لشکر گاہ میں ہیں تم اس میں تصرف کر سکتے ہو لیکن جو کچھ احاطہ لشکر سے باہر ان کے گھروں میں ۔ ہے وہ ان کے بیٹوں کو ملے گا جب تک کہ ان کے فرزندوں سے ارتداد یا خلاف شرع کوئی کام ظاہر نہ ہو جائے۔

نہ ہم ان بچوں کے امور میں مداخلت کریں گے اور نہ ہی دوسروں کی غلطیوں کا ان سے مواخذہ کریں گے، ہاں اگر ان سے کوئی تجاوز و خطا دیکھی گئی تو ضرور ان سے مواخذہ ہوگا۔

اے برادر قبیلہ بکر! میں نے حکم رسولؐ کے مطابق تمہارے بارے میں فیصلہ کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فتح مکہ کے وقت مسلمانوں کے درمیان وہی کچھ تقسیم کیا تھا جو لشکر قریش کے احاطہ میں تھا اور لشکر کے باہر تمام اموال کو خود انھیں کیلئے چھوڑ دیا تھا، میں نے ذرہ برابر بھی رسولؐ اسلام کے اصول سے انحراف اور اختلاف نہیں کیا ہے۔

اے برادر! کیا تم جانتے ہو کہ کفار حربی سے جنگ میں شہر کے داخل کی چیزیں فاتح مسلمانوں کیلئے حلال ہیں لیکن اگر مخالفین کفار حربی نہ ہوں تو دائرہ کا لشکر گاہ سے باہر ان کے تمام اموال ان کے وارثین سے متعلق ہوں گے اور مسلمانوں کو ان اموال میں کوئی بھی حق نہ ہوگا۔

اس وقت کچھ دوسرے لوگ بھی زبان اعتراض چلا رہے تھے۔ امیر المومنینؑ نے خطاب کرتے ہوئے ان سے فرمایا: آہستہ بات کرو خاموش رہو، خدا تم لوگوں کو معاف کرے، اگر اس حکم میں شک رکھتے ہو اور میرے خلاف باتیں کرتے ہو تو مجھے بتاؤ کہ جب تمہارا نظریہ صحیح ہے تو کیا افراد مخالفین میں زوجہ رسولؐ عائشہ نہیں تھیں تو کیا انھیں بھی دار الحرب کے اسیروں کیطرح گرفتار و اسیر کر کے اپنی کنیز بناؤ گے؟ اور وہ کس کے حصہ میں قرار پائیں گی؟

یہاں سب نے کہا ہم غلطی پر تھے اور حکم قضیہ سے ناواقف تھے، آپ کا فیصلہ درست ہے آپ داناتر

ہیں، ہم اپنی لغزش سے توبہ واستغفار کرتے ہیں، آپ ہمیشہ صلاح ودرستی پر تھے اور ہیں۔ خدا آپ کو ہمیشہ شاد وآباد رکھے۔

پھر عمار یاسر نے کھڑے ہو کر کہا: اے گروہ مردم!

خدا کی قسم! تم امیر المومنینؑ کی اطاعت وپیروی کرو تو سر مو بھی صراط مستقیم، فیض رحمت اور طریقہ رسولؐ سے منحرف وگمراہ نہ ہو گے۔

حقیقت کچھ ایسی ہی ہے کیونکہ رسولؐ خدا نے علم منایا (لوگوں کی موت کا وقت) اور علم قضایا اور علم فصل الخطاب انھیں عطا کیا ہے جیسے کہ یہ سارے علوم جناب ہارون کو عطا کئے گئے تھے، اسی طرح رسولؐ خدا نے علیؑ ابن ابیطالب کے بارے میں فرمایا ہے کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کیلئے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اس خاتمیت کی فضیلت خدا نے صرف آنحضرت کو عطا کی ہے اس سبب سے رسولؐ خدا خود ان کی تعظیم کرتے اور ان کو دوسروں پر برتری دیتے، اس کے بعد امیر المومنینؑ نے فرمایا:

اے لوگو! خدا اپنی رحمت وبخشش تمہارے شامل حال قرار دے، تم اپنی ذمہ داریوں اور وظائف سے باخبر رہو پھر اسی کے مطابق چلتے رہو، تمہارے وظائف سے ایک وظیفہ یہ بھی ہے کہ عالم وخیر خواہ شخص کی باتوں کو سنو اور اس کے حکم واوامر کی اطاعت کرو، جاہل کا سوائے اطاعت وتسلیم کے کوئی وظیفہ نہیں ہے۔

جان لو! اگر تم میری صوابدید اور میرے نظریہ کی اطاعت کرو تو اطمینان رکھو کہ میں تم کو راہ راست اور صراط مستقیم تک پہنچا دوں گا اور تم کو زندگی کے تیرہ وتاریک مراحل سے نجات دلا دوں گا، اگر چہ اس راہ میں مجھے سختیاں اور پریشانیاں ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے۔

خیال رہے کہ یہ دنیاوی زندگی وقتی و چند روزہ ہے اور خوشی وحلاوت سے دور ہے، اس کی ظاہری لذتیں، پریشانیوں اور زحمتوں سے آلودہ ہیں، جن لوگوں نے اس کی زینتو وسجاوٹوں سے دھوکا کھایا وہ لوگ حقیقت سے محروم ہو گئے، ان کی ندامت وپشیمانی اس حال میں انھیں کچھ بھی فائدہ نہ دے گی۔

جیسا کہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو ان کے نبی کے منع کرنے کے سبب نہر سے پانی پینے کو روک دیا

گیا تھا لیکن انھوں نے حکم کی نافرمانی کی اور زبردستی اس نہر کا پانی پی لیا۔

اے لوگو! تم ان لوگوں میں ہو جاؤ جو اپنے پیغمبرؐ کے احکام و دستورات کی اطاعت کر کے احکام اور وظائف الٰہی سے سرپیچی و روگردانی نہیں کرتے۔

ہاں! عائشہ اس معاملہ میں غلط راستہ پر چلیں اور کمزور رائے اور اہانت آمیز زنانہ فکر کی پیروی کی لیکن تم لوگ اس کے بعد پہلے کیطرح ان کی عزت و حرمت کی حفاظت کرو تمام امور کا حساب و کتاب خدا کے اختیار میں ہے، جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب کا مزہ چکھائے۔

اہل اسلام سے قتال و جنگ پر امیر المومنینؑ کا احتجاج

اصبغ ابن نباتہ کہتے ہیں کہ روز جمل میں امیر المومنینؑ کے سامنے کھڑا تھا، ایک شخص نے آپ سے آ کر کہا:

یا امیر المومنینؑ! یہ لوگ اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہنے میں ہمارے شریک ہیں اور ہماری طرح نماز قائم کرتے ہیں، پس کس قاعدہ کے تحت ان سے جنگ کر کے ان کے خون بہائیں؟

امیر المومنینؑ: ہماری جنگ اس کلام کے سبب ہے جسے خدا نے قرآن میں نازل کیا ہے۔

اس مرد نے کہا اے امیر المومنینؑ! مجھے تمام کلمات کا علم نہیں ہے۔

امیر المومنینؑ نے کہا! وہ (سورۂ بقرہ) میں ہے، اس مرد نے کہا (سورۂ بقرہ) کی ساری آیات یاد نہیں ہیں۔ بہتر ہے کہ آیت کی تعیین و تفسیر کر دیں؟

امیر المومنینؑ! خدا (سورۂ بقرہ آیت ۲۵۳) میں فرماتا ہے: ہم نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور بعض سے کلام کیا اور کچھ کو بلند مقام عطا کیا، عیسیٰ ابن مریم کو دلائل و معجزات دے کر انھیں روح القدس کے ذریعہ تقویت دی، اگر خدا ارادہ فرماتا تو ان پیغمبرٌوں کی امتیں اور ان کے پیروکار ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرتے، لیکن خدا نے انھیں اختیار دے کر آزاد چھوڑ دیا۔

لوگوں نے معجزات کے مشاہدہ و اتمام حجت اور بیان حقیقت کے بعد مخالفت و جنگ کا راستہ اختیار کیا، پیروان انبیاء دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ایک گروہ نے ایمان لا کر حق و حقیقت کے راستہ پر استقامت کی اور دوسرے گروہ نے انبیاء کی باتوں اور رہنمائی سے انکار کیا اور اس کی مخالفت کی، ہاں اگر خدا چاہتا تو ان کے اختلاف ظاہر نہ ہوتے، اس حالت میں اسی کا حکم و ارادہ نافذ ہوتا اور لوگ اس کے مقابل قدرت کا اظہار نہ کر پاتے۔

پھر امیر المومنینؑ نے فرمایا: جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہوا ہے پیغمبرؑ اسلام کے ماننے والے بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گئے، ایک گروہ اپنے ایمان واطاعت پر باقی رہ گیا اور وہ ہم لوگ ہیں دوسرے گروہ نے مخالفت وکفر والحاد کا اظہار کر کے راہ حق وحقیقت سے منحرف ہو گئے، وہی ہمارے مخالفین ودشمنوں کا گروہ ہے اس آدمی نے کہا! کعبہ کے ربّ کی قسم! یہ لوگ کافر ہو گئے ہیں، پھر اس نے ہاتھ میں تلوار لے کر دشمن کی صفوں پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔

حسن بصری سے امیر المومنینؑ کا احتجاج

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب جنگ ختم ہوگئی تو لوگوں نے اونٹوں کے پالان کا ایک منبر بنایا اور حضرت علیؑ اس پر گئے، بعد حمد و ثناء ئے پروردگار کے فرمایا:

اے اہل بصرہ! اے وہ لوگو! جو منحرف ہو گئے ہو، اے وہ مریضو! جس کا علاج نہیں۔ اے چوپایوں کے پیروکارو! اے عورت کے سپاہیو! اے وہ گروہ جو چوپایہ کی آواز پر جمع ہو گئے اور جب اسے نحر کر دیا گیا تو منتشر ہو گئے تمہارے پینے کا پانی تلخ و ناگوار ہے، تمہارا قانون نفاق پر مبنی ہے اور تم اخلاق و عقل کے لحاظ سے کمزور و سست ہو۔

پھر آپ منبر سے نیچے اتر آئے، ہم ان کے ساتھ چل رہے تھے کہ درمیان میں حسن بصری سے ملاقات ہوئی جو مصروف وضو تھا۔

امیر المومنینؑ: اے حسن بصری اپنے وضو میں غور کرو، اس کے شرائط کی رعایت کرو، اور اس کے ظاہری و باطنی آداب کو پورا کرو۔

حسن بصری، کل آپ ان لوگوں سے جنگ کر رہے تھے جو خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتے تھے اور خاتم النبیین کی رسالت کے معتقد تھے، آداب و شرائط وضو کی رعایت کرتے تھے اور اپنے فرائض کو انجام دیتے تھے۔

امیر المومنینؑ: اگر یہی صورت حال تھی اور تم اس کے شاہد تھے تو تم نے ہمارے خلاف لوگوں کی طرفداری و نصرت کیوں نہیں کی؟

حسن بصری: خدا کی قسم آپ نے صحیح فرمایا اور میں آپ کی بات کی تصدیق کرتا ہوں، جنگ سے پہلے دن میں گھر سے باہر آیا، غسل کیا اپنے جسم پر حنوط لگایا اور اسلحہ جنگ ساتھ لیا، معتقد تھا کہ ام المومنین عائشہ

کی ہمراہی نہ کرنا کفر کے برابر ہے، اس حالت میں بصرہ کے لشکر گاہ کیطرف چل پڑا، جب خریبہ کے نزدیک پہنچا تو میرے کان میں آواز آئی، اے حسن! واپس جاؤ قاتل ومقتول دونوں جہنمی ہیں، میں باحال اضطراب ودحشت اپنے گھر واپس ہوگیا۔

جب دوسرا دن ہوا اسی اعتقاد نے پھر مجھے اپنی جگہ سے حرکت دی اور جنگ وقتال کی نیت سے اپنے گھر سے باہر آیا اور شہادت کیلئے تیار ہوکر حنوط واسلحہ لگا کر چل دیا پھر خریبہ پہنچا، وہی آواز دوبارہ سنی، اپنے گھر واپس ہو جاؤ قاتل ومقتول دونوں دوزخی ہیں۔

امیر المومنینؑ: یہ کلام صحیح ہے لیکن جانتے ہو کہ وہ آواز کس کی تھی؟ وہ آواز تمہارے بھائی ابلیس کی تھی، اس کی بات بھی درست ہے۔ اہل بصرہ اور اصحاب عائشہ میں سے قاتل ومقتول جو بھی ہو دوزخ کی آگ میں داخل ہوں گے۔

حسن بصری، اے امیر المومنینؑ: میں اس وقت سمجھا کہ یہ گروہ ہلاکت وگمراہی میں ہے۔

امیر المومنینؑ کا کلام حسن بصری کے بارے میں

ابو یحییٰ واسطی کہتے ہیں کہ جب امیر المومنینؑ شہر بصرہ کو فتح کر چکے تو دوسرے روز صبح کچھ لوگ آپ سے ملاقات کیلئے آئے ،ان کے درمیان حسن بصری بھی تھا، جو سفید کاغذ لئے امیر المومنینؑ کے کلمات لکھ رہا تھا، امیر المومنینؑ نے بلند آواز سے کہا، کیا کررہے ہو؟

حسن بصری نے کہا آپ کے آثار وکلمات لکھ رہا ہوں، تا کہ آپ کے بعد دوسروں سے بیان کروں۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ کہ ہر قوم وگروہ میں ایک سامری ہوتا ہے اور یہ شخص تم لوگوں کا سامری ہے۔ امت موسیٰ کا سامری لوگوں کی مصاحبت وہم نشینی وانس سے محروم ہو گیا تھا جو اس کے پاس پہنچتا اس سے کہتا میرے قریب نہ آؤ مجھے نہ چھوؤ، مصاحبت نہ کرو، یہ شخص بھی ہمیشہ یہی جملے اپنی زبان سے ادا کرے گا اور جو اس کے پاس جائیگا یہ کہے گا لاقتال، لاقتال جنگ نہیں چاہئے جنگ نہیں چاہئے۔

اپنے اصحاب سے امیر المومنینؑ کا احتجاج

روایت کی گئی ہے کہ جب امیر المومنینؑ نے اہل شام سے جنگ کا عزم مصمم کرلیا تو خدا کی حمد وثنا اور رسولؐ پر درود وسلام کے بعد لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

بندگان خدا! پروردگار عالم سے ڈرتے رہو، اس کے اوامر واحکام کی اطاعت کرو، اپنے پیشواؤں کی پیروی کرو، جان لو کہ نیک وبافہم لوگ اپنے عادل پیشوا کے ذریعہ نجات حاصل کر کے مقام خوش بختی وسعادت پر فائز ہوں گے اور جاہل وبدکردار قوم اپنے بداعمال پیشوا کے ساتھ قدم بقدم بدبختی وہلاکت سے نزدیکتر ہوگی۔

اے ملت مسلمان! متوجہ رہو کہ معاویہ ابن ابوسفیان اپنے تصرف کی تمام چیزوں کا غاصب ہے اور مال وملک وغیرہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ سب میرا حق ہے، اس نے میری مخالفت کر کے میری بیعت شکنی کی ہے وہ دین خدا سے سرکشی کر کے راہ حق سے منحرف وروگرداں ہوگیا ہے، اے گروہ اسلام! تمہیں امور گذشتہ کے بارے میں اطلاع ہے اور میری خلافت کے مقدمات سے بھی آگاہ ہو تم خود میری طرف آئے ہو اور تم نے بہت اصرار ورغبت سے اپنے امور میرے حوالہ کئے ہیں، تم بہت زیادہ تمایل اور تقاضہ کے نتیجہ میں مجھے اپنے گھر سے باہر لائے ہو، تا کہ میری بیعت کرو، تمہارے ہجوم کے باوجود میں نے تمہاری موافقت نہیں کی اور ادھر ادھر سے اپنے کو بچاتا رہا تا کہ تمہارا باطنی نظریہ اور اصلی مقصد معین کرسکوں۔

تم نے بار بار اس موضوع پر مجھ سے گفتگو کی اور میں نے بھی تم سے مباحثہ کیا، تم ان اونٹوں کیطرح میرے اطراف جمع ہوئے جو پانی کی خاطر حوض پر ٹوٹ پڑتے ہیں پھر تم نے با اصرار مجھ سے بیعت کا تقاضا کیا اور ایک دوسرے کو دھکے دیئے۔ تمہارے جم غفیر کے سبب مجھے خوف ہوا کہ کہیں فتنہ وفساد نہ برپا ہوجائے اور تمہارے درمیان جنگ وجدال اور خونریزی ہونے لگے۔

میں نے اس مجمع کے اژدحام میں خوب غور وفکر کر کے دیکھا کہ اگر تمہاری درخواست کو قبول نہ کروں تو تم کسی ایسے کو نہیں پا سکتے جو تمہارے اجتماعی امور میں خوب سمجھ کر علم وعدالت وحقیقت کے ساتھ حکومت کرے، میں نے اپنے سے کہا کہ اگر تمہاری حکومت وخلافت کو قبول کرلوں کہ اس صورت میں میری منزلت وفضیلت اور میرا حق ثابت ہوجائے تو یہ عمل اس سے بہتر ہے کہ دوسروں کی حکومت میں رہوں اور میرا حق ومقام پوشیدہ رہے، اس لحاظ سے میں اپنے ہاتھ کو بڑھا کر بیعت کیلئے تیار ہوگیا اے گروہ مہاجرین وانصار اور اصحاب رسولؐ اللہ! تم سب میری پیروی کرو کیا تم سب نے میری بیعت نہیں کی؟ کیا میں نے تم سب سے عہد وپیان نہیں لیا کہ ہمیشہ میری حکومت میں ثابت قدم رہو اور میرے اوامر کی اطاعت کرو گے اور تم لوگ صفا وصمیم قلب کے ساتھ میرے دشمنوں اور دین اسلام سے خارج ہوجانے والوں اور قرآن کے خلاف عمل کرنے والوں سے میرے ہمراہ جنگ وجہاد کرو گے؟

جو عہد وپیان میں نے لیا، کیا وہ خدا سے معاہدہ ومحکم ترین پیان نہ تھا جو کہ بیشتر افراد اور اشخاص سے لیا جاتا ہے؟ کیا تم نے اس عہد وپیان کو قبول نہیں کیا؟ کیا ان عہدوں میں خدا اور رسول کو گواہ نہیں بنایا تھا؟ کیا ان معاملات میں تم سے بعض کو بعض کا شاہد وگواہ نہیں قرار دیا؟ کیا میں نے ان تمام معاملات میں خدا ورسولؐ کی سنت کے مطابق عمل نہیں کیا؟

کسقدر جائے تعجب ہے کہ معاویہ ابن ابوسفیان خلافت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اس بارے میں مجھ سے اختلاف ونزاع کیا پھر میری امامت کا منکر ہوگیا۔ معاویہ خیال کرتا ہے کہ مقام خلافت کا وہ مجھ سے زیادہ اہل وسزاوار ہے، اس مقام پر اس نے خدا اور رسولؐ پر جرأت وجسارت کی ہے، اپنے دعویٰ پر چھوٹی سے چھوٹی بھی دلیل نہیں رکھتا اور اس خلافت میں اس کا معمولی سا بھی حق نہیں ہے۔ اگر مہاجرین وانصار اور مسلمانوں کے سرداروں سے بیعت ثابت ہوتی ہے تو مہاجرین وانصار میں سے کسی نے بھی اس کی بیعت نہیں کی ہے۔

اے مہاجرین وانصار! کیا تم نے میری اطاعت کرنے اور میرے حکم کے بجالانے کا عہد وپیان نہیں

کیا؟ کیا تم نے اپنی مرضی اور اپنے اختیار سے میری بیعت نہیں کی؟ کیا میں نے تم سے پیمان نہیں لیا تھا، کہ تم میری پیروی کرو گے؟

یاد رکھو! میری بیعت ابوبکر و عمر کی بیعت سے زیادہ محکم و مضبوط ہوئی ہے تم سب نے نہایت رغبت و خواہش اور مکمل اختیار و آزادی سے میری بیعت کی ہے۔ تم کیسے ان دونوں کی خلافت کے وفادار اور اس پر ثابت قدم رہے لیکن تم نے میری بیعت توڑ دی اور وفاداری، استقامت و پائداری نہیں دکھائی؟

کیا تمام مسلمانوں پر واجب نہیں ہے کہ انتہائی گرمجوشی اور خلوص سے میری مدد کریں اور میرے حکم کو مانیں؟

کیا میری اطاعت تمام حاضر و غائب مسلمانوں پر واجب نہیں ہے؟ پس کیوں معاویہ ابن ابی سفیان اور اس کے اصحاب نے میری مخالفت و دشمنی کر کے میری بیعت سے انکار کیا؟

کیا میں رسول خدا سے قرابت و سبقت ایمان اور ان کے داماد ہونے کے اعتبار سے گزشتہ لوگوں پر امتیاز و برتری نہیں رکھتا؟ کیا تم نے غدیر خم میں میری ولایت و خلافت اور محبت کے بارے میں رسولؐ کی باتوں کو غور سے نہیں سنا؟

اے مسلمانو! خدا سے ڈرو اور معاویہ سے جہاد کیلئے دوڑ پڑو، معاویہ اور اس کے ستمگار و منحرف مددگاروں سے جنگ کرو۔

اے ایمان والو! کلام خدا سے نصیحت حاصل کرو اور میری باتوں کو غور سے سن کر سمجھو، قرآن مجید کی نصیحتوں سے استفادہ کرو ﴿الم تر الی الملامن بنی اسرئیل من بعد موسیٰ...﴾

(سورۂ بقرہ، ۲۴۶)

ترجمہ: اے رسولؐ! کیا آپ نے جناب موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کی حالت پر نظر نہیں کی جب انھوں نے اپنے نبی شمویل سے کہا کہ کسی کو ہمارے واسطہ بادشاہ مقرر کیجئے، تا کہ اللہ کی راہ میں ہم جہاد کریں، پیغمبرؑ نے فرمایا: کہا کہ ایسا نہ ہو کہ جب تم پر جہاد فرض کیا جائے تو تم نہ لڑو، وہ کہنے لگے کہ جب

ہم اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے اور بال بچوں سے دور کر دیئے گئے ہیں تو پھر ہمیں کون سا عذر باقی ہے کہ ہم راہ خدا میں جہاد نہ کریں، پھر جب ان پر جہاد واجب کیا گیا تو ان میں سے چند کے سوا سب نے لڑنے سے انکار کر دیا اور خدا ظالمین کو خوب پہچانتا ہے۔ ان کے نبی نے ان سے کہا بیشک خدا نے تمہاری درخواست کے مطابق طالوت کو تمہارا بادشاہ معین کیا ہے، تب کہنے لگے اس کی حکومت ہم پر کیونکر ہو سکتی ہے حالانکہ حکومت کے اس سے زیادہ ہم حقدار ہیں، اسے تو مال کے اعتبار سے بھی فارغ البالی تک نصیب نہیں، نبی نے کہا خدا نے اسے تم سب پر فضیلت دی ہے اور مال میں نہ صحیح مگر علم و جسم کی وسعت تو خدا نے اسی کو عطا کیا ہے، خدا جسے چاہے اپنا ملک دے، خدا بڑی وسعت و رحمت والا اور واقف کار ہے۔

امیر المومنینؑ: اے گروہ مسلمان! اس آیۂ شریفہ سے تم کو نصیحت و عبرت لینا چاہئے، جان لو کہ خداوند عالم انبیاء کے بعد ان کے خاندان میں سے کسی کو مقام خلافت کیلئے منتخب کرتا ہے، خدا نے بنی اسرائیل کے درمیان جناب طالوت کو جسم ظاہری و علم و معرفت کے لحاظ سے دوسروں پر فوقیت دے کر ان کو دوسروں کا امام و پیشوا قرار دیا۔

اے گروہ اسلام! کیا ایسا ہے کہ خدا نے معاویہ کو مجھ سے افضل و برتر بنایا ہو؟ اور اسے جسم و روح اور قوت بدنی اور علم و دانش کے اعتبار سے مجھ پر فوقیت دی ہو؟ کیا ایسا ہے کہ خدا نے بنی امیہ کو بنی ہاشم پر فضیلت و برتری دی ہو؟

اے بندگان خدا!! پروردگار سے ڈرو اور راہ خدا میں جہاد اور مقاتلہ کرو، اس کے سخت عذاب اور غیظ و غضب سے دور رہو۔

خداوند عالم فرماتا ہے: کہ کچھ بنی اسرائیل نے حق کا انکار کیا اور کافر ہو گئے اور حضرت داود و حضرت عیسیٰ نے ان پر لعن و طعن کیا کیونکہ انھوں نے عصیان و گناہ کیا اور تجاوز و ستمگری کو اپنا پیشہ قرار دیا اور اعمال بد سے پرہیز نہیں کیا اور کتنی برائیوں کے مرتکب ہوئے۔

﴿لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داود وعیسیٰ ابن مریم ذلک بما

عصو و کانو یعتدون﴾ (سورۂ مائدہ، آیت ۷۸)

ترجمہ: باایمان افراد وہ لوگ ہیں جو خدا اور رسولؐ پر ایمان لائے پھر ان کے دلوں میں کوئی شک وشبہ پیدا نہیں ہوا، انھوں نے جان ومال کے ساتھ راہ خدا میں جہاد کیا اور وہی لوگ سچے ہیں۔

﴿انما المومنون الذین ء امنوا با للہ ورسولہ...﴾ (سورۂ حجرات، آیت ۱۵)

اے صاحبان ایمان! کیا تم کو اس تجارت کی طرف ہدایت کروں جو تم کو سخت عذاب سے نجات دے؟ خدا اور رسولؐ پر ایمان لاؤ، اپنے جان ومال کے ساتھ راہ خدا میں جہاد کرو، اگر تم کو توجہ ہو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے، خدا تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا، تمہیں جنت اور پاک وپاکیزہ جگہ عنایت کریگا اور اپنی لذت بخش نعمتوں سے تمہیں سرفراز کرے گا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

(سورۂ الصّف، آیت ۱۰)

پھر امیر المومنینؑ نے فرمایا: اے بندگان خدا! پرہیز گار بنو اور اپنے پیشوا کے ساتھ جہاد کیطرف بڑھو، اگر اہل بدر کی تعداد کے برابر بھی اصحاب ومددگار ہوتے تو میں حکم دیتا اور وہ اطاعت وپیروی کرتے، اگر میں حرکت کرتا وہ میرے ہمراہ حرکت کرتے تو یقیناً تم سے بے نیاز ہو جاتا اور بہت جلد معاویہ سے جنگ وجہاد کیلئے نکل پڑتا، یہ جہاد فرض اور واجب ہے۔

کلام امیر المومنینؑ

(معاویہ سے جہاد کی سختی کے وقت اصحاب کی سرزنش)

اے لوگو! میں نے تم کو جہاد کی دعوت دی، تم نے حرکت نہیں کی، تم سے بحث ومباحثہ کر کے اپنے نظریہ کو بیان کر دیا، تم سے کوئی جواب نہیں سنائی دیا، میں نے تمہاری اصلاح وکامیابی کا تذکرہ کیا اور لازم وضروری باتیں بتائیں پھر بھی تم نے باتوں پر کان نہیں دھرا، تم بظاہر حاضر وشاہد ہو لیکن جوش وخروش اور حرکت کے آثار دکھائی نہیں پڑتے، میری حکیمانہ گفتگو، قلبی اور خالص وعظ ونصیحت کے مقابل سوائے اعراض ونفرت کے تم سے کچھ دکھا، گویا تم سب گدھے ہو کہ شیر سے فرار کر رہے ہو۔

اے نادان لوگو! میں تم کو ظالموں سے جہاد کیلئے توجہ اور ترغیب دلا رہا ہوں اور ابھی میری گفتگو بھی ختم نہیں ہوئی کہ تم متفرق ہونے لگے، پھر تم اپنی نشست گاہوں کو واپس جا کر حلقہ باندھ کر بیٹھو گے اور اشعار پڑھنے، مثالیں دینے اور مختلف اخبار کے سننے میں مشغول ہو جاؤ گے، اس نشست کے خاتمہ اور متفرق ہونے کے بعد سوائے سوال وجواب اور ذکر اشعار کے کوئی تفکر ومباحثہ نہیں کرو گے۔

اے غافل لوگو! تم نے جہالت ولاابالی پن اور خاموشی وغفلت کو اپنا شعار بنا لیا ہے اور اپنے کو ذکر وبحث، تفکر، وتذکر، تقویٰ وجہاد، دشمنان دین سے جنگ اور حق وحقیقت سے فارغ وجدا کر لیا ہے۔

بہت تعجب ہے کہ تمہارے مخالفین دشمن اپنے باطل اور اپنی خطا پر جمع پھر بھی ایک دوسرے کے ہمراہ ہیں اور نہایت اصرار واستقامت کے ساتھ اپنے تاریک وکج راستہ پر آگے بڑھ رہے ہیں لیکن افسوس کہ تم اپنے راہ مستقیم وجادۂ حق سے منحرف ہو رہے ہو، کیا یہ میرے لئے حیرت وتعجب کا مقام نہیں ہے؟

اے کوفہ کے لوگو! تم اس عورت کے مانند ہو جو حاملہ ہو پھر ایک طرف اس کا بچہ ساقط ہو جائے دوسری طرف اس کا شوہر بھی فوت ہو جائے اور اس کا کوئی نزدیکی وارث بھی نہ ہو اور اس کی زندگی کے خاتمہ پر دور

کے رشتہ دار اس کے وارث ہو جائیں۔

اس پروردگار کی قسم! جس نے دانہ کو شگافتہ کیا، جانداروں کو پیدا کیا، اس کے بعد تمہارے اوپر وہ شخص حاکم بن کر مسلط ہوگا جو ایک آنکھ کا نابینا اور ذلیل و پست ہوگا، وہ جہنم کا مظہر ہوگا تم اس کے دور حکومت میں انتہائی پریشانی و مصیبت اور عذاب و سختی میں زندگی گزارو گے، اس کا قہر و غضب تم سب کو گھیر لے گا اور وہ کسی کو نہیں چھوڑے گا۔

اس کے مرنے کے بعد دوسرا وہ شخص تم پر مسلط ہوگا جو ظالم و ستمگر، خونخوار اور مال جمع کرنے والا اور بخیل ہوگا، اس کے بعد بنی امیہ کے کچھ دوسرے افراد تم پر حکومت کریں گے جو ایک دوسرے کی نسبت لوگوں پر زیادہ مہربان اور ہمدرد نہ ہوں گے، بنی امیہ کے تمام حکمراں سوائے ایک کے سب کے سب ظالم و ستمگر ہوں گے، ان کی حکومتیں خدا کیجانب سے ایک بلا و مصیبت ہے جو اس امت کے شامل حال ہوں گی۔

ہاں حکومت بنی امیہ ایک آسمانی بلا ہے کہ اس حکومت کے سبب تمہارے نیک و صالح لوگ قتل کیے جائیں گے اور ذلیل و پست افراد ان کی اطاعت و بندگی کی طوق اپنی گردن میں ڈال لیں گے، تمہارے اموال و ذخائر کو گھروں اور مزین و مخصوص حجروں سے باہر نکال لے جائیں گے۔

یہ وہ مصائب ہیں جو خدا نے تمہارے واسطہ مقرر کر دیا ہے کیونکہ تم نے اپنی اصلاح میں کوتاہی کی ہے اور اپنے حقوق و امور کو ضائع و برباد کر دیا ہے اور احکام دین مقدس کے رائج کرنے میں سستی اور ڈھیل کر رہے ہو۔

اے کوفہ کے لوگو! میں نے آئندہ کے واقعات و حادثات سے تمہیں آگاہ کر دیا ہے، شاید تم ہوش میں آ کر اپنی خرابکاری و لغزش و سستی کو چھوڑ دو اور دوسرے ہوش و عبرت کے کان رکھنے والوں کو پند و نصیحت کرو، صلاح و حقیقت اور غور و فکر کی دعوت دو گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے کچھ میری طرف جھوٹ کی نسبت دے رہے ہیں جیسا کہ گروہ قریش نے رسول اکرمؐ کیطرف ایسی ہی نسبت دی تھی۔

تم پر وائے ہو! میں خدا کیطرف جھوٹ کی نسبت دوں گا؟ جبکہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اسؐ کی

توحید کا اقرار کر کے اس کی اطاعت و بندگی کی ہے۔ کیا میں رسولِ خدا پر الزام لگاؤں گا؟ جبکہ سب سے پہلے میں نے ان کی دعوت رسالت کو قبول کر کے ان کی باتوں کی تصدیق کی ہے اور آخر وقت تک آنحضرتؐ پر ایمان اور ان کی ہمراہی و نصرت پر قائم رہا ہوں۔

حقیقت امر اس کے خلاف ہے کیونکہ اس بات سے جھوٹ اور فریب کی بو سونگھی جا سکتی ہے اور تم لوگ حیلہ و بہانہ کی احتیاج نہیں رکھتے۔

اس پروردگار کی قسم! جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور حیوانوں کو جان دیا، یقیناً تم آئندہ اور بہت جلد اپنی باتوں کا نتیجہ دیکھو گے، اس وقت اپنی جہالت کے برے انجام میں گرفتار ہو گے اور اپنی بیداری و توجہ و باخبری سے کچھ فائدہ نہ پاؤ گے۔

ناگواری و ناخوشی تمہارے لئے ہو! اے وہ لوگ جو کہ صورت کے لحاظ سے مرد اور سیرت کے اعتبار سے مردانگی کے صفات سے دور ہو، تم از جہت عقل اطفال اور باعتبار عقل و فکر پردہ نشین عورتوں کے مانند ہو، آگاہ ہو جاؤ تم بظاہر حاضر اور ناظر اور بباطن غائب و غافل ہو، اے وہ لوگ جو کہ ظاہراً برابر و متحد اور باطناً مختلف رائے و پراگندہ عقیدے رکھتے ہو، قسم بخدا! وہ شخص کامیاب و غالب نہیں ہو سکتا جو تمہیں اپنی یاری و امداد کیلئے بلائے، اس شخص کا دل آرام نہ پائے گا جو تمہاری راہ میں رنج و غم اور سختیوں کو برداشت کرے، اس شخص کی آنکھ روشن نہ ہو گی جو تم کو اپنے تحت رکھ کر اپنے سایہ میں سکونت و پناہ دے۔

تمہاری باتیں دعویٰ و گفتگو کی منزل میں سخت و محکم پتھروں کو نرم کر دیتی ہیں لیکن عمل کی منزل میں اتنے سست، لاپرواہ اور بہانہ باز ہو کہ تمہارے کمزور دشمن بھی تمہاری حرکات سے جرأت، قوت قلب اور شجاعت پیدا کر لیتے ہیں۔

تم پر افسوس ہے کہ تم نے اپنے مکانات، شہر اور اپنی حکومت کو اپنے دشمن کے قبضہ اور غیروں کے تصرف میں دیدیا، اس کے بعد اب تم کس سرزمین کا دفاع کرو گے اور کس جگہ پر بخوشی و امن زندگی بسر کرو گے؟ اور کس امام و پیشوا کے ساتھ اپنے دشمنوں سے جنگ و مقابلہ کرو گے؟

خدا قسم! وہ شخص فریب خوردہ اور گرفتار مکر ہے جس نے تم سے دھوکا کھایا ہو اور تمہاری مثال ان ٹوٹے ہوئے بیکار تیروں کی طرح ہے جن کا اٹھانا زحمت کے علاوہ کوئی فائدہ اور اثر نہیں رکھتا ہے۔

میں تم سے نصرت کی توقع اور امداد کا انتظار نہیں کرتا اور تمہاری باتوں کی بھی ہرگز تصدیق نہیں کروں گا خداوند عالم سے چاہتا ہوں کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے اور بجائے تمہارے بہتر لوگوں کو میرا رفیق و آشنا قرار دے اور تمہارے لئے بھی مجھ سے بدتر دوست اور حاکم کا انتخاب کرے۔

اے بے وفا لوگو! تمہارا پیشوا و حاکم احکام خدا کی اطاعت کرتا ہے اور تم اس کے دستور و فرمان کے خلاف عمل کرتے ہو، اہل شام کا حاکم خدا کے اوامر کی مخالفت و سرپیچی کرتا ہے اس حالت میں بھی وہ لوگ اس کی اطاعت و پیروی کرتے ہیں، خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ معاویہ مجھ سے صرّافی کا معاملہ اس طریقہ سے کرے کہ بجائے درہم و دینار کے تم میں سے دس افراد کو لے لے اور اپنے اصحاب میں سے اس کے عوض ایک مجھے دیدے!!

بخدا قسم! اے کاش تم مجھے نہ پہچانتے اور میں بھی تمہیں نہ پہچانتا کیونکہ یہی تعارف ندامت و پشیمانی کا سبب بنا ہے تم لوگوں نے میرے سینہ کو غیظ و غضب سے بھر دیا ہے اور اس واقعہ نے مجھ سے مخالفت اور ترک ہمراہی کے سبب مجھے مختل و معطل کر دیا ہے۔

جسارت و بدگوئی نے تمہیں یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ قریش کے کچھ افراد میرے بارے میں کہتے ہیں کہ علیؑ ابن ابیطالب ایک شجاع و بہادر ہے لیکن فنون و علوم جنگ سے نا آشنا ہے۔ خدا انھیں خود جزا دے، کیا ان کے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جو مجھ جیسا جنگوں اور لڑائیوں کا سابقہ و تجربہ رکھتا ہو؟

کیا تمہارے پاس ایسا کوئی شخص ہے جس نے میری طرح جنگوں کی سختیوں اور مصائب کو برداشت کیا ہو اور نہایت صبر و استقامت کے ساتھ آتش جنگ میں کھڑا رہا ہو؟

میں وہی شخص ہوں جس نے بیس سال کی عمر سے قبل میدان جنگ میں قدم رکھا ہے اور آج میرا سن ساٹھ سال سے زیادہ ہو چکا ہے۔

آگاہ ہو، جاؤ خدا کی قسم! میں اسے پسند کرتا ہوں کہ خدا مجھے تمہارے درمیان سے اٹھالے اور میری اس زندگی کا خاتمہ کر کے مجھے مقام رضوان (جنت) میں جگہ عطا کرے، میں تو ہر وقت اپنی موت کا منتظر ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ دن کیوں نہیں آتا جب اس امت کا شقی ترین شخص میری داڑھی کو میرے خون سے رنگین کردے کیونکہ یہ وہ قرارداد ہے جس کا رسول خدا نے مجھ سے عہد لیا ہے۔

آخر وہ ناامید و محروم ہوگا جو جھوٹ و افترا پردازی کرے اور کامیابی و نجات وہ پائے گا جو پرہیز گار بن کر نیکیوں کی تصدیق کرے۔

اے کوفہ کے لوگو! میں نے تم کو اس گروہ سے جنگ کیلئے شب و روز اور ظاہر و باطن میں بلایا اور تم سے بار بار کہا کہ اس گروہ سے جنگ میں پیش قدمی کرو کیونکہ ہر جمعیت نے اپنے گھروں کے اندر اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے جنگ کی ہے اور خواہ نخواہ ذلیل و خوار ہوئے ہیں، تم سب نے آسان سمجھ کر میری یاری و ہمکاری سے ہاتھ کھینچ لیا اور میری پیش نہاد کو گراں و سنگین شمار کیا اور اس امر کو اپنی نظر میں دشوار و سخت جان کر میری باتوں کو پس پشت ڈال دیا۔ یہاں تک کہ ہر طرف سے تمہارے اوپر یلغار و غارت ہوئی اور تمہارے درمیان برے و قبیح اعمال اور منکرات پھیل گئے اور تم ایسے ہی صبح و شام سخت تر مصائب و آلام میں گرفتار ہو گئے، جیسے کہ تمہارے پہلے لوگ اپنے پیشواؤں کے اوامر کی مخالفت سے ظالموں اور ستمگروں کی سختیوں اور پریشانیوں میں مبتلا رہے، خدا نے ان کے بارے میں فرمایا وہ تمہارے بچوں کو قتل کرتے، تمہاری عورتوں کو اپنے تصرف میں لاتے اور تم اپنے پروردگار کیطرف سے سخت اور بڑی مصیبت میں مبتلا تھے۔

اے کوفہ کے لوگو: جان لو کہ اس خدا کی قسم جس نے دانہ کو پیدا کیا اور انسان کو خلق کیا یقیناً تم پر وہ نازل ہوا جس کا میں نے وعدہ کیا تھا، میں نے تم کو مسلسل قرآن مجید کے مواعظ کے ذریعہ پند و نصیحت کی لیکن قرآن کی باتوں کا تمہارے سخت دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوا، میں نے اپنے تازیانہ سے تمہاری تادیب و تنبیہ کی پھر بھی معمولی سی استقامت و رعایت اور توجہ تم میں پیدا نہ ہوئی۔

ہاں تمہاری اصلاح سوائے شمشیر کے دوسری چیزوں سے نہیں ہوسکتی، میں تمہاری اصلاح حال سے

عاجز ہوں، مگر یہ کہ اپنے کو تمہارے خیر وصلاح کی خاطر قربان وفدا کردوں، لیکن جان لو کہ خداوند عالم تمہارے اوپر ایک ایسے سخت وبدرفتار بادشاہ کو مسلط کرے گا جو نہ تو تمہارے فرزندوں پر رحم کرے گا اور نہ تو بزرگوں کا احترام کرے گا اور نہ ہی تمہارے علماء ودانشمندوں کی عزت باقی رکھے گا اور نہ ہی مسلمانوں کے بیت المال کو عدل وانصاف سے تقسیم کریگا۔ تم لوگوں پر ایسی حکومت مسلط وغالب ہوگی کہ جس سے تم پر زدو کوب اور لعن وطعن واقع ہوگی، وہ تم کو ذلیل وخوار کرے گی، تمہیں میدان جنگ کیطرف لے جائے گی، راہیں تم پر مسدود کرے گی، تمہیں خیریت ودیدار اور ملاقات سے محروم کردے گی، تمہارے درمیان ایسا طبقاتی اختلاف ایجاد کردے گی کہ ضعیف وبے دست وپا لوگ قوی وتوانا اشخاص کے ظلم وستم کے نیچے نیست ونابود ہو جائیں گے۔

ہاں خدوند متعال ظالمین کو اپنی رحمت اور اپنے لطف سے دور اور محروم رکھے گا، خدا سے روگردانی کرنے والوں کیلئے بہت کم اتفاق ہوتا ہے کہ وہ توفیق وتوجہ اور عبادت کی بلندی پیدا کرلیں۔ آج تم خواب غفلت اور حیرانی وپریشانی میں ہو، میں اپنا وظیفہ سمجھتا ہوں کہ تمہاری غفلت اور تمہارے اشتباہ کو دور کروں اور تمہاری رہنمائی ونصیحت سے دریغ نہ کروں۔

اے کوفہ کے لوگو! میں تمہاری معاشرت ودوستی سے تین امور اور دوسری دو چیزوں میں مبتلا ہوں وہ تین باتیں یہ ہیں۔ تم کان رکھتے ہوئے بھی بہرہ ہو، تم آنکھ رکھتے ہوئے بھی نابینا ہو، زبان رکھتے ہوئے بھی گونگے ہو، تمہارے کان اور تمہاری آنکھ وزبان کا تمہاری زندگی میں کوئی فائدہ نہیں۔

وہ دو چیزیں یہ ہیں، تمہاری بھائی چارگی ودوستی وقت حاضر میں صدق وصفا اور حقیقت کی بنا پر نہیں ہے امتحان ومصیبت کے وقت تم پر اعتماد واطمینان نہیں کیا جاسکتا۔

پروردگارا! میرا ان لوگوں سے دل تنگ ہوگیا ہے اور یہ لوگ بھی مجھ سے بیزار ہوگئے ہیں، میں ان لوگوں سے تھک گیا اور یہ مجھ سے ملول ہوگئے ہیں۔

خداوندا! اس جمیعت کے امیر وحاکم کو ان سے راضی نہ رکھنا اور ان کو بھی ان کے امیر وحاکم سے خوش نہ

رکھنا، ان کے دلوں کو خطرات و دہشت سے پانی پانی کردے، جس طرح نمک رطوبت سے پانی پانی ہوجاتا ہے۔

اے لوگو! جان لو اگر ممکن ہوتا اور کرسکتا تو تم سے قطع تعلق کرلیتا، ہرگز تم سے بات نہ کرتا اور تم لوگوں کو کوئی بھی حکم نہ دیتا اور اسی پر عمل کرتا کیونکہ تمہاری ہدایت و نجات کیلئے جو کرسکتا تھا وہ میں نے کیا اور تمہاری ملامت و سختی میں بھی اصرار و مبالغہ کیا اور اب میں اپنی زندگی سے سیراب ہو چکا ہوں۔ کیونکہ اپنی نصیحتوں اور کوششوں کے نتیجہ میں سوائے مسخرہ پن کے تمہاری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تم راہ حق سے منحرف ہوکر باطل کیطرف مائل ہو، دین خدا ہرگز ہرگز ہوئی پرست اور اہل باطل سے قوت نہیں پاسکتا، میں اطمینان رکھتا ہوں کہ تمہاری طرف مجھے سوائے ضرر و نقصان کے کچھ ملنے والا نہیں ہے۔

میں تمہیں دشمنوں سے جہاد و مبارزہ کی دعوت دیتا رہا اور تم نے اپنے گھروں میں بیٹھ کر مجھ سے تاخیر کی درخواست کرتے رہے جیسے کہ قرضدار اپنے قرض کی اداءگی کے وقت آج کل کیا کرتا ہے۔

اگر گرمی کے موسم میں جہاد کیلئے بلاتا ہوں تو تم گرمی کی شدت کا بہانہ کرتے ہو، اگر سردی کے موسم میں جہاد کا حکم دیا جاتا ہے تو سردی کی سختی کا عذر کر کے پیچھے ہٹتے ہو لیکن یہ سب مکر و حیلہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ تم جنگ و جہاد سے بھاگ رہے ہو، حالانکہ موسم کی گرمی سے بچ رہے ہو جبکہ تلوار کی گرمی زیادہ ہوگی اور دشمنوں کے تیز و گرم حملوں کے مقابل تمہاری عاجزی و کمزوری بڑھ جائیگی۔

﴿اناللّٰہ وانّا الیہ راجعون﴾

اے اہل کوفہ! مجھ تک ایک وحشت ناک خبر پہنچی ہے کہ ابن غامد نے اپنے چار ہزار شامی لشکر کے ساتھ ہماری سرحد پار کر کے سرزمین انبار پر حملہ کردیا ہے اور لوگوں کے اموال کو لوٹ لیا ہے، کچھ صالح و متدین افراد کو قتل کردیا ہے، اہل انبار کے ساتھ اس نے ایسا سلوک کیا جیسا خزر اور روم کے لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں، گویا وہ مسلمان نہیں اور ان کا خون و مال حلال سمجھ لیا ہو۔

میرے عامل و گورنر کو بھی ابن غامد نے شہر انبار میں قتل کردیا ہے اور اس شہر کو اپنے لوگوں کیلئے مباح

کر دیا ہے، خداوند عالم ان مقتولین کو بہشت بریں میں جگہ دے۔

مجھے اطلاع ملی ہے کہ کچھ اہل شام نے ایک مسلمان عورت اور ایک کافر ذمی عورت کی عزت وحرمت پر بھی ظلم وتعدی کی ہے انھوں نے ان کی روسری، گوشوارہ، زیور و پازیب اور ان کے لباس، سر، کان او۔ ہاتھ و پیر کے تمام زیورات کو بھی چھین لیا، وہ مسلمان عورت ان کے ظلم کے مقابل سوائے آیت استرجاع و آرزوئے مرگ اور مسلمانوں سے طلب امداد کے کچھ نہیں کہتی تھی۔

افسوس! کوئی بھی اس کی فریاد کو نہ پہنچا اور کسی نے اس کی مدد بھی نہ کی۔

اگر کوئی اس حادثہ کے شدید افسوس اور انتہائی تاثیر میں مر بھی جائے تو میرے نزدیک لائق ملامت و مذمت نہیں ہے بلکہ نیکوکار و درست کار رہوگا، کتنا تعجب ہے کہ دوسرے اپنے باطل پر مجتمع و متفق ہیں اور تم حق پر ہوتے ہوئے بھی متفرق و منتشر ہو۔

تم لوگ خود اپنے دشمنوں کے تیر کا نشانہ بنتے ہو اور دشمنوں کیطرف تیر نہیں پھینکتے، تمہارے دشمن مسلسل جنگ وحملہ اور تجاوز کر رہے ہیں لیکن تم خاموش و آرام سے بیٹھے ہو اور احکام خدا کی مخالفت و نافرنی نے بالکل ظاہری صورت اختیار کر لی ہے اور تم دیکھ رہے ہو، تمہارے ہاتھ خسارہ اور فقر وفاقہ میں دھنس جائیں،

اے وہ لوگو! جو ان اونٹوں کیطرح ہو جو بے مالک کے ہوں کہ ایک طرف جمع اور اکٹھا ہوتے ہیں تو دوسری طرف سے پراگندہ و منتشر ہوتے ہیں۔

امیر المومنینؑ کا معاویہ سے احتجاج

(معاویہ کے خط کا جواب دیتے ہوئے)

اما بعد! میں نے تمہارا خط پڑھا، تم نے لکھا ہے کہ خداوند متعال نے پیغمبر اکرمؐ کو تبلیغ دین کی خاطر لوگوں کے درمیان مبعوث کیا اور ان کے اصحاب و انصار کے ذریعہ آنحضرتؐ کی تائید فرمائی۔

تیری طرف سے تعجب انگیز اظہارات اور بیانات نے ہمارے دلوں کو حیرت و تعجب میں ڈال دیا ہے، جیسا کہ تو نے خدا کی ان نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو اس نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ ہم کو دی ہیں اور تیری باتیں شہر ہجر (جہاں کھجوریں کثرت سے پیدا ہوتی ہیں) لے جانے کے مانند ہیں یا اپنے استاد کو تیر اندازی سکھانے کے مثل ہے جو فن کا استاد اور ماہر ہو، ہم خاندان نبوت خدا کی اسی رحمت و نعمت اور لطف کا مرکز ہیں۔

تو نے لکھا کہ رسول اکرمؐ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل فلاں فلاں ہیں اس بارے میں بھی اگر تیری بات صحیح و درست ہو تو اس کا معمولی سا فائدہ اور اثر بھی تم تک نہیں پہنچے گا اور اس کا تم سے کوئی تعلق و رابطہ بھی نہیں ہے۔

اور ایسے ہی غلط و بطلان کی صورت میں تم کو فاضل و مفضول اور رئیس و مرؤس سے کیا کام، آزاد شدہ اور ان کے بیٹوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ مہاجرین و انصار کے درمیان فرق کر کے ان کے درجات کو معین کریں یہ کام تیرے جیسے لوگوں سے بہت دور ہے، تیرا عمل اس تیر کے مانند ہے جو آواز کرتا ہو لیکن معین شدہ اور مطلوب تیر میں سے نہ ہو اور صدا کے لحاظ سے بھی مختلف ہو اور تم اس شخص کے مثل ہو جو دوسروں کے بارے میں حکم کرنا چاہتا ہو لیکن خود محکوم ہو۔

اے انسان کیا تو اپنے لنگ و کم و زیاد پیروں کے ساتھ راستہ چلنا نہیں چاہتا؟ کیا تو اپنے ہاتھوں کی کمی و کوتاہی کو نہیں جانتا؟ کیا اپنے حقیقی مقام و مرتبہ پر اکتفا نہیں کرنا چاہتا؟ تجھ سے کیا مطلب کہ مغلوب کون

ہے اور غالب وقاہر کون ہے؟ تو خود حیرت وضلالت میں مضطرب اور راہ حق وحقیقت سے منحرف ہے، میں اپنا تعارف اور اپنے فضائل سے باخبر کرانا نہیں چاہتا لیکن پروردگار کی نعمتوں کے شکر گزاری کے طور پر کہتا ہوں کہ کچھ مہاجرین راہ خدا میں شہید ہوئے ہاں ان میں سے ہر ایک کیلئے بہت اچھا اجر اور اچھی جزا ہے، یہاں تک کہ میرے چچا جناب حمزہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے ان کو سید الشہداء کہا جاتا ہے، رسول خدا نے ان پر ستر تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھی آنحضرتؐ کے مددگاروں میں سے کچھ کے ہاتھ دشمنوں سے جہاد کرتے ہوئے کاٹے گئے وہ سب فضل وثواب کے مالک ہیں لیکن جب میرے بھائی جعفر ابن ابیطالب کے ہاتھ کٹے تو ان کو جنت کا طیار اور ذوالجناحین کہا گیا، اگر کسی کا خود اپنی تعریف وتوصیف کرنا خدا کے نزدیک قبیح ومبغوض نہ ہوتا تو میں اپنے کچھ فضائل ومناقب بیان کرتا کہ مومنین ان حقائق ومعارف سے آگاہ ہو جاتے اور سننے والے استفادہ کرتے۔

تم اپنے پاس سے اس شخص کو دور کر دو جسے شکار کی لالچ اور مادی فائدہ نے راہ راست وحقیقت سے منحرف کر دیا ہے، متوجہ رہو کہ ہم نے تو بالکل سیدھے خدا کی تربیت وتوجہ کے تحت رشد و پرورش پائی ہے لیکن دوسرے تمام لوگوں کو ہم سے تربیت و پرورش ملتی ہے، لیکن تمہارے ساتھ ہماری ہمنشینی ومعاشرت اور لوگوں کے کفو کے طور پر تمہیں اپنی لڑکیوں کا دینا اور تمہاری لڑکیوں کا لینا ہماری اصل عزت وشرافت اور ذاتی منزلت ومقام کے لئے منافی نہیں ہے۔

کیسے ممکن ہے کہ ہم تمہارے جیسے ہو جائیں جبکہ ہمارے خاندان کے ایک فرد پیغمبر خدا ہیں اور ان کے مقابلہ میں تمہارے پاس ابوسفیان اور دوسرے لوگ ہیں جو تکذیب رسالت کرتے اور آنحضرتؐ سے جنگ ودشمنی کرتے تھے۔

ہمارے پاس حضرت حمزہ ہیں جو اسد اللہ ہیں اور ان کے مقابل تمہارے پاس اسد الاحلاف (زمینداروں کا شیر) ہے، ہمارے خاندان میں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں، ان کے مقابل تمہارے پاس دوزخ کے بچے ہیں، دنیا کی بہترین خاتون ہمارے درمیان ہیں اور اس کے مقابل تم میں حمالۃ

الحطب زوجہ ابولہب ام جمیل ہے۔

خاندان بنی امیہ کی پستیوں کے مقابل ہمارے خاندان کی بلندیاں اور خصوصیات وامتیازات بہت زیادہ ہیں ہماری فضیلت و برتری کے اسباب ابتداء اسلام سے ہی معلوم و روشن ہیں اور ہماری خاندانی عظمت وشرافت اورامتیازات عہد جاہلیت میں بھی قابل انکار نہ تھے۔

کتاب خدا میں ہمارے جداگانہ مختلف صفات جمع ہیں، خدا فرماتا ہے کہ:

﴿اولوا الارحام بعضهم اولیٰ ببعض کتاب الله﴾ صاحبان قرابت میں سے دوسروں کی نسبت کچھ اوّلیت اور قربت رکھتے ہیں کہ جو خدا نے اپنی کتاب میں لکھ دیا ہے۔

پھر خدا فرماتا ہے کہ ابراہیمؑ کے قریب ترین لوگ وہ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور خود خدا مومنین کا ولی ہیں۔

پہلی آیت کے مطابق قرابت کے لحاظ سے ہم رسولؐ خدا کے سب سے زیادہ نزدیک ہیں اور دوسری آیت کے لحاظ سے اطاعت وایمان کے اعتبار سے ہم سب پر اولیت رکھتے ہیں۔

تم تو معلوم ہو کہ سقیفہ کے دن مہاجرین کا تنہا استدلال واحتجاج انصار کے سامنے یہی رسول اکرمؐ کی قرابت تھی اور یہی وہ بات تھی کہ جس نے انصار کو خاموش اور لاجواب کر دیا۔

جب مہاجرین کا استدلال انتخاب خلیفہ کیلئے قرابت رسولؐ کے لحاظ سے صحیح ہے تو یہ ہمارے فائدہ میں ہے اور ہمارے حقوق کو ثابت اور زندہ کرنے والا ہے کیونکہ ہم رسول کریم کے قریب ترین لوگوں میں ہیں، اگر مہاجرین کا استدلال باطل وکمزور ہے تو حق انصار کو دیا جائے یا کم از کم اتنا ماننا چاہئے کہ انصار کا دعویٰ اب بھی باقی ہے اور ان کا کافی وصافی جواب نہیں دیا گیا۔ تم نے لکھا کہ میں نے خلفاء ثلاثہ سے حسد کیا اور ان کے حق میں راہ بغض وعداوت اختیار کیا ہے، اگر تمہاری یہ بات حقیقت ہو تو میرا عمل تم سے مربوط نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں تم پر کوئی ظلم وتجاوز نہیں ہوا ہے کہ مجھ سے باز خواست کرو اور میں تمہیں قانع کروں اور اپنے عمل کا عذر تمہارے سامنے پیش کروں۔

بقول شاعر(ترجمہ): یہ وہ نقص وعیب ہے جس کے نقصان وذلت سے تم دور ہو۔

تو نے لکھا ہے کہ خلفاء ثلاثہ کی بیعت کرنے کیلئے ایسے کھینچتے لے گئے، جیسے اونٹ کو قابو میں کرنے کیلئے ناک میں نکیل ڈالی جاتی ہے، اس طرح تو مجھے چھوٹا اور داغدار بنانا چاہتا ہے۔

درحقیقت تو میری مدح وثنا کررہا ہے اور خود اپنی ذلت ورسوائی کا اقرار کرتا ہے، مرد مسلمان کیلئے مظلوم ہونا نقص وعیب نہیں ہے، جب تک کہ اس کے دین میں خلل وکمزوری اور اس کے یقین وایمان میں ضعف وشک پیدا نہ ہو، یہ جملہ میرے دعویٰ کیلئے ایک برہان وحجت ہے مگر ان اشخاص کیلئے جو صاحب عقل وفہم اور صاحبان انصاف ہوں، یہ چند جملے جو کہے گئے وہ ناچار ضرورت اور حادثات کے سبب ضروری ولازم تھے۔

تو نے لکھا ہے کہ میں نے عثمان پر ظلم وجفا کی، ہاں مجھے اس کا جواب دینا چاہئے کیونکہ عثمان ابن عفاؔن سے تیری رشتہ داری ہے اور اس بارے میں بات کرنے کا حق رکھتا ہے۔

لیکن تجھے سوچ سمجھ کر طے کرنا چاہئے کہ عثمان پر میں نے جفا کی یا تو نے؟ اس کی امداد ونصرت کی خاطر میں نے اقدام کیا اور اس نے خود مجھے بیٹھے رہنے، سکوت کرنے اور عدم مداخلت پر مجبور کیا اور اپنے رشتہ داروں خصوصاً تجھ سے نصرت ومدد طلب کی لیکن تم نے اس کے کہنے کے مطابق کاہلی، سستی اور تاخیر کی یہاں تک کہ وہ اپنے مقدر کے حوالہ ہوگیا اور جو ہونے والا تھا اس تک پہنچ گیا، ایسا نہیں ہے جیسا تم تصور کررہے ہو۔

اس خدا کی قسم جو ان لوگوں کے حال سے آگاہ ہے جنھوں نے اپنے امور میں سستی کی اور اپنے اصحاب واطراف کو بھی خیر اور وظائف دینی کی انجام دہی سے روکے رکھا اور میدان جنگ میں بہت کم اترے۔

اس جہت سے میں عذر نہیں کرنا چاہتا کہ کچھ تازہ امور اور جدید اعمال کے بارے میں، میں نے عثمان بن عفاؔن سے عیب جوئی کی، اگر میرا گناہ یہی ہے کہ خیر وصلاح کو بیان کردیا اور اسے نیکی وخوبی کیطرف

ارشاد و ہدایت کی تو کوئی بات نہیں ہے، بہت سے ایسے افراد ہیں جو نصیحت و خیر خواہی پر اصرار کرتے ہیں اس کے نتیجہ میں سوائے تہمت و بد بینی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اصلاح امور کے علاوہ میرا کوئی مقصد نہیں تھا اور خدا سے توفیق کا خواستگار تھا، مجھے صرف اسی پر توکل تھا، بس تو نے لکھا ہے کہ میرا چارہ اور میری مددگار صرف تلوار ہے، تیری اس بات سے سننے والے رونے کے بعد تیری حالت پر ہنسیں گے۔

تجھے عبد المطلب کی اولاد کے بارے میں کہاں سے معلوم ہوا کہ میدان جنگ میں دشمنوں کے مقابلہ سے ڈر گئے ہوں اور تلواروں سے مضطرب و پریشان ہوئے ہوں۔

شعر کا ترجمہ: ذرا ٹھہرو! تا کہ مرد شجاع بنام ,,حمل،، میدان جنگ میں آجائے۔

جسے تو نے بلایا ہے اور جس کے مقابل ہو، بہت جلد تمہارے ہاتھ آجائے اور

جسے دور شمار کرتے ہو وہ تم سے نزدیک ہو جائے گا۔

میں بہت جلد انصار و مہاجرین اور ان کے تابعین کا ایک لشکر اپنے ہمراہ لے کر تیری طرف آنے والا ہوں جو اتنا بڑا ہوگا کہ ان کے پیروں کی گرد و غبار بیابانوں کی فضا کو گھیرے گی، اس کثیر تعداد کو جان کی پرواہ نہیں ہوگی وہ صرف خداوند متعال کی ملاقات کی آرزو کے پورا ہونے کے منتظر ہیں اس جمیعت کے ہمراہ وہ طاقتور جوان ہوں گے جو جنگ بدر کے دلیروں اور بہادروں کی نسل سے ہیں اور ان شمشیروں اور نیزوں کے ساتھ جو ہاشمی جوانوں، بہادروں کے ہاتھوں میں ہوگی، تو ان تلواروں کی کارکردگی اور کاٹ سے باخبر ہے جو تمہارے بھائی، دادا، چچا، ماموں اور دوسرے رشتہ داروں پر جنگ بدر میں چلی تھیں۔

﴿**وماھی من الظالمین ببعید**﴾ یہ ظالمین سے دور نہیں ہے۔

امیرالمومنینؑ کا خط معاویہ کے نام

(معاویہ کا جواب اور بنی امیہ کی برائیاں)

اما بعد: ہم پہلے ایک دوسرے سے ارتباط اور الفت ومحبت رکھتے تھے، پھر خدا نے اپنے رسولؑ کے ذریعہ دین مقدس اسلام کو ظاہر کیا، ہم اسلام وایمان لا کر احکام وقوانین خدا پر عمل پیرا ہو گئے اور تم نے مخالفت، کفر وطغیان اختیار کیا بہت دنوں تک رسول اکرمؐ کی دشمنی وعداوت پر کمر بستہ رہے، اس طریقہ سے ہمارے اور تمہارے درمیان اختلاف وتفرقہ پیدا ہو گیا۔

بیس سال کی مخالفت وعداوت کے بعد جب قوم کے سرداروں اور قریش کے بزرگوں نے اسلام قبول کر لیا اور مسلمان ان کے حالات پر غالب ومسلط ہو گئے اور مملکت حجاز کے شہر مسلمین کے ہاتھوں فتح ہو گئے تو ہم نے بھی جبراً قہراً دین اسلام کو بظاہر قبول کر لیا، اس کے بعد بھی استقامت، درستی وصحت عمل تجھ سے دکھائی نہیں دی اور ہمیشہ فتنہ انگیزی وفساد اور نفاق پر باقی رہے۔

تمہارا کہنا ہے کہ میں نے طلحہ وزبیر کو قتل کیا اور عائشہ کی زندگی برباد کی اور کوفہ وبصرہ کے درمیان ایک لشکر گاہ اہل بصرہ سے جنگ کیلئے ترتیب دی، یہ وہ موضوع ہے جس کا تم سے کوئی ربط نہیں اور اس کے بارے میں تم بحث ومباحثہ اور سوال وجواب میں وارد نہ ہو کیونکہ اس معاملہ میں تم نے ضرر ونقصان نہیں دیکھا ہے کہ حق سوال واعتراض رکھو۔

تو نے لکھا ہے کہ کچھ انصار ومہاجرین کے ساتھ تم سے جنگ کروں گا، افسوس کہ تمہارے تمام اصحاب واطراف طلقاء (جنھیں رسولؐ نے فتح مکہ کے موقع پر آزاد کیا تھا) اور ان افراد میں سے ہیں جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے جس دن تیرا بھائی گرفتار ہوا اس دن موضوع ہجرت ہمارے درمیان سے اٹھا لیا گیا، اگر بہت جلدی ہے تو تھوڑا صبر کر لو اور ہوشیار ہو جاؤ میں ایک لشکر انبوہ کے ساتھ تمہارے پاس آؤں تو بہت

مناسب اور اچھا ہے کیونکہ خدائے متعال میرے ذریعہ تجھ سے انتقام لے کر تیرے اعمال زشت کی سزا دے گا اور اگر تم اس طرف حرکت کرو تو ایسا ہو گا جیسا بنی اسد کے شاعر نے کہا ہے۔

ترجمہ: گرمی کی وہ تیز و تند ہوائیں آ رہی ہیں جو صحرا، بیابانوں کے پتھروں سے ان کے چہروں پر ماریں گی اور صحرا کے نشیب و فراز میں سرگرداں و متحیر ہوں گے۔ میرے پاس وہ تلوار موجود ہے کہ میں نے جس کے مزے تیرے جدّ، چچا اور تیرے بھائی کو جنگ بدر میں چکھا چکا ہوں، خدا کی قسم! تیرا قلب محجوب اور تیری عقل ضعیف و سست ہے تیری حالت اس شخص کے کتنی موافق ہے جو سیڑھی سے اوپر چڑھا ہو اور اس بلندی نے اسے ایک خوف و خطرناک جگہ سے کودنے پر مجبور کر دیا ہو۔

تو اس چیز کی تلاش میں ہے جو تیری گمشدہ نہیں ہے اور تجھے ایسے امر بزرگ کا دعویٰ بھی نہیں کرنا چاہئے، تو نے دوسروں کے حق میں تجاوز کیا اور چرندوں کے چرانے میں مشغول ہے جو دوسروں کا ہے اور اس ناجائز عمل و فعل سے بہرہ مند ہونا چاہتے ہو، تو نے ایک ایسے بلند مقام کو غصب کیا ہے جس کا تو کسی لحاظ سے بھی اہل نہیں اور تم اس مقام و منصب کی کسی طرح بھی لیاقت و صلاحیت نہیں رکھتے، تمہاری رفتار و گفتار میں کتنا فرق اور فاصلہ ہے، تیرے قبیح اعمال اور ناہنجار افعال تیرے دعویٰ سے معمولی سی بھی موافقت نہیں رکھتے، تیری حالت تیرے چچا اور ماموں کی حرکات و رفتار سے مشابہ ہے تجھے سوء اعمال اور شقاوت قلبی و سستی کے نتیجہ میں ملی ہے اور روز بروز ان کا انکار و کفر اور مخالفت رسولؐ اور ان کا بغض و انحراف بڑھتا ہی گیا۔

آخر کار بدترین وضع سے ایک معرکہ پیش آیا جس میں وہ سب اسلام کے زبردست پہلوانوں کی تیز تلواروں سے ہلاک ہو گئے، درعین حال وہ سب اپنی زندگی اور تیز سرگرمیوں میں نہ اپنے مقام محترم کا دفاع کر پائے اور نہ ہی حادثہ ناملائم سختی کو روک سکے۔

ہاں قاتلین عثمان کے تعاقب پر تمہارا اصرار! اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے بغض و طغیان و سرکشی کو چھوڑ دو اور دوسروں کی طرح مسلمانوں کے پیشوا کی بیعت کرو، پھر ان اشخاص کو معین کرو جو تمہارے دعویٰ

کے ملزم ہیں پھر میرے پاس ان لوگوں سے محاکمہ ومکالمہ کرو، ہاں میں تمہارے درمیان کتاب خدا کے مطابق فیصلہ کروں گا، شام کی حکومت باقی رکھنے یا قاتلین عثمان کے حوالہ کرنے کی جو تم خواہش رکھتے ہو، یہ پیش نہاد وگزارش ایک دھوکہ اور اس بچہ کو فریب دینے کی طرح ہے کہ اسے دودھ سے جدا کر دیا گیا ہے اور پھر دودھ سے منصرف کرنا چاہتے ہیں تیری باتیں بالکل بچگانہ اور عامیانہ ہے اور ممکن نہیں ہے کہ میں ان سے دھوکا کھا جاؤں۔

امیرالمومنینؑ کا دوسرا خط معاویہ ابن ابوسفیان کے نام

بہت تعجب ہے کہ تو ہویٰ وہوس کی پیروی میں کتنا مُصر ہے، عزت بنانے، بدعت ایجاد کرنے اور بے بنیاد امور میں پائدار واستقامت پذیر ہے اور مسلسل حیرت وضلالت کے مراحل میں حقایق کی بربادی وتباہی میں اوراحکام واصول الٰہی کے ختم کرنے میں مشغول ہے۔

تو آسمانی ادیان کے اصول وحقایق کی بنیاد کواپنی ست وناپاک انگلیوں کے ذریعہ صفحہ روزگار سے محو کرنا چاہتا ہے، جبکہ ایسا ہرگزنہیں کرسکتا۔

عثمان وقاتلین عثمان کے بارے میں تیری تکراری باتیں! اس بارے میں سب جانتے ہیں کہ تو کسی کی یاری وطرفداری وہاں کرتا ہے جہاں تیرا فائدہ ہوتا ہے اور اس دن تو اسے تنہا چھوڑ دیتا ہے جس دن نصرت وہمراہی اس کیلئے مؤثر اورنفع بخش ہوتی ہے۔

معاویہ کا نوشتہ اور جواب امیر المومنینؑ

(بعض فضائل کیطرف اشارہ)

ابو عبیدہ روایت کرتے ہیں کہ معاویہ نے امیر المومنینؑ کے پاس خط لکھا، اس نے اس نامہ میں درج کیا تھا کہ میرے فضائل بہت ہیں میرا باپ دور جاہلیت میں بزرگ وسردار تھا اور ظہور اسلام کے بعد آج میں سلطنت وحکومت کا مالک ہوں میں رسولؐ خدا کا رشتہ دار اور مومنین کا ماموں ہوں (کیونکہ ام حبیبہ زوجۂ رسول اکرمؐ اس کی بہن ہیں) اور میں کاتبان وحی میں سے ہوں۔

امیر المومنینؑ نے اس خط کا جواب دیا! کیا ہندہ جگر خوار کا بیٹا فضیلت وشرف کے لحاظ سے مجھ پر فضیلت وبرتری لے جانا چاہتا ہے، اے میرے لال اس کو لکھو کہ پیغمبرؐ خدا از نظر روحانی میرے بھائی ہیں اور از نظر ظاہر میرے چچا کے بیٹے ہیں اور ہم ایک ہی شاخ سے نکلے ہوئے ہیں، حمزہ ابن عبد المطلب سید الشہداء میرے چچا ہیں۔

جعفر ابن ابو طالب جو ملائکہ کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں میرے بھائی ہیں۔ دختر رسولؐ خدا فاطمہؑ میری زوجہ اور ہمراز ہیں، ہم دونوں اتنا قریب ہیں گویا کہ میرے جسم کا گوشت وخون ان کے گوشت وخون سے مخلوط ہے، سبطین رسول اکرمؐ جن کی ماں فاطمہ ہیں دونوں میرے فرزند ہیں، تم میں سے کون ہے جو میرے اتنے فضائل رکھتا ہے؟

میں تم سب پر اسلام اور ایمان میں سبقت رکھتے ہوئے رسولؐ خدا کا گرویدہ ہوا، درانحالیکہ ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا، میں نے آنحضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھی جبکہ ابھی بچہ تھا، آنحضرتؐ کی رسالت کا اعتراف کیا جبکہ شکم مادر میں جنین تھا، میں وہ شخص ہوں کہ رسول اکرمؐ نے غدیر خم کے دن منصب ولایت کو میرے لئے ثابت ومعین کیا اور تمام مسلمانوں سے اس کے بارے میں عہد وپیمان لیا۔

وائے ہو وائے !! اس شخص پر جو خدائے متعال سے ملاقات کے وقت میرے حق کے ظالموں اور غاصبوں میں محسوب ہو، میں وہ شخص ہوں جس کا انکار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ جنگ و صلح کے وقت میرے برجستہ کام فراموش نہیں ہو سکتے۔

معاویہ نے جب یہ خط پڑھا، تو کہا اسے پوشیدہ رکھو، خدا نہ کرے وہ اس کیطرف مائل ہو جائیں۔

قتل عمار ابن یاسر کے بارے میں

امام صادقؑ سے روایت ہے کہ جب عمار یاسر جنگ صفین میں شہید ہوئے، تو کچھ اہل شام کے درمیان اضطراب و تزلزل پیدا ہوا، اور رسول اکرمؐ کے قول کو ایک دوسرے سے نقل کرنے لگے کہ عمار کو ایک باغی اور ظلم و ستم کرنے والا گروہ شہید کرے گا۔

پس عمرو عاص نے معاویہ کو خبر دی کہ لوگ مضطرب ہو رہے ہیں، اور ان میں ہیجان پیدا ہو گیا ہے! معاویہ نے پوچھا! کیوں؟

عمرو عاص! شہادت عمار کے سبب۔

معاویہ: ان کا قتل کیا خصوصیت رکھتا ہے؟ عمرو عاص:

رسولؐ خدا کے فرمان سے جو آنحضرتؐ نے قاتلین عمار کے بارے میں پیشین گوئی کی تھی۔ معاویہ نے کہا تم اس حقیقی مطلب سے دور ہو، بغیر دلیل بات کرتے ہو، ہم قاتل عمار نہیں ہیں، قاتل عمار وہ شخص ہے جس نے ان کو ان کے گھر سے باہر نکال کر تلواروں اور نیزوں کے درمیان ڈال دیا۔ یہ گفتگو حضرت امیر المومنینؑ کے کانوں تک پہنچی، تو آپ نے فرمایا: اس صورت میں تو جناب حمزہؓ کا قاتل رسولؐ خدا کو کہنا چاہئے، کیونکہ جناب حمزہ آنحضرتؐ کے حکم سے میدان جنگ میں حاضر ہوئے تھے۔

عمرو عاص کے نام امیر المومنینؑ کا خط

تو نے اپنے دین کو اس شخص کی دنیا کے تابع قرار دیا ہے جس کی ضلالت و گمراہی روشن و واضح ہے جس کا حیا، شرم اور شرافت و بندگی کا پردہ پھٹا ہوا ہے، جس کی ہمنشینی و مجالست شریف و محترم شخص کو داغ دار و معیوب بنا دیتی ہے، جس سے ملاقات و ہمنشینی مرد عاقل کو بے وقوف و بے خبر بنا دیتی ہے اور تو نے اسی کی پیروی کی ہے، تو اس کتے کی مانند ہے جس کی للچائی نگاہ ہمیشہ شیر کے پنگلوں اور اس کے باقی شدہ، جھوٹے لقموں کے انتظار میں لگی ہو، تو دسترخوان کی اضافی اشیاء اور اس کی بچی ہوئی لذتوں سے استفادہ کرنا چاہتا ہے۔

تو نے اپنی دنیا و آخرت کو باطل و بیکار کر دیا ہے، اگر راہ حق پر قدم اٹھاتا اور حقیقت سے منحرف نہ ہوتا تو اپنے مطلب اور دلخواہ چیز تک پہنچ جاتا، جب بھی خدا نے مجھے تجھ پر اور ابوسفیان کے بیٹے پر مسلط کیا تو یقیناً تمہارے اعمال کی جزا و سزا دوں گا، اگر میرا ہاتھ تجھ تک نہ پہنچ سکا اور میری عمر نے کفایت نہ کی اور تم باقی بچ گئے تو یقین رکھو کہ تمہارے سامنے بہت سخت و شدید عذاب موجود ہے۔

عمر عاص کی بات پر امیر المومنینؑ کا جواب

بہت ہی تعجب کا مقام ہے کہ ابن نابغہ عمرو عاص نے شام والوں کے سامنے مجھے زیادہ مزاح وشوخی کرنے والا، زیادہ لہو ولعب کا ارتکاب والا اور عورتوں سے زیادہ مجالست واستمتاع کرنے والا بتایا ہے اور اس طرح مجھے کمزور کررہا ہے۔ ابن نابغہ ان باتوں کے سبب حق وصداقت سے منحرف ہوکر کذب وافتراء اور باطل کیطرف مائل ہوگیا ہے جبکہ دروغ اور جھوٹ بدترین گفتگو ہے۔

لیکن ابن نابغہ جھوٹ بولنے میں شرم نہیں کرتا اور وعدہ خلافی وعہد شکنی سے ڈرتا نہیں ہے وقت سوال اصرار کرتے ہوئے زیادہ کی توقع رکھتا ہے اور موقع جواب اور دوسروں کے تقاضہ کو پورا کرنے میں بخل کرتا ہے، اپنے عہد وپیان میں خیانت کرتا ہے اور اپنے قول کا بھی احترام نہیں کرتا۔ اگر میدان جنگ میں حاضر ہوتو جنگ شروع ہونے سے قبل حکم دیتا ہے اور امر ونہی کرتا ہے لیکن جب تلواروں کی بجلی چمکتی ہے اور جنگ مرحلہ عمل میں ہوتی ہے تو دشمن کے لشکر کی صفوں کے سامنے اس کا سب سے بڑا حیلہ وبہانہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی شرمگاہ کو ظاہر کرکے اپنی جان بچالیتا ہے۔

خدا کی قسم! موت کی یاد اور آخرت کے ذکر نے مجھے لہو ولعب اور بیہودہ کام کرنے سے روک رکھا ہے اور ابن نابغہ کو جہان آخرت سے غفلت وفراموشی نے صحیح بات اور عمدہ کردار سے محروم کردیا ہے۔

ابن نابغہ نے معاویہ کی بیعت نہیں کی مگر اس شرط پر کہ وہ اس کی بیعت کے عوض اسے ہدیہ دے اور اس کے دین چھوڑ دینے کے عوض اس کی دنیاوی خواہش وتقاضہ کو پورا کرے۔

محمد ابن ابوبکر کا خط معاویہ کے نام

(والی مصر ہونے کے وقت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد ابن ابوبکر کی طرف سے معاویہ کیطرف جو کہ راہ حق سے منحرف ہے اس شخص پر درود و سلام ہو جو احکام خدا پر عمل کرتا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہے جو دیداروں اور خدا کے دوستوں کے زمرہ میں قرار دیئے گئے ہیں۔

اما بعد! خداوند عالم نے اپنی جلالت و سلطنت سے دنیا کی موجودات کو پیدا کیا، اس کا کوئی بھی عمل عبث اور لہو و لعب نہیں اور اسے کوئی ضرورت و کمزوری بھی عارض نہیں ہوئی تھی، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ بندوں کو خلق کرے اور پھر لوگ اس کی معرفت کے ساتھ اسی کی بندگی و عبادت کریں۔

چونکہ نبی آدم باطنی سعادت و شقاوت سے اور ہدایت و ضلالت کے لحاظ سے باہم مختلف ہیں لہذا انھیں میں سے اپنے رسول حضرت محمدؐ کو رسالت اور نزول وحی کیلئے منتخب کیا اور آنحضرتؐ کو مامور کیا کہ خدا کے بندوں کو موعظہ و حکمت کے راستہ سے خالق جہان کیطرف دعوت دے۔

سب سے پہلے جس نے رسول اکرمؐ کی دعوت و رسالت کو قبول کیا ان کے چچا کے بیٹے اور ان کے بھائی علی ابن ابیطالب تھے جنھوں نے ان کی باتوں کی تصدیق کی اور آنحضرتؐ کو اپنے تمام اعزاء و اقرباء پر فضیلت دی، آنحضرتؐ کی سلامتی و خوشی کی خاطر ہمیشہ اپنی جان کو ہتھیلی پر لئے رہے اور آپ ہی کی خاطر دشمن کی جانب سے مشکلات و حادثات وغیرہ کا نہایت حوصلہ اور محبت کے ساتھ مقابلہ و دفاع کرتے رہے

۔

آج میں دیکھ رہا ہوں کہ تو علی ابن ابیطالب پر برتری و افتخار حاصل کرنا چاہتا ہے، جبکہ تو ابوسفیان کا بیٹا ہے اور علی ابن ابیطالب وہ ہے جو تمام قسم کی نیکیوں اور اعمال خیر میں ایک پہچان اور تقدم رکھتے ہیں۔

تو لعین ابن لعین ہے، تو اور تیرے باپ نے بہت دنوں تک دین اسلام کی مخالفت وعداوت اور رسول اکرمؐ کی دشمنی میں معمولی سا پاس ولحاظ نہیں رکھا اور آنحضرتؐ کے نور کو خاموش کرنے کیلئے مال خرچ کئے، لوگوں میں تحریک پیدا کی اور طاقت وقدرت کو جمع کرنے میں کچھ دریغ نہیں کیا۔

تجھ پر وائے ہو! تو نے علی ابن ابیطالب سے کیسے روگردانی کی درانحالیکہ وہ وارث رسولؐ اور ان کے وصی وخلیفہ ہیں وہ پہلے شخص ہیں جس نے ان کی پیروی کی اور آخری فرد ہیں کہ سب سے آخر میں آنحضرتؐ سے جدا ہوئے ہیں۔ تو خود پیغمبرؐ کا دشمن اور دشمن پیغمبرؐ کا بیٹا ہے، اس نادرست وباطل راہ سے جو لذّت چاہتے ہو حاصل کرلو اور اپنی ضلالت وگمراہی میں عاص کے بیٹے سے اعانت ونصرت طلب کرلو بہت جلد تیری زندگی ختم اور تیرے حیلہ وبہانہ ختم ہو جائیں گے اور جان لو گے کہ عاقبت خیر اور نیک بختی کہاں پر تھی، اس پر درود ہو جو راہ ہدایت کا اتباع وپیروی کرلے۔

معاویہ کا جواب محمد ابن ابوبکر کے نام

یہ خط اس بیٹے محمد ابن ابی بکر کے نام جو اپنے باپ کی عیب جوئی کرتا ہے اس پر درود ہو جو پروردگار کا مطیع وفرمابردار ہے۔

امّا بعد! تمہارا خط مجھے ملا، تم نے خدا کی قدرت وحکومت کا ذکر کر کے اپنی طرف سے چند جملہ بیان کیے، اس کے بعد علی ابن ابیطالب کے فضائل اور ان کی اسلام میں سبقت، قرابتداری، فداکاری اور ان کی محنتوں وکوششوں کو لکھا ہے۔

میں پروردگار کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے تم کو ان فضائل سے محروم رکھا ہے، تم دوسروں کی فضیلت پر افتخار کر رہے ہو میں اور تیرے باپ ابوبکر حیات رسولؐ میں علیؑ ابن ابیطالب کی برتری، حق، سبقت واولویت سے باخبر تھے، جب رسول اکرمؐ نے وفات پائی، سب سے پہلے جس نے ان کی مخالفت کی تیرا باپ اور عمر بن خطاب تھے کہ انھوں نے باہم اتفاق کیا اور ان کے خلاف قیام کیا اور ان کو اپنی بیعت کیلئے مجبور کیا۔

علی ابن ابیطالبؑ نے بیعت سے انکار کیا، انھوں نے اس کیلئے بہت سی تدبیر کی، ان کی نسبت سوءقصد کیا اور ان کو اپنی بیعت کی خاطر زبردستی کی۔

پس علی ابن ابیطالب نے جبراً بیعت کی اور اپنا حق دونوں کے حوالہ کر دیا، انھوں نے علی کو اپنے کسی امور میں شریک نہیں کیا اور اپنے اسرار ورموز سے انھیں واقف نہیں کیا، یہاں تک کہ ان کی دنیاوی زندگی ختم ہوگئی اور دنیا سے چلے گئے پھر تیسرے نے بھی وہی روش اختیار کی اور اسی راستہ پر چل پڑا۔

اس موقعہ پر تم نے اور تمہارے دوستوں نے دشمنی کی، اس کے حرکات وعمل کی عیب جوئی کی اسے ہر طرف سے گھر لیا، مختلف وگنہگار افراد نے اس کی مقبوضہ اشیاء کی لالچ میں ہر طرف سے محاصرہ کر لیا آخرامر جو کرنا

چاہتے تھا وہ کیا اور اپنی آرزو کو پہنچے۔

پس اگر میرا عمل درست ہے تو میں نے تمہارے باپ کی پیروی کی ہے اور اگر ظلم و ناروا ہے تب بھی میں تابع ہوں، تیرا باپ پہلا شخص ہے جس نے یہ سنت و بدعت ایجاد کی اور یہ نادرست راہ دوسروں کیلئے کھول گیا، ہم اسی کا اتباع کر رہے ہیں اگر تمہارے باپ نے یہ قدم نہ اٹھایا ہوتا تو ہم ہرگز علی ابن ابیطالبؑ کی مخالفت نہ کرتے اور ان کے حق کو ان کے حوالہ کر دیتے، پس تم چاہو تو اپنے باپ کی عیب جوئی کرو یا خاموش و ساکت ہو جاؤ۔

امیر المومنینؑ کا خوارج سے احتجاج

خوارج نے پہلے امیر المومنینؑ کو جنگ صفین میں تحکیم پر مجبور کیا، پھر تحکیم کا انکار کر کے ان پر عیب و تہمت لگانا شروع کر دیا، اس وقت آپ نے ان کے اعتراض کی رد فرمائی اور ظاہر کیا کہ اس خطا و اشتباہ کی ابتدا تمہاری جانب سے تھی اور اس کی برگشت بھی تمہاری ہی طرف ہے، اس مطلب کو آپ نے برہان و دلیل سے ثابت و واضح کیا۔

روایت ہے کہ ایک شخص نے امیر المومنینؑ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ نے خود ہم کو حکم قرار دینے سے منع فرمایا، پھر آپ ہی نے حکم کا انتخاب کیا، ہم کو نہیں معلوم کہ ان دونوں نظر میں سے کون درست اور کون باطل ہے۔

آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر (افسوس کے سبب) مارا اور فرمایا:

یہ باتیں خود میرے عمل کی جزا ہیں کہ میں نے ادامہ جنگ سے اپنے ہاتھ کو اٹھا لیا۔

خدا کی قسم! جب جنگ کے شعلہ بھڑک رہے تھے، اگر اسی وقت جنگ جاری رکھنے کیلئے زبردستی کرتا، دوسروں کی عقب نشینی اور کراہیت کو نہ سوچتا، تمہیں تمہارے ناپسند امر پر متنبہ کرتا، موافقین کی تشویق و ہدایت کرتا اور مخالفین کی تادیب و اصلاح کرتا تو یقیناً بہترین اور بہت اچھا نتیجہ حاصل ہوتا اور بہت ہی اہم وظیفہ انجام دیتا۔

لیکن کیا کرتا میرا کوئی مددگار نہ تھا اور قابل اعتماد و لائق اطمینان افراد کو اپنے اطراف نہیں پا رہا تھا مقام تعجب ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ تم جیسے لوگوں سے اپنے درد کا علاج کروں درانحالیکہ ایسے یار و مددگار کا ہونا خود درد بے درمان ہے، میں اس واقعہ میں اس شخص کی مانند ہوں جو اپنے دھنسے ہوئے کانٹے کو ایک دوسرے زہر آلود تیز تر کانٹے سے باہر نکالنا چاہتا ہے۔

پروردگارا! اس سخت وخطرناک درد کے علاج سے تمام اطباء بہت تھک چکے ہیں اور جو لوگ اس گہرے کنویں سے آب حیات نکالنا چاہتے ہیں وہ بہت ملول ورنجیدہ ہو گئے ہیں۔

امیرالمومنینؑ کا خوارج سے مناظرہ

جب امیرالمومنینؑ خوارج کے لشکرگاہ کے پاس آئے تو گفتگو کے بعد فرمایا:

کیا تم ہی لوگ نہ تھے کہ جب اصحاب معاویہ نے قرآن مجید کو بلند کیا جن کا مقصد سوائے حیلہ و بہانہ کے کچھ بھی نہیں تھا تو تم لوگوں نے کہا یہ لوگ ہمارے بھائی اور ہم مسلک ہیں، کتاب خدا کی پناہ میں ہیں، ہم سے امن و سلامتی کے خواہاں ہیں اور رفع اختلاف کیلئے حاضر ہیں، ہماری صلاح و درستگی اسی میں ہے کہ ان کی پیش نہاد کو قبول کرلیں اور تلوار کی تختی ان پر سے اٹھالیں۔ میں نے تم کو جواب دیا کہ یہ لوگ اس طریقہ سے صرف ایمان کا اظہار کررہے ہیں لیکن باطن میں ہماری دشمنی وعداوت کو محکم کرکے ہم کو نابود کرنا چاہتے ہیں۔ آج تم ان سے ہمدردی کررہے ہو لیکن آخر میں نادم و پشیمان ہوگے، تمہاری بھلائی و صلاح جنگ میں استقامت و پائداری ہے، تمہیں اپنے اپنے مقصد کے حصول میں متزلزل ہونا چاہئے، تم راہ خدا میں جہاد سے سستی و کمزوری کو راہ نہ دو، تم کو ہر آواز دینے والے کیطرف اعتناء نہیں کرنا چاہئے، ہوشیار ہو کہ اس قوم کے سردار خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہیں، تمہارا وظیفہ یہی ہے ان کی آواز پر کان نہ لگاؤ اور اس پیش نہاد سے بے پرواہ ہوکر اپنی پیشرفت اور اپنے آگے بڑھنے کو جاری رکھو، ہم ہمیشہ رسول اکرمؐ کے حضور مخالفین سے جنگ کرتے رہے اور موت باپ بیٹوں بھائیوں اور قرابتداروں کے درمیان جدائی کرتی رہی، سخت مصیبت و فشار آنحضرتؐ کے یار و اصحاب کو گھیرتی رہی لیکن وہ اپنی استقامت و ثابت قدمی کو بڑھاتے ہی رہے اور جتنی سختی و مصیبت ان پر زیادہ ہوتی جاتی ایمان و تسلیم کے آثار، نشانات ان کے چہروں پر زیادہ ہی روشن ہوتے جاتے اور لگے ہوئے زخموں پر ان کا صبر و تحمل بڑھتا جاتا۔

افسوس آج کچھ مسلمانوں کے انحراف و کجروی اور شبہہ و تاویلات کی پیروی نے ہمارے امور کو ان کے ساتھ جنگ کیطرف کھینچ لیا ہے اور اس اختلاف و فتنہ کو پیدا کردیا ہے۔

البتہ ظاہری تکالیف کے لحاظ سے ہمیں چاہئے کہ جب تک ممکن ہو اس انتشار و اختلاف کے رفع کرنے میں کوشاں رہیں جبکہ ایسے واقعات و حالات پیدا ہو جائیں، ہم نے اس (واقعہ حکم) سے یہ احتمال دیا اور خیال کیا کہ ہم ایسے لوگوں سے اتحاد و اتفاق اور دشمنی و خونریزی کے دور کرنے کا استفادہ کریں گے مگر ہم ناچار و مجبور ہوئے کہ اس حادثہ کا استقبال کریں اور کشادہ سینہ کے ساتھ اس کو قبول کریں۔

حکمین کے بارے میں کلام امیر المومنینؑ

ہم نے رفع اختلاف اور اختتام جنگ کے مسئلہ میں لوگوں کو حاکم نہیں بنایا بلکہ کتاب خدا کو اپنے لئے حاکم بنایا ہے چونکہ کتاب خدا اوراق کے درمیان پوشیدہ ہے اور نطق ظاہری و زبان گویا نہیں رکھتی ہم مجبور تھے کہ چند افراد کو اس کے بیان و ترجمان کیلئے معین کریں تا کہ وہ احکام قرآن پیش کریں۔

جب ہمارے دشمنوں نے کتاب خدا سے توسل کیا اور ہمیں اس کی حکمیت کی دعوت دی تو اس کی قبولیت کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چارہ نہ تھا، کیونکہ ہم ہمیشہ قرآن کے ساتھ ہیں اور ہمیں گوارہ نہیں کہ اس کے خلاف معمولی سی بھی حرکت سرزد ہو، ہمارا مقصد فقط احکام قرآن کی پیروی ہے لہذا اس بات کو ہم کیسے ردّ و ترک کر سکتے تھے، اگرچہ انھوں نے دل کی گہرائیوں سے ایسی درخواست نہیں کی تھی۔

خداوند عالم فرماتا ہے کہ اگر تمہارے درمیان کسی چیز کے بارے میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اسے خدا اور رسول کیطرف پلٹاؤ اور اپنے اختلافی نظریات کو کنارے رکھ دو اور حکم و قانون خدا کی پیروی کرو جبکہ تم خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتے ہو۔ خدا کی طرف رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ کتاب خدا سے مراجعہ کرو، رسولؐ خدا سے رجوع کا مقصد یہ ہے کہ رسول کی سنت اور ان کے جامع کلام کیطرف رجوع کیا جائے۔

اگر از لحاظ کتاب خدا، سنت رسولؐ فیصلہ دیا جائے تو ہم اہل بیت ہر لحاظ سے مقدم و اولیٰ ہوں گے۔

تمہارا یہ اعتراض کہ ہم نے تحکیم کیلئے مدت معین کر دی ہے یہ تاخیر اس لئے ہے کہ جاہل افراد اس مدت کے درمیان تحقیق و چھان بین کر لیں اور دانا و روشن فکر اشخاص اپنے علم و ارادہ اور موقف کو مضبوط کر لیں، شاید خدا اس صلح و پیمان کے وسیلہ اس امت کے معطل اور پریشان امور کی اصلاح کر دے۔

ہاں! اظہار رائے کی تاخیر کے فائدہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نادان لوگوں کا تعصب، تند و لجاجت طویل مدت کے سبب کم ہو جائے، حق و باطل کے درمیان کچھ امتیاز ہو جائے اور راہ درست روشن ہو جائے۔

امیرالمومنینؑ کا خوارج کے اعتراض پر جواب

روایت کی گئی ہے کہ امیرالمومنینؑ نے عبداللہ ابن عباس کو خوارج سے مناظرہ کیلئے بھیجا، عبداللہ ان کے لشکر کے قریب آئے اور وعظ و نصیحت کی، سب نے ان کی باتوں کو سنا۔

پھر خوراج نے جواب دیا کہ ہم کو تمہارے رفیق علیؑ کے بارے میں اعتراض واشکال ہے جوان کے کفر و ہلاکت اور معذب ہونے کا سبب ہے۔

(اول) انھوں نے صلح نامہ تحریر کرتے وقت اپنے نام سے (امیرالمومنینؑ) محو کردیا چونکہ ہم مومن ہیں اورانھوں نے لقب مذکور کو خود ختم کردیا، تو وہ اب مومنین کے امیر نہیں رہے۔

(دوم) وہ خود اپنے حق پر ہونے میں مشکوک ومتردد ہیں، اس صورت میں ہم زیادہ حقدار ہیں کہ ان کے حق پر ہونے کی تردید کریں کیونکہ انھوں نے حکمین سے کہا کہ تم اس مدت میں خوب دقت وتحقیق کرلو اور دیکھ لو کہ مجھ میں اور معاویہ میں کون خلافت وولایت کے لائق وسزاوار ہے اسے اس کیلئے معین وثابت کردو اور دوسرے کو اس منصب سے دور کردو۔

(سوم) ہمارا تصور اور خیال تھا کہ وہ رائے وحکمیت میں سب پر مقدم ہیں انھوں نے خود اس مقام کیلئے دوسروں کا انتخاب کیا۔

(چہارم) انھوں نے دین خدا میں دوسرے کو حکم قرار دیا، جبکہ انھیں اس کا کوئی حق نہ تھا۔

(پنجم) انھوں نے جنگ جمل میں مخالفین کے اموال کو ہمارے لئے مباح کردیا لیکن عورتوں اور بچوں کو اسیر کرنے کو منع کردیا۔

(ششم) وہ وصی پیغمبرؐ تھے انھوں نے اسے خود ضائع وبرباد کردیا۔

عبداللہ ابن عباس نے امیرالمومنینؑ کیطرف متوجہ ہوکر عرض کیا کہ آپ ان کی باتوں کو سن رہے ہیں،

آپ خود ہی ان کے جواب کیلئے بہتر ہیں۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: ہاں، پھر ابن عباس سے کہا کہ ان سے پوچھو! کیا ان موارد میں حکم خدا اور رسولؐ سے راضی ہیں؟ خوارج نے کہا ہاں: آپ نے فرمایا:

جس ترتیب سے انھوں نے اعتراض کیا ہے، اسی طرح جواب دے رہا ہوں۔

جس نے رسول اکرمؐ کا ابوسفیان و سہیل ابن عمر سے صلح نامہ لکھا میں ہی کا تب اور احکام وامان نامہ اور شرائط کا لکھنے والا تھا، میں نے ایسے لکھا، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،، یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد رسول اللہ اور ابوسفیان و سہیل نے صلح کی ہے۔

سہیل نے کہا ہم رحمٰن ورحیم خدا کو نہیں مانتے اور تمہاری نبوت ورسالت کو بھی نہیں مانتے، ہاں ہم آپ کی عزت وحرمت کرتے ہوئے اس صلحنامہ میں آپ کا نام پہلے ہونے پر کوئی اعتراض نہیں کرتے، اگر چہ ہماری عمر آپ سے زیادہ اور ایسے ہی ہمارے باپ کی عمر آپ کے باپ سے زیادہ ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا: بجائے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بسمک اللھم اور بجائے محمد رسول اللہ کے محمد ابن عبداللہ لکھو، پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

تمہارے سامنے بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا اور جبراً موافقت کروگے۔

میرا، اور معاویہ کا معاملہ ایسا ہی ہوا کیونکہ ہم نے صلحنامہ میں لکھا تھا کہ یہ عہد و پیمان امیر المومنینؑ کی اس صلح کا ہے جو معاویہ و عمرو عاص سے ہوئی ہے، انھوں نے اس جملہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا اگر ہم آپ کے امیر المومنینؑ ہونے کے معتقد ہوتے تو آپ سے جنگ وجدال کیسے کرتے، ضروری ہے کہ کلمہ امیر المومنینؑ کی جگہ اپنا نام لکھئے۔

میں نے حکم دیدیا بجائے امیر المومنینؑ کے علی ابن ابیطالب لکھو جیسا کہ رسول اکرمؐ نے حکم دیا تھا کہ رسول اللہ کاٹ دو۔ اب اگر تم نے میرے اس امر کو قبول نہیں کیا تو گویا تم نے حکم پیغمبرؐ کا انکار کیا اور ان کی باتوں کو بھی قبول نہیں کیا، خوارج نے کہا ہمارے پہلے اعتراض کا یہ جواب کافی ہے۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: حکمین کے بارے میں میرے کہے ہوئے جملہ پر اعتراض کہ وہ تردید وشک پر دلالت کرتا ہے یہ جملہ شک وتردید پر دلالت نہیں کرتا یہ ایک انداز وتعبیر ہے جو کسی بات میں صرف انصاف کیلئے اختیار کیا جاتا ہے، جیسا کہ خدا فرماتا ہے:

﴿قل من یرزقکم من السمٰوات والارض قل اللّٰہ وانا اوایا کم لعلی ھدی اوفی ضلال مبین﴾ (سورۂ سبا، آیت ۲۴)

ترجمہ: ان سے کہو وہ کون ہے جو زمین وآسمان سے تمہیں رزق دیتا ہے (ان کی زبان) سے کہو خدا ہے، اس صورت میں ہم میں اور تم میں کون ہدایت پر ہے اور کون گمراہی پر ہے۔

یہ وہ آیت جسے حکم خدا سے رسولؐ خدا نے اپنے مخالفین کے سامنے پیش کی، ہاں آنحضرتؐ کی ہدایت اور مخالفین کی ضلالت وگمراہی میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ خوارج نے اس اعتراض کو بھی واپس لے لیا، امیرالمومنینؑ نے فرمایا:

دوسرے کو حَکَم بنانے کے بارے میں تمہارا اعتراض درانحالیکہ میں خود حکم کیلئے دوسروں سے بہتر ہوں، اس میں بھی میں نے رسولؐ خدا کی پیروی کی ہے۔ خدا فرماتا ہے:

﴿لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ﴾ تم کو رسولؐ کی اقتداء واتباع کرنا چاہئے کیا تمہیں یاد ہے کہ آنحضرتؐ نے جنگ بنی قریظہ میں سعد ابن معاذ کو حکم بنایا تھا اور طرفین نے ان کے فیصلہ ورائے پر اتفاق کیا جبکہ رسولؐ مورد حکمیت ورائے میں تمام لوگوں سے بہتر تھے۔ خوراج نے کہا درست ہے، ہم اسے بھی قبول کرتے ہیں۔

امیرالمومنینؑ: تمہارا یہ اعتراض کہ میں نے دین خدا میں دوسروں کو حاکم بنایا، سمجھ لو کہ میں نے لوگوں کو حاکم نہیں قرار دیا بلکہ کتاب خدا، وکلام الٰہی کو حاکم بنایا ہے۔

ان موارد میں لوگوں کی تعیین وتحکیم اس لئے ہے کہ حکم کے مورد ومصداق روشن ومعین ہو جائیں چنانچہ اسی نظریہ کے تحت خدا نے مُحرِم کے شکار کی صورت میں کفارہ کے مصداق کی تعیین میں اور جزا کے مورد میں

لوگوں کو حاکم معین کیا ہے۔

خدا کا ارشاد ہے کہ اے ایماندارو! حالت احرام میں کسی شکار کا قتل نہ کرو، اگر کسی نے جان بوجھ کر ایسا کام کیا تو ضروری ہے کہ اس کے مثل چوپایوں میں سے ذبح کرے۔

﴿یا یھا الذین ء امنوا لا تقتلوا الصید... ﴾۔ (سورۂ مائدہ، آیت ۹۵)

مثل قربانی کی تعیین میں دو شخص عادل کو گواہ ہونا چاہئے یا بجائے قربانی کے مساکین کو کھانا کھلاؤ یا اسی کے برابر روزہ رکھو۔

جب پرندہ کے شکار پر خون بہا کیلئے دو مرد عادل کے حکم سے فیصلہ کرنا لازم ہے تو خون مسلمین کیلئے ایسی حکمیت کا ہونا اس سے زیادہ ضروری ہوگا۔

خوارج نے کہا یہ بھی تسلیم ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: جنگ جمل میں عورتوں اور بچوں کی اسیری و گرفتاری سے منع کرنے پر تمہارا اعتراض ہے، یہ اس لئے تھا کہ بصرہ کے لوگوں کے ساتھ نیکی کر کے ان پر احسان کروں جیسے کہ رسول خداؐ نے فتح مکہ کے وقت قریش کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا، ہاں اہل بصرہ کے بزرگوں اور مردوں نے ہم پر کوئی ظلم وستم نہیں کیا تھا، عورتوں اور بچوں کا کوئی گناہ نہیں تھا، ہمارے لئے یہ درست نہیں تھا کہ ستمگاروں کے جرم کا اس سے الگ ان سے مواخذہ کریں، اگر میں تمہیں ایسی اجازت دیدیتا تو تم میں سے کون زوجہ رسول اکرمؐ عائشہ کو اسیر کر سکتا تھا؟ خوارج نے کہا ہم اس اعتراض کو بھی چھوڑتے ہیں۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تم نے کہا کہ آپ وصی پیغمبرؐ تھے اپنے منصب وصایت وخلافت کو ضائع کر دیا۔ جان لو کہ تمہیں لوگوں نے میری مخالفت کر کے دوسروں کو مجھ پر مقدم رکھا، تم ہی لوگ تھے روز اول جس چیز پر میرا حق تھا اس کو مجھ سے جدا کر دیا۔

ہاں انبیاء ومرسلین کا وظیفہ یہ ہے کہ لوگوں کو اپنی دعوت دے کر اپنے دعویٰ کو ان کے سامنے پیش یا ظاہر کرے، پیغمبروں کی بعثت کا مقصد بھی یہی ہے، لیکن انبیاء کے اوصیاء اور جانشین کا وظیفہ ایسا نہیں ہے

اوصیاء کا تعارف نبیاء کراتے ہیں وہ اپنا تعارف کرانے اور لوگوں کو اپنی طرف بلانے کے محتاج نہیں ہوتے انبیاء کی ذمہ داری ہے کہ اپنے خلفاء کا تعارف کرا کے، لوگوں کو ان کیطرف لائیں، لہذا جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے وہ خود بخود اوصیاء انبیاء کو پہچان لیں گے۔

نبیوں کے جانشین مثل کعبہ ہیں۔

خدا نے فرمایا: ﴿ولله على الناس حجّ البيت من استطاع اليه سبيلا﴾ خدا نے قدرت واستطاعت رکھنے والوں پر فرض کیا ہے کہ خانہ کعبہ (مکہ) جاکر مناسک حج بجالائیں، اب اگر کوئی اعمال حج کیلئے وہاں نہ جائے تو بیت اللہ کی کوئی تقصیر و کمی نہیں ہے اور نہ تو کافر و مخالف شمار ہوگا بلکہ کافر و مقصر وہ شخص ہوگا جس نے زیارت کعبہ کو ترک کیا ہے، کیونکہ یہ عمل مسلمانوں کے معینہ وظائف و فرائض میں شمار ہوتا ہے، خانہ خدا کی بھی مومنین کو شناخت کرادی گئی ہے اور ان کے سامنے منصوب و مشخص کردیا گیا ہے۔

میرا حال ایسا ہی ہے کیونکہ مجھے رسولؐ خدا نے غدیر خم کی کثیر جمیعت کے سامنے اور دوسرے مقام پر بھی خلافت و وصایت کیلئے منصوب و معین کیا اور یہ بھی فرمایا۔

,,انت منی بمنزلة الكعبه تؤلیٰ ولاتاتی،،

تم میرے نزدیک کعبہ کی مانند ہو، سب کو تمہاری طرف آنا چاہئے اور کعبہ کسی کی طرف نہیں جاتا۔

خوارج نے کہا یہ دلیل بھی تام و مکمل ہے، ہم نے یقین کرلیا۔

اس وقت خوارج کے بہت سے افراد توبہ کر کے واپس ہوگئے۔ چار ہزار خوارج باقی بچے تھے، انھوں نے اپنے کمزور و فاسد نظریہ اور باطل مسلک کو نہیں چھوڑا، امیر المومنینؑ نے ان سے جنگ کی اور انھیں قتل کیا۔

امیر المومنینؑ کا احتجاج

آپ نے ناکثین، قاسطین اور مارقین سے کیوں جنگ کی، خلفاء ثلاثہ اور دوسرے لوگوں کے مقابل کیوں خاموش رہے؟

روایت ہے کہ جب امیر المومنین جنگ نہروان سے واپس ہوئے اور ایک جگہ بیٹھے ہوئے گذشتہ واقعات وحادثات کا ذکر ہو رہا تھا، ایک شخص نے آپ سے کہا کہ آپ نے ابوبکر، عمر وعثمان سے کیوں جنگ نہیں کی اور طلحہ وزبیر معاویہ اور خوارج سے کیوں لڑے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا! میں زندگی کے اوّل روز سے مسلسل مظلوم رہا اور اپنے حقوق پر دوسروں کے تجاوز وظلم کو دیکھتا رہا۔

اشعث ابن قیس نے کھڑے ہو کر کہا! یا امیر المومنینؑ آپ نے اپنی تلوار سے اپنے حقوق کا مطالبہ اور اپنا دفاع کیوں نہیں کیا؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اے اشعث جو بات تم نے پوچھی ہے اس کا جواب غور سے سن کر حقیقت کلام اور میری دلیل کو سمجھو۔

انبیاء گذشتہ میں سے چھ انبیاء کی میں نے اتباع وپیروی کی ہے۔

(اول) حضرت نوحؑ ہیں کہ جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے:

ان سے قبل قوم نوحؑ نے بھی ہمارے بندہ کی تکذیب کی اور اس کے بارے میں کہا کہ وہ مجنون ہو گیا ہے اور اس نے ان کے کثیر وشدید آزار سے خوف زدہ ہو کر کہا۔ (سورہ قمر، آیت ۱۰)

پروردگارا! میں مغلوب ہو گیا، میری مدد فرما، حضرت نوحؑ نے یہ بات خوف کے سبب کہی تھی، منزل دعوت ورسالت میں ان کیلئے یہ خوف تنہا عذر بن گیا، ہاں اوصیاء، انبیاء کیلئے یہ عذر اس سے زیادہ قابل توجہ

ہوگا، اگر کوئی کہے کہ انھیں اپنی قوم کا خوف نہیں تھا تو گویا اس نے کلام خدا کا انکار کیا اور وہ کافر ہوگیا۔

(دوم) حضرت لوطؑ کے بارے میں خدا کا ارشاد ہوا:

قوم لوطؑ نے کہا کہ آپ خود جانتے ہیں کہ تمہاری لڑکیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں، حضرت لوطؑ نے ان کے دباؤ و بے حیائی کے سبب رو کر فرمایا:

اے کاش! مجھے تمہارے مقابلہ کی قدرت وطاقت ہوتی یا مضبوط پناہ گاہ ہوتی تو تمہارے شر سے محفوظ ہوجاتا۔ (سورۂ ہود، آیت ۸۰)

اگر کوئی کلام خدا کے مقابل حضرت لوطؑ کے ان کی قوم سے خوف واضطراب کا انکار کرے تو وہ کافر ہے اوصیاء انبیاء اس میں زیادہ معذور رہیں۔

(سوم) حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں خدا فرماتا ہے:

ابراہیمؑ نے اپنے باپ (چچا) کی سختیوں وتکلیفوں کے مقابل کہا! اے بابا میرا سلام لیجئے، اپنے خدا سے آپ کی مغفرت کا سوال کروں گا، میرا خدا مہربان ہے، آپ کی طعن وتشنیع کے سبب آپ لوگوں سے اور آپ کے خود ساختہ خداؤں سے دور ہوکر صرف خدائے مہربان کی پرستش کروں گا امید ہے کہ وہ میری بندگی وعبادت کو قبول کرے گا۔

(سورۂ مریم، آیت ۴۸) پس ان کی دعوت ترک کردینا خوف کے سبب تھی، ہاں وقت خوف وصی پیغمبرؐ کا عذر زیادہ سننے کے لائق ہے، اگر کوئی ان کے خوف کا منکر ہو تو وہ کلام خدا کے صریحاً خلاف کر کے کافر ہوجائے گا۔

(چہارم) حضرت موسیٰؑ کے بارے میں خدا کا فرمان ہے:

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے جواب میں کہا میں تمہاری سختیوں اور جابرانہ حکومت سے خوف زدہ ہوکر تمہارے درمیان سے چلا جاؤں گا، میرے خدا نے مجھے علم ومعرفت عطا فرما کر انبیاء ومرسلین میں قرار دیا ہے۔ (سورۂ شعراء، آیت ۲۱)

اگر کوئی خوف نبی موسیٰ کا منکر ہو تو وہ کلام خدا کے خلاف ہو کر کافر ہو گیا ہے اور اگر ان کو خائف مان کر ان کی کنارہ گیری کو عذر درست سمجھتا ہے تو اوصیاء انبیاء اس بات میں زیادہ معذور ہیں۔

(پنجم) حضرت ہارونؑ کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے:

جناب موسیٰ کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل گوسالہ کی پرستش کرنے لگے تو جناب ہارونؑ نے جناب موسیٰ کے جواب میں کہا:

اے میرے بھائی آپ کی قوم نے مجھے ضعیف و عاجز کر دیا اور نزدیک تھا مجھے قتل کر دیں۔ درست نہیں کہ ان کے عوض مجھے میری مذمت و شماتت کیجئے اور مجھے ظالمین کے زمرہ میں شمار کیجئے۔

حضرت ہارونؑ نے گوسالہ پرستی کے مقابل میں اپنا عذر و خوف بیان کیا اور اوصیاء تو اس لحاظ سے زیادہ معذور ہیں، اگر کوئی ان کے خوف کا منکر ہو تو مخالف قول خدا کے نتیجہ میں کافر ہو جائے۔

(ششم) رسول اکرمؐ نے از روئے احتیاط اور قریش کے خوف سے مجھے اپنی جگہ سلایا اور خود مکہ سے چلے گئے اور غار میں چھپ گئے، کیا رسول خدا اپنے دشمنوں سے خائف تھے کہ غار میں پنہاں ہو گئے؟ یا ان یہ عمل عبث و بیہودہ اور ایک لہو و لعب تھا؟

جب آنحضرتؐ اپنے دشمنوں سے خوف زدہ تھے تو ان کا وصی کیونکر خوف زدہ نہ ہوگا؟

ل وقت سب نے کھڑے ہو کر کہا! ہم سمجھ گئے کہ آپ کی بات صحیح اور فعل و عمل حق ہے، ہم جاہل و ا، ہم سمجھ گئے کہ اپنے حق کا دعویٰ نہ کرنے اور سکوت و تسلیم ہو جانے میں آپ معذور ہیں۔

. اگر کوئی خوف نبی موسیٰ کا منکر ہو تو وہ کلام خدا کے خلاف ہو کر کافر ہو گیا ہے اور اگر ان کو خائف مان کر ان کی کنارہ گیری کو عذر درست سمجھتا ہے تو اوصیاء انبیاء اس بات میں زیادہ معذور ہیں۔

(پنجم) حضرت ہارونؑ کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے:

جناب موسیٰ کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل گوسالہ کی پرستش کرنے لگے تو جناب ہارونؑ نے جناب موسیٰ کے جواب میں کہا:

اے میرے بھائی آپ کی قوم نے مجھے ضعیف و عاجز کر دیا اور نزدیک تھا مجھے قتل کر دیتی۔ درست نہیں کہ ان کے عوض مجھے میری مذمت و شماتت کیجئے اور مجھے ظالمین کے زمرہ میں شمار کیجئے۔

حضرت ہارونؑ نے گوسالہ پرستی کے مقابل میں اپنا عذر خوف بیان کیا اور اوصیاء تو اس لحاظ سے زیادہ معذور ہیں، اگر کوئی ان کے خوف کا منکر ہو تو مخالف قول خدا کے نتیجہ میں کافر ہو جائے۔

(ششم) رسول اکرمؐ نے از روئے احتیاط اور قریش کے خوف سے مجھے اپنی جگہ سلایا اور خود مکہ سے چلے گئے اور غار میں چھپ گئے، کیا رسولؐ خدا اپنے دشمنوں سے خائف تھے کہ غار میں پنہاں ہو گئے؟ یا ان کا یہ عمل عبث و بیکار اور ایک لہو و لعب تھا؟

جب آنحضرتؐ اپنے دشمنوں سے خوف زدہ تھے تو ان کا وصی کیونکر خوف زدہ نہ ہوگا؟

اس وقت سب نے کھڑے ہو کر کہا! ہم سمجھ گئے کہ آپ کی بات صحیح اور فعل و عمل حق ہے، ہم جاہل و گنہگار ہیں، ہم سمجھ گئے کہ اپنے حق کا دعویٰ نہ کرنے اور سکوت و تسلیم ہو جانے میں آپ معذور ہیں۔

اشعث کی بات اور جواب امیر المومنینؑ

اسحاق ابن موسیٰ بن جعفرؑ نے اپنے والد بزرگوار سے، انھوں نے اپنے آباء واجداد سے نقل کیا ہے کہ امیر المومنینؑ نے کوفہ میں خطبہ کے اختتام پر فرمایا: کہ آگاہ ہو جاؤ، میں لوگوں پر خود ان سے زیادہ حق اولیت رکھتا ہوں، جس دن سے رسول اکرمؐ نے وفات پائی ہے، میں ہمیشہ مظلوم رہا ہوں۔

اشعث ابن قیس نے کھڑے ہو کر کہا، یا امیر المومنینؑ! آپ عراق میں جس روز سے داخل ہوئے کیا آپ نے کوئی خطبہ نہیں پڑھا، کہ آج آپ نے آخر خطبہ میں یہ جملہ بیان کیا؟

اس صورت میں کس طرح سے ابوبکر، وعمر خلافت کے مالک ہو گئے اور اپنی ذوالفقار سے اپنے غصب شدہ حقوق اور ان کی طرف سے اپنے اوپر کیے جانے والے ظلم وستم کا دفاع کیوں نہیں کیا؟

امیر المومنینؑ! اے شرابخور کے بیٹے! جب بات کہی ہے تو اس کا جواب سن۔

خدا کی قسم! مجھے اپنا حق لینے میں خوف اور موت نے نہیں روکا ہے، ہاں جو چیز مجھے اپنا حق لینے میں مانع ہوئی وہ رسول خدا سے کیا ہوا عہد و پیان تھا۔ کیونکہ مجھے آنحضرتؐ نے خبر دی تھی کہ میری امت تم پر جفا کرے گی اور تمہارے بارے میں مجھ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ دیں گے، تم میرے لئے مثل ہارونؑ ہو، میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! اس وقت میرا وظیفہ اور ذمہ داری کیا ہوگی؟

پیغمبرؐ نے فرمایا: اگر یار و مددگار پانا تو ان سے جنگ کر کے اپنا حق لے لینا، اگر اعوان وانصار نہ ہوں تو ہاتھ کو ہاتھ پر رکھ کر بیٹھ جانا اور اپنے خون کی حفاظت کرنا یہاں تک کہ حالت مظلومیت میں مجھ سے ملحق ہو جانا۔

جب رسول خداؐ نے رحلت فرمائی، میں ان کے جنازہ مقدسہ کی تجہیز و تکفین اور تدفین میں مشغول ہوا، اور ان کے تمام امور سے فراغت کے بعد قسم کھائی کہ نماز کے علاوہ کسی مقصد کیلئے بھی گھر سے باہر نہیں

جاؤں گا یہاں تک کہ قرآن مجید کو جمع کرلوں اور میں نے اپنے ارادہ ونیت پر عمل بھی کیا۔

اس کے بعد بنت رسولؐ اور ان کے دونوں فرزندوں کو ساتھ لیا اور اہل بدر اور اسلام میں سبقت رکھنے والوں کے گھر گیا، انھیں اپنے حق کے غصب ہونے کو یاد دلا کر ان میں سے ایک ایک کو اپنی مدد کیلئے بلایا لیکن ان میں سے سوائے چار اشخاص سلمان، عمار، مقداد، وابوذر، کے کسی نے بھی میری دعوت کو قبول نہیں کیا اور کسی نے بھی یاری وامداد نہ کی۔

میرے اعزاء واقرباء میں سے جو میرے ہمراہ وہمراز تھے وہ رحلت کر چکے تھے، صرف دو شخص عقیل وعباس میرے گھر والوں میں دکھائی دے رہے تھے، ان سے کچھ کام بننے والا نہ تھا۔

اشعث نے کہا! اے امیر المومنینؑ! عثمان نے بھی جب اپنے اطراف اعوان وانصار کو نہیں پایا تو اپنے ہاتھوں کو روک کر سوت قبول کرلیا۔

امیر المومنینؑ! اے شرابخوار کے بیٹے جو تو نے قیاس کیا ہے ایسا نہیں ہے چونکہ عثمان دوسرے کی جگہ بیٹھ کر اور دوسرے کے لباس کو پہن کر حق کی طرفداری کر رہے تھے، اس لئے حق نے انھیں زمین پر گرا کر مغلوب ومقہور کردیا۔

خدا کی قسم! جس دن لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کی، اگر چالیس افراد میرے ہمراہ ومددگار ہوتے تو یقیناً مبارزہ ومقابلہ کیلئے کھڑا ہو جاتا اور راہ خدا میں جہاد کرتا یہاں تک کہ حقیقت کے مقابل میرا عذر روشن ہو جاتا۔

اے لوگو! اشعث ابن قیس مجھ پر نکتہ چینی اور اعتراض کر رہا ہے، درانحالیکہ وہ حقیقت کے مقابل اور خدا کے نزدیک مکھی کے پر کے برابر بھی اہمیت نہیں رکھتا اور دین خدا میں اس کی کوئی منزلت اور اس کا کوئی مقام نہیں ہے۔

(ترجمہ: خطبہ شقشقیہ)

آگاہ ہوجاؤ کہ خدا کی قسم فلاں شخص (ابن ابی قحافہ) نے قمیص خلافت کو کھینچ تان کر پہن لیا ہے

حالانکہ اسے معلوم ہے کہ خلافت کی چکی کے لئے میری حیثیت مرکزی میخ جیسی ہے، علم کا سیلاب میری ذات سے جاری ہے اور میری بلندی فکر تک کوئی طائرفکر پرواز نہیں کرسکتا ہے، پھر بھی میں نے خلافت کے آگے پردہ ڈال دیا اور اس سے پہلوتہی کرلی اور یہ سونچنا شروع کردیا کہ کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کردوں یا اسی بھیانک اندھیرے پر صبر کرلوں جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف ہوجائے اور بچہ بوڑھا ہوجائے اور مومن محنت کرتے کرتے خدا کی بارگاہ تک پہنچ جائے۔

تو میں نے دیکھا کہ ان حالات میں صبر ہی قرین عقل ہے لہٰذا میں نے صبر کرلیا کہ آنکھوں میں مصائب کی کھٹک تھی اور گلے میں رنج وغم کے پھندے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹتے ہوئے دیکھ رہا تھا، یہاں تک کہ پہلے خلیفہ نے اپنا راستہ لیا اور خلافت کو اپنے بعد فلاں کے حوالے کردیا۔ بقول اعشیٰ:

کہاں وہ میرا دن جو اونٹوں پر گذرتا تھا، کہاں یہ دن کہ میں حیّان کے جوار میں ہوں۔

حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں استعفیٰ دے رہا تھا اور اپنے مرنے کے بعد دوسرے کے لئے طے کرگیا۔

بیشک دونوں نے مل کر شدت سے اس کے تھنوں کو دوہا ہے اور اب ایک ایسی سخت منزل میں رکھ دیا ہے جس کے زخم کاری ہیں اور جس کو چھونے سے بھی درشتی کا احساس ہوتا ہے۔ لغزشوں کی کثرت ہے اور معذرتوں کی بہتات۔

اس کو برداشت کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ مہار کھینچ لے تو ناک زخمی ہوجائے اور ڈھیل دیدے تو ہلاکتوں میں کود پڑے۔ تو خدا کی قسم لوگ ایک کجروی سرکشی، تلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہوگئے ہیں اور میں نے بھی سخت حالات میں طویل مدت تک صبر کیا یہاں تک کہ وہ بھی اپنے راستہ چلا گیا لیکن خلافت کو ایک جماعت میں قرار دے گیا جن میں ایک مجھے بھی شمار کرگیا جب کہ میرا اس شوریٰ سے کیا تعلق تھا؟ مجھ میں پہلے دن کون سا عیب و ریب تھا کہ آج مجھے ایسے لوگوں کے ساتھ ملایا جارہا ہے لیکن اس کے باوجود میں نے انھیں کی فضا میں پرواز کی اور یہ نزدیک فضا میں اڑے تو وہاں بھی ساتھ رہا اور

اونچے اڑے تو وہاں بھی ساتھ رہا مگر پھر بھی ایک شخص اپنے کینہ کی بنا پر مجھ سے منحرف ہوگیا اور دوسرا دامادی کی طرف جھک گیا، کچھ اور بھی ناقابل ذکر اسباب واشخاص تھے جس کے نتیجہ میں تیسرا شخص سرگین اور چارہ کے درمیان پیٹ پھلائے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ اہل خاندان بھی کھڑے ہوگئے جو مال خدا کو اس طرح ہضم کررہے تھے جس طرح اونٹ فصل بہار کی گھاس کو چر لیتا ہے یہاں تک کہ اس کی بٹی ہوئی رسی کے بل کھل گئے اور اس کے اعمال نے اس کا خاتمہ کردیا اور شکم پری نے منہ کے بل گرادیا۔

اس وقت مجھے جس چیز نے دہشت زدہ کردیا وہ یہ تھی کہ لوگ بجو کی گردن کے بال کی طرح میرے گرد جمع ہوگئے اور چاروں طرف سے میرے اوپر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ حسنؑ وحسینؑ کچل گئے اور میری ردا کنارے کی پھٹ گئے یہ سب میرے گرد بکریوں کے گلہ کی طرح گھیرا ڈالے ہوئے تھے لیکن جب میں نے ذمہ داری سنبھالی اور اٹھ کھڑا ہوا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ دی اور دوسرا دین سے خارج ہوگیا اور تیسرے نے فسق اختیار کرلیا جیسے کہ ان لوگوں نے یہ ارشاد الٰہی سنا ہی نہیں ہے:

کہ دار آخرت ہم صرف ان لوگوں کے لئے قرار دیتے ہیں جو دنیا میں بلندی اور فساد نہیں چاہتے ہیں عاقبت صرف اہل تقویٰ کے لئے ہے۔ ہاں ہاں خدا کی قسم ان لوگوں نے یہ ارشاد سنا بھی ہے اور سمجھے بھی ہیں لیکن دنیا ان کی نگاہوں میں غالب آچکی ہے اور اس کی چمک دمک نے انھیں لبھا لیا۔

آگاہ ہوجاؤ! وہ خدا گواہ ہے جس نے دانہ کو شگافتہ کیا ہے اور ذی روح کو پیدا کیا ہے اگر حاضرین کی موجودگی اور انصار کے وجود سے حجت تمام نہ ہوگئی ہوتی اور اللہ کا اہل علم سے یہ عہد نہ ہوتا کہ خبردار ظالم کی شکم پری اور مظلوم کی گرسنگی پر چین سے نہ بیٹھنا تو میں آج بھی اس خلافت کی رسی کو انھیں کی گردن پر ڈال کر ہنکا دیتا اور اس کے آخر کو اول ہی کے کاسہ سے سیراب کرتا اور تم دیکھ لیتے کہ تمہاری دنیا میری نظر میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ بے قیمت ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر ایک عراقی باشندہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے آپ کو ایک خط دیا جس کے بارے میں خیال ہے کہ اس میں کچھ فوری جواب طلب مسائل تھے۔ چنانچہ آپ نے اس خط کو پڑھنا

شروع کردیا اور جب فارغ ہوئے تو ابن عباس نے عرض کی کہ حضور بیان جاری رہے؟

فرمایا: افسوس ابن عباس یہ تو ایک شقشقہ تھا جو ابھر کر دب گیا۔

(شقشقہ اونٹ کے منہ میں وہ گوشت کا لوتھڑا ہے جو غصہ اور ہیجان کے وقت باہر نکل آتا ہے)

ابن عباس کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! مجھے کسی کلام کے ناتمام رہ جانے کا اس قدر افسوس نہیں ہوا جتنا افسوس اس امر پر ہوا کہ امیر المومنینؑ اپنی بات پوری نہ فرما سکے اور آپ کا کلام ناتمام رہ گیا۔

امیرالمومنینؑ کے ساتھ رسول اکرمؐ کی گفتگو

ام سلمہ زوجہ رسول اکرمؐ فرماتی ہیں: پیغمبر اسلامؐ کی ہم نو بیویاں تھیں، ایک ایک دن ایک ایک کی نوبت ہوتی، جس دن میری باری تھی میں نے حجرہ کے دروازہ پر آ کر عرض کیا، کیا مجھے دخول کی اجازت ہے؟ رسولؐ نے فرمایا نہیں۔

میں اس بات سے شرمندہ اور اندوہناک ہوگئی اور ڈری کہ آنحضرتؐ نے مجھے چھوڑ دیا ہے، یا میرے بارے میں آسمان سے کچھ نازل ہوا ہے، تھوڑا صبر کرنے کے بعد دوبارہ دخول کی اجازت طلب کی؟ پھر اجازت نہیں ملی، اس دفعہ پہلے سے زیادہ ملول و غمگین ہوئی، چونکہ بے چین ہوگئی، لہذا تھوڑی دیر بعد پھر اجازت مانگی، فرمایا:

اے ام سلمہ! داخل ہو جاؤ، پھر میں حجرہ میں داخل ہوئی۔ علی ابن ابیطالب کو آنحضرتؐ کے سامنے دوزانو بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ کہہ رہے تھے یا رسول اللہ میرے ماں باپ قربان ہوں! جب ایسا ہو تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں اور میرا وظیفہ کیا ہوگا؟ پیغمبرؐ نے فرمایا: تم کو صبر کرنے کا حکم ہے۔

پھر علیؑ نے اپنے سوال کی تکرار کی، پھر رسولؐ نے انھیں ایسے ہی صبر و تحمل کا حکم دیا۔

ایسے ہی جب چوتھی مرتبہ تکرار کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

اس صورت میں اپنی تلوار نیام سے نکال کر کاندھے پر رکھ لینا اور صراط مستقیم پر مخالفین سے جنگ کرنا، یہاں تک کہ مجھ سے ملاقات کرو درانحالیکہ تلوار سے خون کے قطرات ٹپک رہے ہوں۔

پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ام سلمہ تم کس چیز سے پریشان و ملول ہو؟

میں نے کہا اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے دخول کی اجازت نہیں دی۔

فرمایا: یہ خیر کا تذکرہ تھا جب تم نے داخل ہونے کی اجازت چاہی اس وقت جبرئیل مجھے آئندہ

واقعات کی خبر دے رہے تھے اور میرے پاس حکم لائے تھے کہ علیؑ کو ان واقعات سے آگاہ کر دوں اور انھیں وصیت کروں۔

اے ام سلمہ! سنو اور گواہ رہو کہ علیؑ ابن ابیطالب دنیا و آخرت میں میرے وزیر ہیں اور میرے بعد میرے وعدہ کو پورا کریں گے، قیامت کے دن حوض کوثر سے دشمنوں کو دور کریں گے، گواہ رہو کہ علیؑ سید المسلمین، امام المتقین، امیر المومنین اور قاتل ناکثین، وقاسطین، ومارقین ہیں؟

میں نے عرض کیا ناکثین، قاسطین، ومارقین کون ہیں؟

فرمایا: ناکثین وہ لوگ ہیں جو مدنیہ میں علیؑ کی بیعت کریں گے اور بصرہ میں بیعت توڑ کر اس سے جنگ کریں گے،

قاسطین: معاویہ اور اہل شام میں سے اس کے یاور و مددگار ہیں جو علیؑ پر ظلم کریں گے۔

مارقین: وہ ہیں جو راہ حقیقت سے نکل کر نہروان میں علیؑ کے خلاف اجتماع اور جنگ کریں گے۔

امیر المومنینؑ سے رسول اکرمؐ کی وصیت

روایت کی گئی ہے کہ امیر المومنینؑ نے جنگ جمل کے بعد کسی ایک خطبہ میں رسول خداؐ کا یہ قول نقل کیا۔

اے علیؑ! تم میرے بعد دنیا میں رہو گے میری امت کیطرف سے مصیبت میں گرفتار ہو گے اور روز قیامت خدا کے سامنے اپنے دشمنوں اور مخالفین سے محاکمہ کرو گے پس مخالفین سے محاکمہ کے دن کی خاطر اپنا جواب و حجت اور دلیل تیار کرلو۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ قربان، میں کس لئے اور کس چیز سے آزمایا جاؤں گا، جو فتنہ میری مصیبت کا سبب بنے گا وہ کیا ہے اور کس عنوان و موضوع پر میں مقاتلہ کروں گا؟

رسول اکرمؐ نے فرمایا: تم میرے بعد بیعت توڑنے والے (ناکثین) اور ظالمین (قاسطین) اور راہ مستقیم سے خارج ہو جانے والے (مارقین) سے جنگ و جہاد کرو گے، آنحضرتؐ نے ایک ایک کا تعارف کرایا۔

تم میرے بعد قرآن مجید کی اور میری سنت کی مخالفت کرنے والوں اور دین خدا میں اپنی ناقص رائے و نظریہ پر عمل کرنے والوں سے قتال اور جہاد کرو گے جبکہ دین خدا میں کسی کی کوئی رائے اور کسی کا کوئی نظریہ نہیں ہے کسی فرد کے نظریہ و رائے کے مطابق احکام الٰہی کی تفسیر و توضیح نہیں ہو سکتی بلکہ دین خدا، پروردگار کے اوامر و نواہی اور اس کے فرمودات کو کہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اس راستہ کی ہدایت کیجئے جس سے روز قیامت مخالفین سے محاکمہ کر کے کامیاب و کامران رہوں۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: ہاں! میرے بعد جب لوگ تمہاری مخالفت کریں تو تم اصول پر ثابت قدم رہنا، جب تم دیکھو کہ انھوں نے راہ ہدایت و حقیقت کو اپنے میلان و خواہشات سے بدل دیا ہے کتاب خدا

اور کلمات الٰہی کو اپنی فکر ونظر کیطرف موڑ رہے ہیں تو تم صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنا اور اپنی فکر ونظر کو قرآن مجید کے تابع رکھنا کیونکہ انھوں نے دنیاوی زندگی پر تکیہ کیا ہوگا اور متشابہ امور کو لے کر ان کی تائید اور اثبات کیلئے آیات قرآن سے تمسک کرتے ہوں گے۔

جب تم دیکھو کہ لوگوں نے کلمات خدا کو ان کی اپنی جگہ سے منحرف وجدا کردیا ہے اور اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کررہے ہیں، خودخواہ اور پریشان حال، متجاوز ومنحرف جھوٹے ہوئی پرست ومفسد افراد وہ اشخاص اپنے کام میں لگ کر حکومت وریاست کو گھیر لیا ہے، تو تم راہ تقوی کو نہ چھوڑنا اور حسن عاقبت کو اپنی نگاہ میں رکھنا (فان العاقبة للمتقين) بہترین انجام متقین کیلئے ہے۔

امیر المومنینؑ کے جہاد کی خصوصیات کے بیان میں

ابن عباس کہتے ہیں ﴿ یایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین... ﴾

(سورہ توبہ، آیت ۷۳/۷۴)

اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو، ان کا ٹھکانہ تو جہنم ہی ہے جو بدترین ٹھکانہ ہے۔

منافقین اپنی باتوں پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم نے ایسا نہیں کہا حالانکہ انھوں نے کلمہ کفر کہا اور وہ لوگ اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اسلام نے فرمایا:

یقیناً میں کفار و منافقین سے جہاد کروں گا، پس جبرئیل نے نازل ہو کر فرمایا:

یا علی ابن ابیطالب جنگ و جہاد آپ بھی کریں گے۔

جابر ابن عبداللہ سے روایت ہے: حجۃ الوداع کے وقت میں میدان منیٰ میں سب سے زیادہ رسول اکرمؐ سے نزدیک تھا، آنحضرتؐ نے فرمایا:

میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے بعد دین سے منحرف ہو کر اپنے ہاتھ اور اپنی شمشیر سے ایک دوسرے کی گردن مارو گے، خدا کی قسم اگر ایسا ہوا تو مجھے دیکھو گے کہ میں ایک عظیم لشکر کے ساتھ تم سے جنگ کر رہا ہوں گا پھر اپنے پیچھے کیطرف رخ کر کے فرمایا: یا میرے بجائے علیؑ ابن ابیطالب کو دیکھو گے، اس جملہ کی تین بار تکرار کی، اس کلام کے بعد آنحضرتؐ کی حالت متغیر ہوئی اور جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

جب ہم آپ کو دنیا سے بلالیں گے تو ہم (علیؑ ابن طالب کے ذریعہ آپ کے مخالفین سے) انتقام لیں گے یا جو ہم نے وعدہ کیا ہے وہ آپ کو دکھائیں گے ہم جو چاہتے ہیں اس پر قدرت واختیار بھی رکھتے ہیں۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ حیات رسول اکرمؐ میں امیر المومنینؑ فرماتے تھے کہ خدا فرماتا ہے:
کہ ,,محمد،، خدا کے رسولؐ ہیں جیسے ان سے قبل بھی دوسرے رسولؐ تھے اگر ان کی وفات ہو جائے یا قتل ہو جائیں تو کیا تم لوگ پیچھے پیر پلٹ جاؤ گے میں (علیؑ) کہتا ہوں خدا کی قسم! ہم حق کی جانب ہدایت پانے کے بعد ہرگز پیچھے نہیں لوٹیں گے، خدا کی قسم جب پیغمبرؐ دنیا سے رحلت فرما جائیں یا قتل ہو جائیں تو جیسے انھوں نے جہاد کیا اور جس راہ میں انھوں نے مقاتلہ و مبارزہ کیا میں بھی مخالفین سے جنگ و جہاد کروں گا یہاں تک کہ مجھے موت آجائے کیونکہ میں ان کا بھائی ہوں اور ان کے چچا کا بیٹا اور ان کا وارث ہوں اور کون ہے جو مجھ سے زیادہ آنحضرتؐ کے نزدیک اولیٰ و افضل ہو۔

افضلیت امیر المومنینؑ

احمد ابن ہمام کہتے ہیں کہ ابو بکر کی خلافت کے زمانہ میں عبادہ ابن صامت سے میں نے جا کر کہا کیا لوگ ابو بکر کو ان کی خلافت سے پہلے دوسروں پر مقدم اور ترجیح دیتے تھے؟

عبادہ نے کہا اے ابو ثعلبہ جیسے سب خاموش بیٹھے ہیں اور بات نہیں کرتے تم بھی کوئی بات نہ کرو، خدا کی قسم! علیؑ ابن ابیطالب خلافت کیلئے ابو بکر سے زیادہ سزوار ہیں جیسے کہ رسول خداؐ نبوت و رسالت میں ابو جہل سے زیادہ سزاوار تھے۔

پھر کہا میں تم کو اس سے زیادہ بتاتا ہوں کہ ہم ایک دن رسول خداؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، علیؑ ابن ابیطالب اور عمر و ابو بکر دروازۂ رسولؐ پر آئے، سب سے پہلے ابو بکر داخل خانہ ہوئے پھر عمر اس کے بعد علیؑ وارد ہوئے۔ رسول خدا اس واقعہ سے اتنا متاثر ہوئے گویا آپ کے سر پر گرد و خاک پڑی ہو۔

پھر فرمایا: علیؑ! کیا یہ دونوں تم پر سبقت کر رہے ہیں درانحالیکہ خدا نے تم کو انکا امیر و مولیٰ قرار دیا ہے، ابو بکر نے کہا یا رسولؐ اللہ میں بھول گیا تھا اور عمر نے بھی اپنے سہو، اشتباہ کی عذر خواہی کی۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: تم لوگوں نے غلطی اور اشتباہ نہیں کی ہے بلکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ان کے حق کو غصب کر کے ان سے جنگ و جدال کر رہے ہو اور جو دشمن و مخالفین رسول خداؐ ہیں وہ اس عمل میں تمہاری مدد کر رہے ہیں، گویا میں تمہارے ساتھ ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ تم نے مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکایا، انھوں نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا اور دنیاوی فائدہ کی خاطر باہم نزاع و جدال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے گویا میں اپنے اہل بیت کو دیکھ رہا ہوں وہ تمہارے درمیان مغلوب و مقہور ہو کر زمین پر بکھر گئے ہیں البتہ خدا کی جانب سے ایسی پیشین گوئی اور ایسا مقدر ہو چکا ہے۔

اس کے بعد رسولؐ نے اس طرح گریہ کیا کہ اشک چہرہ مبارک پر جاری ہو گئے، پھر فرمایا:

. اے علیؑ ان تمام امور وحوادث میں تمہیں صبر وتحمل کرنا چاہئے، یہاں تک کہ خدا فرج وگشائش عنایت کرے، ہاں قدرت وتوانائی توفیق خدا سے ہے اور اس لحاظ سے تمہارا اجر ثواب بہت ہے۔

جب خدا تم کو قدرت وتسلط دے تو اپنی تلوار اٹھا لو اور اسے لے کر آگے بڑھو، مخالفین کی سرکوبی کرو، منحرفین ومنافقین کو قتل کرو جب تک کہ حقیقت کی جانب واپس نہ ہو جائیں اور سب کے سب تیرے امر وحکم تسلیم نہ کرلیں اور حق کے فرمان کے مطیع وفرمانبردار نہ بن جائیں، جان لو کہ تم ہمیشہ حق وحقیقت کے ہمراہ ہو اور تمہاری پاک۔ ذریت بھی ایسی ہے، اور تمہارے مخالف اور دشمن باطل وگمراہ ہیں۔

رسول خداؐ اور مرغ بریان

روایت کی گئی ہے کہ امام صادقؑ سے انھوں نے اپنے آبا واجداد سے کہ امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ بعداز نماز صبح ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اس کے بعد رسول خداؐ اٹھ کر چل دیئے، آپ کے ساتھ میں چلا، معمولاً جہاں رسول خداؐ تشریف فرما ہوتے مجھے ضرور خبر دیتے، جب بھی کہیں معمول سے زیادہ بیٹھے میں وہاں جا کر ان سے ملاقات کرتا کیوں کہ مقدار معین سے زیادہ حضرتؐ کا فراق برداشت نہیں کرسکتا تھا۔

رسولؐ اکرم عائشہ کے گھر کی جانب تشریف لے گئے اور ارادہ سے مجھے باخبر کیا۔

میں اپنے گھر زہراؑ، وحسنینؑ کے پاس واپس ہوگیا، تھوڑی دیر گھر میں مسرور وخوش بیٹھے رہے۔

پھر میں اٹھ کر عائشہ کے حجرہ کی سمت آیا اور دق الباب کیا، عائشہ نے دروازہ کے پیچھے سے پوچھا کون؟ میں نے کہا میں علیؑ ابن ابیطالب ہوں۔ جواب دیا کہ رسول خداؐ سو رہے ہیں۔

میں واپس ہوگیا لیکن راستہ میں اپنے سے کہا کیسے ہوسکتا ہے کہ عائشہ گھر میں حاضر و بیدار ہوں اور وہ سوئیں۔ پھر واپس آ کر دروازہ کھٹکھٹایا، عائشہ نے پوچھا کون؟ میں علی ابن ابیطالب ہوں۔ اس نے کہا رسولؐ خدا مصروف کار ہیں، میں واپس ہوگیا اور دق الباب سے کچھ شرمندہ بھی ہوا لیکن درعین حال میرا دل پریشان و بےقرار اور بےصبر ہوگیا کہ اب جدائی کی طاقت نہیں رہ گئی، اس بار بے اختیار واپس ہوا اور دروازہ زور سے کھٹکھٹایا، عائشہ نے پوچھا کون؟ میں علیؑ ہوں۔

اس وقت میں نے رسولؐ کی آواز سنی کہ عائشہ سے کہا، اے عائشہ دروازہ کھول دو، اس نے دروازہ کھولا اور میں وارد ہوا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے ابوالحسن بیٹھو، میں تمہیں اپنے سامنے کی چیز کی خبر دوں، یا تم اپنے دیر کرنے کا سبب بیان کروگے؟

میں نے کہا یارسول اللہ! آپ کی زبان وگفتگو زیادہ سزاوار ہے۔آپ نے فرمایا:

جب میں تم سے جدا ہوا بہت بھوکا تھا، عائشہ کے پاس بھی کھانے کی کوئی چیز نہ تھی، میں نے ہاتھوں کو دعا کیلئے بلند کیا اور خدا سے طعام کی درخواست کی، جبرئیل نازل ہوئے اور یہ مرغ بریان میرے سامنے رکھا (آپ نے اپنے سامنے رکھے ہوئے مرغ پر اپنی انگلی رکھی) اور فرمایا: خدا نے مجھے وحی کی ہے کہ یہ مرغ جنت کے بہترین ولذیذ کھانوں میں سے ہے، اسے میں آپ کے پاس لاؤں، میں نے حمد وشکر کیا اور جبرئیل واپس چلے گئے، میں نے ہاتھ بلند کر کے عرض کیا خداوندا! جو بندہ تجھے سب سے زیادہ دوست ہے اور میرا بھی سب سے زیادہ محبوب ہو، اسے اس دستر خوان پر حاضر کر دے تاکہ وہ میرے ساتھ یہ غذا کھائے، اس دعا کے بعد تھوڑی دیر میں نے صبر کیا لیکن کچھ اثر نہیں دکھائی پڑا، دوبارہ دعا کی پروردگارا! جو تجھے اور مجھے دوست رکھتا ہے اور تو بھی اور میں بھی اسے محبوب رکھتے ہیں اس دستر خوان پر بھیج دے، تاکہ ہم باہم یہ غذا تناول کریں، اس وقت تمہارے دق الباب کی آواز میں نے سنی تو عائشہ سے کہا دروازہ کھول دو، تاکہ علی گھر میں آجائیں اور میں نے خدا کی حمد وثنا کی، میں خوش ہوا کہ تم خدا اور رسولؐ کے محبّ ہو اور ان کے محبوب ہو۔اے علیؑ لو کھاؤ!

جب ہم دونوں نے طعام تناول کر لیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علیؑ! اب تم اپنے امور کی خبر دو؟

میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! جب میں آپ کے پاس سے گھر گیا، فاطمہؑ وحسنینؑ کے ساتھ خوش وخرم رہا پھر کچھ دیر بعد آپ کے دیدار وملاقات کیلئے وہاں سے نکل پڑا۔

امیر المومنینؑ نے اس کے بعد سے دروازہ تک کہ بات نقل کی۔

رسول خداؐ نے فرمایا:

اے عائشہ! خدا نے ایسا ہی مقدر کیا ہے، بتاؤ تم نے کس وجہ سے دروازہ نہیں کھولا؟

عائشہ نے کہا یارسولؐ اللہ! میں چاہتی تھی کہ میرے باپ آجائیں اور اس کھانے کو کھائیں۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: علیؑ سے تمہاری عداوت ودشمنی کا اظہار پہلی مرتبہ نہیں ہے، تمہارے دل کی نسبت

جو کچھ ہے میں جانتا ہوں، خدا کی قسم!! تم ان سے مقاتلہ و مقابلہ کروگی۔

عائشہ نے کہا یا رسولؐ اللہ! کیا ممکن ہے کہ عورتیں مردوں سے جنگ کریں؟

پیغمبرؐ نے فرمایا: اے عائشہ! تم علیؑ ابن ابیطالب سے جنگ کروگی، میرے کچھ اصحاب تیرے اس عمل میں شریک ہوکر تمہیں تشویق و تحریک کریں گے، تیری جنگ کا واقعہ تاریخ کے صفحات پر ضبط ہوگا اور امت کے اولین و آخرین افراد اس کے بارے میں مذاکرہ و مناظرہ کریں گے، اس عمل کی علامت یہ ہے کہ تم ایسے اونٹ پر سوار ہوگی جو شیطان کی طرح ہوگا، منزل کے پہنچنے سے پہلے مقام حوأب کے کتوں کی آواز اور ان کے حملوں کا سامنا کروگی، وہاں سے مراجعت پر اصرار کروگی تو کچھ لوگ جھوٹی گواہی دیں گے کہ یہ مقام حوأب نہیں ہے پھر اس شہر کیطرف جاؤ گی جس کے رہنے والے تمہارے اصحاب ہوں گے، وہ شہر بصرہ، آسمان سے دور ترین شہر ہے اور آب دریا سے نزدیکترین، تو وہاں سے مغلوب و ذلیل حالت میں واپس ہوگی، علیؑ ابن ابیطالب تمہاری اس مصیبت کے دن اپنے کچھ معتمد اصحاب کو تمہارے ہمراہ کرکے تم کو تمہارے وطن واپس کریں گے، وہ تمہارا خیرخواہ ہے، اس اختلاف اور جنگ میں بھی وہ تم کو قیامت کے دن کی میری اور تمہاری جدائی سے ڈرائیں گے، کیونکہ میری رحلت کے بعد علیؑ نے میری ازواج میں سے جس کو طلاق دیدیا وہ مطلقہ ہو جائے گی۔

عائشہ نے کہا یا رسولؐ اللہ! کاش اس دن سے پہلے ہی میں مرجاتی۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا! افسوس! افسوس، اس خدا کی قسم! جس کے قبضہ میں مری جان ہے، جو میں نے کہا وہ ہونے والا ہے، گویا اس حادثہ کو میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں۔

اس کے بعد علی ابن ابیطالب نے فرمایا: نماز ظہر کا وقت ہوگیا ہے اور بلال کو اذان کہنے کا حکم دیا، پھر مسجد میں جا کر نماز میں مشغول و مصروف ہوگئے۔

توحید کے بارے میں امیر المومنینؑ کی گفتگو

توحید کے بارے میں آنحضرتؑ کا خطبہ اور پروردگار کی ان صفات کے بارے میں جو مخلوق سے مخصوص ہے اور الوہیت کے سزاوار نہیں ہے۔ مثلاً مجبور ہونا، شبیہ ہونا، دکھائی دینا، حرکت کرنا، متغیر ہونا، زائل ہونا، ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونا وغیرہ انھیں آپ نے اپنے کلمات ومحاورات میں بیان فرمایا ہے۔

تمام حمد وستائش اس اللہ کیلئے ہے جس کی حمد وتعریف کرنے والے اور وصف کرنے والے نہ بیان کر سکتے ہیں اور نہ ان تک پہنچ سکتے ہیں۔ جس کی نعمتوں کو شمار کرنے والے شمار نہیں کر سکتے، نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکتے ہیں، نہ بلند پرواز ہمتیں اسے پاسکتی ہیں، نہ عقل وفہم کی گہرائیاں اس کی تہ تک پہنچ سکتی ہیں، اس پروردگار کی کمال ذات کی کوئی حد معین نہیں، نہ اس کیلئے توصیفی الفاظ ہیں، نہ اس کی ابتداء کیلئے کوئی وقت ہے جسے شمار کیا جاسکے۔

ان تمام مخلوقات کو اپنی قدرت وتوانائی سے خلق کیا، اپنی رحمت ولطف سے ہواؤں کو چلایا، تھرتھراتی ہوئی زمین پر پہاڑوں کی میخیں گاڑیں۔

آغاز دین جو اس کی معرفت ہے، کمال معرفت ونہایت اس کی تصدیق ہے، کمال تصدیق توحید ہے، کمال توحید تنزیہ واخلاص ہے، کمال اخلاص یہ ہے کہ اس سے صفتوں کی نفی کی جائے کیونکہ ہر صفت شاہد ہے کہ وہ اپنے موصوف کی غیر ہے اور ہر موصوف شاہد ہے کہ وہ صفت کے علاوہ کوئی چیز ہے۔

جب کوئی کسی چیز کی توصف کرتا ہے تو درحقیقت اس ذات موصوف کے ساتھ ایک وصف وصفت مانتا ہے، پس خدا کی توصیف بھی ایسی ہوگی، کیونکہ جس نے اس کی ذات کی توصیف ایک الگ صفت سے کی تو گویا اس خدا کو دو چیز (صفت وموصوف) سے مرکب کر دیا اور اس کیلئے دو عنوان طے کر دیا۔ جس نے

اسے مرکب مانا اور دوئی پیدا کی، اس نے اس کے لئے جزء و تقسیم بناڈالی، خدائے بے نیاز و قدیم وازلی وواجب کیلئے جزء و تقسیم محال ہے، جس نے خدا کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھا اور اس کیلئے اجزاء کا تصور کیا وہ خدائے واحد کے مرحلہ معرفت میں پہلے ہی سے دُور ہوگیا، شخص جاہل و نادان ایسا خیال کرتا ہے کہ وہ دوسری موجودات کی طرح قابل اشارہ ہے اور اس کی جانب حسی یا عقلی اشارہ کیا جاسکتا ہے لیکن وہ توجہ نہیں رکھتا کہ اشارہ کرنا مستلزم محدودیت ہے، جب تک کوئی چیز معین و محدود نہ ہو اس کیطرف اشارہ نہیں کیا جاسکتا اور جو شیء محدود ہو جائے اور حدود و اطراف کے سبب معین ہو جائے وہ قابل تجزیہ و تقسیم ہوگی۔

پس اگر خدا مورد، موقع اور اشارہ میں آجائے تو وہ مرکب و محدود صاحب جسم اور ممکن ہو جائے گا۔

اس کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کسی معین محیط یا محدود محل و مقام میں ہے یا کسی معلوم معین سطح و جگہ پر ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ وہ کسی ایک معیّن محیط و حدود میں ہے اور دوسرے مقامات یا موارد پروردگار سے خالی ہیں۔

ذات خدا حادث نہیں ہے اس کے وجود پاک پر عدم و نیستی نہیں پائی جاتی ہے، وہ ہر چیز کے ساتھ ہے لیکن جسمانی اتصال کیطرح نہیں، وہ تمام اشیاء سے جدا و علاحدہ ہے لیکن جسمانی دوری کی مانند نہیں، وہ صانع و فاعل ہے، لیکن لوگوں کے مثل حرکات و آلات و فعالیت کا محتاج نہیں وہ دیکھنے والا ہے لیکن مبصرات و محسوسات کی احتیاج نہیں رکھتا کیوں کہ وہ زمانہ پر محیط ہے اور اس کے احاطہ علم و بینائی کے لحاظ سے گذشتہ و آئندہ میں تفاوت و فرق نہیں ہے، وہ تنہا و یگانہ ہے کیونکہ اس کا کوئی ساتھی و شریک نہیں، کہ جس سے وہ مانوس ہو پھر اس کے نہ ہونے سے پریشان ہو جائے۔

اسی خدانے پہلے مخلوقات کو پیدا کیا اور اس خلقت میں لوگوں کی کیطرح فکر و نقشہ اور تجربہ، زحمت و کوشش کا معمولی سا بھی محتاج نہیں تھا۔

خدانے دنیا اور اہل دنیا کی خلقت کے بعد اس کے نظم و ضبط کو مرتب کیا اور ہر امور حادثہ و ہر موضوع کیلئے وقت معیّن مقرر کیا، مختلف اشیاء و متفاوت موضوعات کے درمیان ربط پیدا کیا اور اپنی تمام موجودات

ومخلوقات کوایک دوسرے سے مرتبط کیا موجودات میں سے ہرایک کی خاطرایک مخصوص طبیعت وفطرت اور ایک معیّن خاصیت اور ایک معلوم اثر کا انتظام کیا اور ان خواص وآثار وطبائع کو ان اشیاء کا ایسا سلسلہ تلازم رکھا کہ ہرگز ایک دوسرے سے جدائی نہیں پیدا کرسکتے، پروردگار عالم ان تمام حوادث اور امور کا ان کے حدوث وقوع اور وجود کے پہلے ہی سے آگاہ تھا اور امور کے تمام حدود واطراف اور آغاز وانجام سے مطلع تھا اور ان کے تمام قرائن، خصوصیت اور اثرات کو جانتا تھا۔

امیرالمومنینؑ کی ایک راہب سے ملاقات

روایت کی گئی ہے کہ اہل روم کا ایک گروہ شہر مدینہ میں وارد ہوا، ان کے درمیان نصاریٰ کے راہبوں میں سے ایک راہب دانشمند بھی تھا، اس وقت امور مسلمین کی حکومت ابوبکر ابن ابوقحافہ کے ہاتھوں میں تھی راہب سونے چاندی سے لدے ہوئے اپنے اونٹ کے ساتھ مسجد نبوی کے پاس آیا، ابوبکر کچھ مہاجرین و انصار کے ساتھ مسجد میں موجود تھے۔

راہب مسجد نبوی میں داخل ہوا، اور ان کے سامنے کھڑا ہو گیا، پھر سلام واحترام کے بعد کہا:

تم میں سے اپنے پیغمبرؐ کا خلیفہ اور اپنے دین کا امین کون ہے؟

حاضرین نے ابوبکر کی جانب اشارہ کیا، راہب نے ان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا:

اے شیخ: تمہارا کیا نام ہے؟

ابوبکر: میرا نام عتیق ہے، راہب دوسرا کوئی نام؟

ابوبکر: صدیق ہے، راہب! اور کوئی نام ہے؟

ابوبکر: میں اس کے علاوہ اپنا کوئی اور نام نہیں جانتا۔

راہب: میرا مطلوب ومقصود کوئی دوسرا ہے، تم نہیں۔

ابوبکر: تمہاری حاجت اور تمہارا مقصد کیا ہے؟

راہب: میں ملک روم سے آیا ہوں اور اونٹ سونا وچاندی سے لدا ہوا ہے اتنی لمبی مسافت طے کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے خلیفہ سے چند مسائل دریافت کروں، اگر وہ میرے سوالات کا صحیح اور وافی جواب دے تو میں دین اسلام کو قبول کر کے اس کے احکام ودستوارت کی اطاعت کروں، ضمنی طور پر اپنے ان اموال کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دوں اور اگر صحیح وکافی جواب نہ دے سکے تو جہاں سے آیا ہوں

وہاں واپس چلا جاؤں اور اسلام کو قبول نہ کروں۔

ابوبکر: اپنے سوالات بیان کرو؟

راہب: کوئی حرج نہیں ہے لیکن تم مجھ کو اپنی اور اپنے دوستوں کی اذیت وغصہ سے امان وآزادی دو۔

ابوبکر: تم امان میں ہو، جو کہنا چاہتے ہو کہو!

راہب: مجھے بتاؤ کہ وہ کیا ہے، جو خدا کیلئے نہیں ہے؟

وہ کیا نہیں رکھتا؟ خدا سے کیا نہیں ہے؟ اور خدا کیا نہیں جانتا؟

ابوبکر حیران رہ گئے اور جواب سے عاجز رہے، تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھنے کے بعد حکم دیا کہ عمر بن خطاب کو بلاؤ۔ وہ آکر ان کے بازو میں بیٹھ گئے، ابوبکر نے راہب سے کہا اپنے سوالات ان سے پوچھو۔

راہب نے عمر کیطرف رخ کرتے ہوئے اپنی بات کی تکرار کی۔ عمر بن خطاب نے بھی ابوبکر کی مانند سر جھکا لیا اور جواب سے عاجز رہے، اسی وقت عثمان بن عفان وارد مسجد ہوئے اور ان دونوں کے بازو میں بیٹھ گئے، راہب نے اپنی بات کو پیش کیا، راہب نے اپنے سے کہا یہ سب پیر وبزرگ لوگ ہیں لیکن افسوس کہ انھیں اپنے اوپر غرور وتکبر ہے پھر وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا۔ اس موقعہ پر جناب سلمان حاضر تھے، جلدی سے حضرت علیؑ کے پاس آئے اور مسجد کے واقعہ کو بیان کیا۔

امیر المومنینؑ اپنے بیٹوں کے ساتھ اپنے گھر کے صحن میں موجود تھے، آپ کا گھر مسجد کے بازو میں تھا اور سلمان کے تقاضہ کے سبب مسجد میں آئے جیسے ہی جمعیت نے آپ کو دیکھا خوشحال ومسرور ہوئے، سب نے تکبیر بلند کی اور حمد وشکر کیا اور ان کو عزت واحترام سے ایک جگہ بٹھایا۔

ابوبکر نے راہب سے کہا کہ تم جس کو چاہتے تھے وہ حاضر ہیں جو پوچھنا چاہتے ہو ان سے پوچھو؟

راہب نے آپ کی سمت متوجہ ہو کر کہا:

اے جوان! تمہارا نام کیا ہے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: مجھے یہودی الیا اور عیسائی ایلیا اور قرآن میں علیؑ اور میری ماں حیدر کہتی ہیں۔

راہب: پیغمبر اسلامؐ سے تمہارا تعلق ورشتہ کیا ہے؟

امیر المومنینؑ: میں ان کے چچا کا بیٹا، ان کا داماد اور بھائی ہوں۔

راہب: عیسیٰؑ کی قسم! آپ ہی میرا مقصود ہیں، آپ مجھے بتایئے کہ وہ کیا ہے، جو خدا کے نہیں ہے اور خدا سے نہیں ہے، ور خدا اسے نہیں جانتا؟

امیر المومنینؑ: جو خدا کیلئے نہیں ہے، وہ بیوی اور فرزند ہے، کیونکہ خدا اہل وعیال نہیں رکھتا (کچھ عیسائی گمراہ ہو گئے اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں) جو خدا سے نہیں ہے وہ ظلم ہے، وہ عادل ہے اس سے کبھی ظلم ستم نہیں ہوگا۔ جو خدا نہیں جانتا وہ اس کا شریک ہے کہ خدا کسی کو اپنا شریک نہیں جانتا۔

راہب نے کھڑے ہو کر اپنی کمر کے پٹہ کو کھولا اور امیر المومنینؑ کی پیشانی کا بوسہ دیکر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا، ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، میں گواہی دیتا ہوں محمدؐ خدا کی طرف سے رسالت ونبوت پر مبعوث ہوئے اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ خلیفہ ووصی پیغمبرؐ اور امت اسلامی کے امین، دین کا معدن، علم وحکمت اور برہان کا سرچشمہ ہیں۔

میں نے آپ کا نام توریت میں الیا، انجیل میں ایلیا، قرآن میں علیؑ اور گذشتہ کتابوں میں حیدر پڑھا ہے۔ میں اپنی معلومات واطاعت کے سبب معتقد ہوں کہ آپ ہی رحلت پیغمبرؐ کے بعد خلافت اور ان کی امت کی پیشوائی نیز امارت کیلئے دوسروں سے زیادہ لائق وسزاوار ہیں۔

پس آپ کے امور اس امت کے ساتھ کیسے ہیں؟

امیر المومنینؑ نے راہب کی بات کا مختصر ومجمل جواب دیا۔

راہب اٹھا ور اپنے اموال امیر المومنینؑ کے حوالہ کیے، آپ نے وہ تمام مال، سونا وچاندی مدینہ کے فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم فرمائے اور مسجد سے باہر چلے گئے۔

ظلم وجور کے بارے میں امیر المومنینؑ کا کلام

روایت کی گئی ہے کہ امیر المومنینؑ کے سامنے تذکرہ ہوا کہ آپ کے اصحاب خدا کے عدل وظلم کے بارے میں بحث ومباحثہ کرر ہے ہیں، یہ سن کر امامؑ اپنی جگہ سے اٹھے اور مسجد میں آ کر منبر پر تشریف لے گئے۔ پروردگار کی حمد وثناء کے بعد فرمایا:

اے لوگو! جان لو کہ جب خدا نے انسان کو خلق کیا تو اس نے چاہا کہ تمام انسان آداب پسندیدہ کے مطابق عمل کریں اور صفات حمیدہ واخلاق شریفہ سے متصف ہوں۔ ہاں یہ باتیں خود بخود متحقق و عملی نہیں ہوسکتیں، بلکہ ان مطلوبہ وغیر مطلوبہ، صفات حمیدہ ونا پسندیدہ آداب واعمال کی وضاحت ہونا چاہیے، کیونکہ یہ امر خیر وصلاح کی طرف دعوت اور شر وفساد کی ممانعت پر موقوف تھا، امر ونہی اور دعوت اس صورت میں اثر بخش اور نتیجہ خیز ہوتی کہ اس کے بعد مفید وعدوں اور سخت خوف وتحذیر کا بیان ہوتا، جو ترغیب وتشویق، خواہشات نفسانی ولذائذ جسمانی کے وسیلہ سے ہونا چاہئے جیسے مادّی ومحسوس مصیبتوں اور عذابوں کے ذریعہ ڈرانا، اس لحاظ سے جب انسان پیدا ہوا اور اس جہان میں زندگی بسر کرنے لگا تو بہشت کی نعمت ولذت اور خوشی وآرام کے بہت سے نمونہ اس دنیا میں دکھائے گئے تاکہ ان مختصر نمونوں سے حقیقی خوشیوں تک پہنچ سکے، اسی طرح دوزخ کی سختیوں، شکنجوں اور عذابوں کے نمونہ بھی ظاہر ونمایاں ہوئے تاکہ ان جزئیات اور علامتوں سے وہاں کی بڑی بڑی مصیبتوں کی خصوصیات سمجھی جاسکے۔ یہ وہی ہے جو تم ملاحظہ کرر ہے ہو کہ دنیا کی تمام نعمت وخوشی وآرام، غم وغصہ اور مختلف رنج وغم سے ملی ہوئی ہے۔

کہا گیا ہے کہ یہ کلام جاحظ کے سامنے پڑھا گیا، اس نے کہا کہ یہ کلام جامع ترین وبہترین کلام ہے جسے مؤلفین نے اپنی تالیف میں جمع کیا ہے اور محدثین نے بھی بیان کیا ہے، ابوعلی جبائی نے جاحظ کی بات سنی تو کہا جاحظ نے درست کہا، اس میں کسی طرح کی کمی وزیادتی کا احتمال نہیں ہے۔

جبر وتفویض کے بارے میں امیر المومنینؑ کا کلام

امام علی نقیؑ سے روایت کی گئی ہے: کہ آپ نے مسئلہ نفی جبر وتفویض میں اہل اہواز کو خط تحریر کرتے ہوئے فرمایا:

امیر المومنینؑ سے جنگ صفین کی مراجعت کے بعد ایک شخص نے پوچھا؛

اے امیر المومنینؑ! مجھے اہل شام سے جنگ ومقابلہ کے بارے میں بتایئے کہ یہ واقعہ پروردگار کی قضا وقدر کے اعتبار سے تھا یا نہیں؟

امیر المومنینؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: اے مرد بزرگوار! ہاں، تم لوگوں نے پہاڑ درہ وصحرا میں کوئی قدم نہیں رکھا مگر یہ کہ وہ خدا کی قضا وقدر کے مطابق تھا۔

اس مرد نے کہا! اس صورت میں اس سفر کی برداشت کی ہوئی تمام تکالیف وشدائد خدا کے حساب میں ہے اور ہمیں اس کا کوئی اجر وثواب حاصل نہیں ہوگا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: ہم کو اجر وثواب کیوں نہیں ملے گا، جبکہ خداوند متعال نے تمہارے دشمن کیطرف جانے کیلئے اور جنگ سے مراجعت کیلئے اجر جزیل اور ثواب کثیر معین کیا ہے اور تم ان حالات وواقعات میں مجبور ومضطر نہیں تھے (بلکہ اپنے اختیار سے گئے اور واپس ہوئے)

اس شخص نے کہا: یا امیر المومنینؑ! کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اس سفر کے رفت وآمد میں مختار وآزاد ہوں جبکہ قضا وقدر الٰہی ہمیں اس واقعہ کی جانب کھینچ رہی ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: شاید تو حتمی ویقینی قدر وقضا سمجھ رہا ہے اور اسی کو مراد لے رہا ہے۔ اگر ایسا ہو تو یقیناً امر ونہی، ثواب وعقاب اور جنت، دوزخ عبث وباطل ہو جائیں، مطیع وفرمانبردار ونیکوکار اشخاص اور عاصی وبدکار افراد مساوی ہو جائیں بدکردار اشرار کی ملامت ومذمت اور نیکوکار وخوش رفتار لوگوں کی مدح و

ثنا اور تشویق نہیں کی جاسکتی، نیکوکار کو جزائے خیر میں کوئی اولویت نہ ہوتی اور بدکردار کیلئے اعمال بد کی سزا و عقاب میں کوئی فرق نہ ہوتا۔

یہ بات بت پرستوں کے کلام کیطرح ہے اور شیطان کے پیروکاروں اور رحمٰن کے مخالفوں، دروغ و بہتان کی تصدیق کرنے والوں اور گمراہوں کی باتیں ہیں۔

ایسا اعتقاد رکھنے والے اس امت کے مجوسی اور قدری شمار ہوں گے۔

وہ لوگ نہیں جانتے کہ پروردگار نے حکم دیا ہے درانحالیکہ لوگوں کو اختیار دیا ہے کہ اپنے اختیار سے اس کے امر و حکم کی اطاعت کریں۔ اس نے نہی کی ہے درانحالیکہ اس کی روک تھام ڈرانے و دھمکانے کی خاطر ہے اس کی تکالیف سہل و آسان اور بندوں کے حدود قدرت میں ہے، لوگوں کی مخالفت و نافرمانی نہ تو خدا کے ضعیف و کمزور اور مغلوب ہونے کے سبب ہے اور نہ تو لوگوں کی اطاعت و فرمانبرداری اس کے زور و زبردستی کی وجہ سے ہے۔ انبیاء و رسولوں کی بعثت کار بیہودہ و عبث نہیں، آسمانی کتابوں کا نزول لغو و مہمل نہیں ہے، زمین و آسمان اور دوسری مخلوقات کی خلقت باطل و بے فائدہ نہیں، رہ گیا منکرین خدا غلط فکر اور عناد کی وجہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں اور کافروں کیلئے جہنم اور اس کا عذاب سخت ہے۔

پھر امیر المومنینؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿و قضیٰ ربک الا تعبدوا الاّ ایاہ..﴾

تمہارے پروردگار کا فیصلہ ہے کہ اس کی بندگی کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔

(سورۂ اسراء، آیت ۲۳)

وہ شخص نہایت خوش و مسرور ہوکر امیر المومنینؑ کے پاس سے اٹھ کر یہ اشعار پڑھتا ہوا چلا گیا۔

(ترجمہ) آپ وہ امام و پیشوا ہیں کہ جن کی ذات سے ہم امیدوار ہیں کہ آپ کی اطاعت و پیروی کے ذریعہ روز قیامت پروردگار ہماری مغفرت کرے گا، حقائق دین میں سے جو میرے لئے مشتبہ تھا وہ آپ نے روشن کردیا، خدا آپ کو جزائے خیر عنایت کرے، عمل قبیح کرنے والے شخص کو کوئی عذر و بہانہ نہیں ہے اور اس کے فسق و معصیت کو غیر کیطرف نسبت نہیں دی جاسکتی، ہرگز یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ جس نے

فحشاء ومنکرات سے منع کیا ہے وہی اس کے عمل کا سبب ہے یا جو پروردگار خیر وصلاح اور عدالت کا خواہاں ہے اور خود قادر و بے نیاز ومہربان ہے وہی اولیاء سے عداوت اور ان پر ظلم وستم اور قتل کا حامی بھی ہوتا ہے، یقیناً ایسا عقیدہ عداوت وغضب الٰہی کا موجب ہے اور شیطانی وسوسہ شمار ہوتا ہے۔

قضاوقدر کیا ہے؟

روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص امیر المومنینؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور عرض کیا جس قضا وقدر کا آپ ذکر کر رہے ہیں وہ کیا ہے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: قضا وقدر یعنی پروردگار کا اپنی اطاعت کا حکم دینا اور اپنی مخالفت ونافرمانی سے روکنا، اعمال خیر و پسندیدہ کے انجام دینے اور برے افعال کے ترک کرنے کیلئے بندوں کو طاقت دینا، اپنی خوشنودی اور اپنے تقرب کی توفیق دینا اور مدد کرنا، راہ معصیت پر چلنے والے اشخاص کی مدد نہ کرنا، اچھی جزا کے وعدے کرنا اور برے اعمال کے برے انجام کا یاد دلانا، رغبت وشوق دلانا، ڈرانا وخوف دلانا۔

یہ سب خدا کی قضاء وقدر کے معانی ہیں۔ ہمارے اعمال کے بارے میں اس کے علاوہ جو مفہوم بیان کیا جائے، وہ قابل تصدیق اور لائق اعتماد نہیں ہے بلکہ عمل کے باطل ہونے اور حسنات کے محو ہو جانے کا سبب ہوگا، تم کو ان کی طرف توجہ نہیں کرنا چاہئے۔ اس مرد نے کہا:

یا امیر المومنینؑ! آپ نے مجھے سکون واطمینان بخش دیا اور دل کے اضطراب سے نجات دیدی۔

قضاوقدر کے بارے میں

روایت کی گئی ہے کہ امیر المومنینؑ سے قضاء قدر کے معنی پوچھے گئے؟

آپ نے فرمایا: یہ نہ کہو کہ خدا نے لوگوں کو خود انھیں پر چھوڑ دیا ہے اور ان کے امور خود انھیں کے ذمہ کر دیا ہے کیونکہ اس صورت میں تم نے اللہ تعالیٰ کے مقدس مقام کی توہین وتحقیر کی ہوگی۔

یہ بھی نہ کہو کہ خداوند عالم نے لوگوں کو ان کے گناہ ومعصیت کی نسبت مجبور وعاجز بنایا ہے کیونکہ اس صورت میں تم نے قادر مطلق ومہربان خدا کو ظالم وستمگر سمجھ لیا ہے۔

بلکہ ایسا کہنا چاہئے کہ اطاعت اور اعمال صالح خدا کی توفیق وعنایات سے انجام پاتا ہے اور افعال بد اس کے لطف وکرم اور توفیق کے سلب ہو جانے کے نتیجہ میں انسان سے سرزد ہوتے ہیں۔

متوجہ رہنا چاہئے کہ یہ تمام امور اور اس کے تمام مراتب علم خدا میں ثبت وضبط کئے ہوئے ہیں۔

کیا خدا دیکھا جا سکتا ہے؟

روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص نے آ کر امیر المومنینؑ سے عرض کیا: یا امیر المومنینؑ! مجھے پروردگار عالم کے بارے میں بتایئے کیا آپ وقت عبادت اس کا مشاہدہ کرتے ہیں؟

فرمایا: ہاں میں ایسا انسان نہیں ہوں کہ بغیر دیکھے ہوئے خدا کی عبادت کروں۔

عرض کیا یا امیر المومنینؑ! آپ خدا کو کیسے دیکھتے ہیں؟

فرمایا: تم پر افسوس! تمہارے خیال میں خدائے جہان کو اس آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے، خدا ظاہری چشم اور مادی دید کے ذریعہ نہیں دیکھا جا سکتا، بلکہ اسے چشم قلب، باطنی بصیرت اور نور عقل سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور نور معرفت و ایمان کے وسیلہ سے درک کیا جا سکتا ہے۔

خداوند متعال اپنی آیات وعلامات کی دلالت سے پہچانا گیا ہے اور خود اس کے واضح وروشن آثار وعلائم سے اس کی تعریف وتوصیف کی جاتی ہے۔

پروردگار! لوگوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور نہ ظاہری حواس وقوتوں سے اس کا ادراک ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر وہ شخص امیر المومنینؑ کے پاس سے یہ کہتا ہوا باہر چلا گیا کہ:

خدا بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت وخلافت کو کس محل ومقام پر رکھے۔

خداوند متعال کہاں ہے؟

روایت ہے کہ علماء یہود سے ایک نے ابوبکر سے آکر پوچھا کیا تم جانشین پیغمبرؐ ہو؟

ابوبکر نے کہا! ہاں، عالم یہودی! ہم توریت میں پڑھتے ہیں کہ انبیاء کے جانشین کو امت سے اعلم وافضل ہونا چاہئے، آپ مجھے بتایئے کہ پروردگار عالم کہاں ہے؟

آیا وہ آسمان میں ہے یا زمین میں ہے؟

ابوبکر! خدا آسمان میں عرش کے اوپر ہے۔

عالم یہودی! ایسی صورت میں لازم آتا ہے کہ زمین خداوند عالم کے وجود سے خالی ہو، وہ ایک معیّن جگہ پر قرار پائے اور دوسرے مقامات سے وہ دور ہو۔

ابوبکر! یہ زندیقوں اور بے دینوں کی باتیں ہیں، میرے پاس سے اٹھ کر دور ہو جاؤ، ورنہ حکم دوں گا کہ تمہیں قتل کردیں۔

وہ شخص نہایت حیرت وتعجب کے ساتھ اٹھ کر چل دیا اور واپس جاتے ہوئے دین اسلام کا مذاق کررہا تھا، وسط راہ میں امیرالمومنینؑ نے اس سے ملاقات کر کے فرمایا:

تمہارے سوال اور ابوبکر کے جواب کی مجھے اطلاع ہے، اس کے بارے میں میرا جواب یہ ہے کہ خدا نے مکان ومقام کو پیدا کیا ہے، اس کیلئے کوئی مکان نہیں ہے۔ وہ اس سے برتر اور بالاتر ہے کہ اس کو کوئی محل اپنے احاطہ میں لے، وہ تمام مکان پر محیط ہے اور تمام محل ومقام اس کی ذات اقدس کی نسبت مساوی وبرابر ہیں۔

تمہاری آسمانی کتابوں میں سے ایک میں جوبات وارد ہوئی ہے میں تمہیں بتاتا ہوں، تم میری تصدیق کروگے، کیا ایسی صورت میں میری بات قبول کر کے اس پر اعتقاد اور ایمان لاؤ گے؟

عالم یہودی: ہاں؛

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تمہاری آسمانی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ایک روز جناب موسیٰؑ بیٹھے تھے، ان کے پاس ایک فرشتہ مشرق سے آیا، نبیؑ نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟

اس فرشتہ نے جواب دیا، پروردگار کی جانب سے آیا ہوں، دوسرا فرشتہ مغرب کی جانب سے آیا، جب نبیؑ نے اس کی جگہ پوچھی اس نے جواب دیا، پروردگار کی سمت سے آرہا ہوں، اسی وقت ایک دوسرا آسمان سے آیا اس نے بھی نبیؑ کے جواب میں کہا خدا کیطرف سے آرہا ہوں، پھر ایک دوسرا فرشتہ زمین کے نیچے سے آیا، نبیؑ نے اس سے وہی سوال کیا، اس نے کہا زمین ہفتم اور جانب پروردگار سے آرہا ہوں۔

اس سے حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا منزہ و برتر ہے وہ خدا جو کسی مکان میں نہیں ہے اور کوئی محل اس کا احاطہ بھی نہیں کر سکتا اور خدا کسی مکان معین میں دوسرے مکان سے نزدیک تر نہیں ہے۔

عالم یہودی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حق وحقیقت کا مطلب وہی ہے جو آپ نے فرمایا، آپ مقام خلافت اور وصایت کیلئے اولویت رکھتے ہیں۔

خدا مکان محدود نہیں رکھتا

شعبی نے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ اس خدا کی قسم جو سات پردوں کے ذریعہ پوشیدہ ہے۔

امیر المومنینؑ نے اس کی جانب تازیانہ بلند کرتے ہوئے فرمایا:

تجھ پر افسوس! خداوند متعال اس سے برتر و بالاتر ہے کہ کسی چیز کے ذریعہ پنہاں اور پوشیدہ ہو یا اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی ہو، پاک ہے وہ پروردگار جسے مکان گھیر نہیں سکتا اور دنیا کی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں رہ سکتی، وہ تمام آسمانوں، زمینوں اور دنیا والوں سے باخبر و آگاہ ہے۔

اس شخص نے کہا کیا اپنی قسم کا کفارہ دینا لازم ہے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تو نے خدا کی قسم کھائی ہی نہیں کہ اس کا کفارہ دینا ضروری ہے کیونکہ جو سات طبقہ کے ساتھ پوشیدہ ہو وہ خدا ہی نہیں ہے اور تیری قسم اس خدا سے تھی جو ایسا نہیں ہے۔

امام صادقؑ سے منقول ہے: کہ علماء یہود میں سے ایک نے امیر المومنینؑ سے آ کر عرض کیا:

اے علیؑ! آپ کا خدا کہاں ہے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تجھ پر افسوس! کس نقطہ اور کس مکان کو فرض کیا جائے کہ پروردگار وہاں نہیں ہے، لہذا تم کیسے س کے محل و مقام کا استفسار و سوال کر رہے ہو؟

خداوند عالم ہر جگہ ہے، وہ ہر موجود سے قبل ہے، تصور نہیں ہو سکتا، کہ اس سے پہلے کوئی چیز وجود رکھتی ہو، اس کے بعد کسی موجود کا ہونا باطل اور غلط ہے، اس کیلئے کوئی انتہا نہیں ہے، تمام انتہا اس کے ابدی وجود کے مقابل ختم ہو جاتے ہیں، وہ تمام انتہا و موجودات کا منتہی اور مرجع ہے۔ عالم یہودی نے کہا:

یا امیر المومنینؑ! کیا آپ پیغمبرؐ ہیں؟

امیرالمومنینؑ نے فرمایا:

تجھ پر افسوس ہے، میں پیغمبر اسلامؐ خاتم النبیین کے غلاموں اور دوستوں میں سے ایک ادنا غلام ہوں۔

اشفاق حسین

محرم الحرام ۱۴۲۷ھ / مطابق، فروری ۲۰۰۶ء

حصہ اول

۱	کچھ کتاب کے بارے میں	۶
۲	مقدمہ	۱۲
۳	تألیف کتاب کا سبب	۱۳
۴	احتجاج سے متعلق آیات	۱۴
۵	اہل علم و دانش کے فضائل	۱۵
۶	احتجاج رسول اکرمؐ	۲۳
۷	کیا رسول خدا نے احتجاج و مناظرہ کیا ہے؟	۲۵
۸	مخالفین، رسول اکرم کی خدمت میں	۲۶
۹	رسول اکرم کا یہودیوں سے احتجاج	۲۸
۱۰	نصاریٰ سے پیغمبر اسلام کا احتجاج	۳۰
۱۱	دہریوں سے رسول اکرم کا احتجاج	۳۳
۱۲	مانویوں سے رسول اکرم کا مناظرہ و احتجاج	۳۵
۱۳	بت پرستوں سے رسول اکرم کا مباحثہ و احتجاج	۳۷
۱۴	خدا کسی چیز میں حلول نہیں کرتا	۳۸
۱۵	غیر خدا کا سجدہ	۳۹
۱۶	خانہ کعبہ کے مقابل عبادت کا مقصد	۴۰
۱۷	مشرکین سے رسول اکرم کا احتجاج	۴۳

۱۸	مقام نبوت اور جاہ وثروت..........	۴۷
۱۹	ابوجہل کی گفتگو..........	۵۸
۲۰	رسول اکرم کا مشرکین سے احتجاج..........	۶۰
۲۱	رسول اکرم کے نام ابوجہل کا خط..........	۶۲
۲۲	یہودیوں سے رسول اکرم کا احتجاج..........	۶۴
۲۳	قبلہ کے بارے میں یہودیوں سے رسول اکرمؐ کا احتجاج..........	۶۶
۲۴	یہودیوں سے رسول اکرمؐ کا احتجاج..........	۶۹
۲۵	یہود ونواصب سے رسولؐ اکرم کا احتجاج..........	۷۱
۲۶	رسول اکرم کا یہودیوں سے احتجاج..........	۷۵
۲۷	کیا رسول اسلام افضل انبیاء ہیں؟..........	۷۸
۲۸	یہودیوں سے رسول خدا کا احتجاج..........	۷۹
۲۹	رسول اکرم سے یہودی کا دوسوال..........	۸۴
۳۰	غزوہ تبوک میں منافقین سے رسول اکرم کا احتجاج..........	۸۵
۳۱	رسول اکرم اور کوہ تبوک کی گھاٹی..........	۸۹
۳۲	روز غدیر رسولؐ اکرم کا احتجاج..........	۹۱
۳۳	روز غدیر خطبہ رسول اکرمؐ..........	۹۴
۳۴	رسول اکرم کے جانشینوں کا تعین..........	۱۰۶
۳۵	رسول اکرم کے بعد بارہ خلیفہ..........	۱۱۰
۳۶	اوصیاء رسول اکرمؐ..........	۱۱۲
۳۷	خلافت کے بارے میں احتجاج..........	۱۱۴

۳۸	لشکر اسامہ اور وفات پیغمبر	۱۱۵
۳۹	تشکیل سقیفہ وانتخاب	۱۱۷
۴۰	احتجاج حضرت علیؑ	۱۲۱
۴۱	علی بن ابی طالب کی خلافت کا واقعہ	۱۲۵
۴۲	خالد ابن سعید کا بیان احتجاج	۱۲۸
۴۳	سلمان فارسی کا احتجاج	۱۳۰
۴۴	احتجاج حضرت ابوذر غفاری	۱۳۲
۴۵	احتجاج مقداد ابن اسود	۱۳۳
۴۶	احتجاج بریدہ اسلمی	۱۳۴
۴۷	احتجاج جناب عمار یاسر	۱۳۵
۴۸	احتجاج ابی ابن کعب	۱۳۷
۴۹	احتجاج خزیمہ ابن ثابت	۱۳۸
۵۰	احتجاج ابوالہیثم تیہان	۱۳۹
۵۱	احتجاج سہیل ابن حنیف	۱۴۰
۵۲	احتجاج عثمان ابن حنیف	۱۴۱
۵۳	احتجاج حضرت ابوایوب انصاری	۱۴۲
۵۴	ابوبکرؓ کا تأثر اور ان کی تغییر حالت	۱۴۳
۵۵	عمر کا ابوبکر کی بیعت کیلئے لوگوں کو آمادہ کرنا اور خانہ فاطمہؑ کا جلانا	۱۴۵
۵۶	بعد وفات رسول اکرم	۱۴۷
۵۷	امیر المومنین علیؑ کی خلافت کا واقعہ	۱۵۰

۵۸	تأثرات حضرت زہراؑ	۱۵۷
۵۹	اسامہ کی بیعت کا واقعہ	۱۵۸
۶۰	ابوبکر کا خط اپنے باپ کے نام	۱۶۰
۶۱	امیر المومنین علیؑ کے بارے میں ابوبکر کا کلام	۱۶۲
۶۲	امیر المومنین وعباس ابن عبدالمطلب	۱۶۳
۶۳	امارت وولایت کے موضوع پر ابوبکر کی گفتگو	۱۶۵
۶۴	فدک کے بارے میں علی کا ابوبکر سے احتجاج	۱۶۶
۶۵	علی ابن ابی طالب وخالد ابن ولید	۱۶۹
۶۶	غضب فدک کے بعد ابوبکر کے نام علی کا خط	۱۷۱
۶۷	علی ابن ابیطالب کا خط	۱۷۳
۶۸	حضرت زہرا کا فدک کے بارے میں خطبہ اور احتجاج	۱۷۵
۶۹	خطبہ میں احکام الٰہی کا فلسفہ	۱۷۷
۷۰	فاطمہ زہرا اپنا تعارف کراتی ہیں	۱۷۹
۷۱	مطالبہ فدک اور احتجاج	۱۸۳
۷۲	انصار کی سرزنش اور ان سے طلب امداد	۱۸۵
۷۳	ابوبکر کا جواب	۱۸۸
۷۴	بنت رسول کا جواب	۱۹۰
۷۵	بنت رسول کے پاس خواتین مدینہ	۱۹۲

حصہ دوم

۷۶ خلافت علی بن ابیطالب کے بارے میں سلمان فارسی کا احتجاج ۱۹۶

۷۷ احتجاج ابی ابن کعب دربارۂ خلافت علی ۱۹۸

۷۸ بیعت کے بعد، ابوبکر کا اظہار مسرت اور حضرت علی کا احتجاج ۲۰۱

۷۹ اہل شوریٰ کے سامنے اپنی اولویت کیلئے حضرت علی کا احتجاج ۲۰۹

۸۰ حضرت علی کا انصار و مہاجرین سے اپنی فضیلت کے بارے میں احتجاج ۲۱۲

۸۱ طلحہ ابن عبید اللہ کا اعتراض ۲۱۸

۸۲ حضرت علی کا اپنا تعارف ۲۲۲

۸۳ مسجد الحرام میں جناب ابوذر کا رسول خدا کی دو حدیث بیان کرنا ۲۲۴

۸۴ علی ابن ابیطالب کا عثمان سے احتجاج ۲۲۵

۸۵ ایک شخص کا حضرت علی کے مقابلہ میں فخر و مباہات ۲۲۶

۸۶ امیر المومنین صدیق و فاروق ہیں ۲۲۷

۸۷ فضائل امام علی کے اثبات کا احتجاج ۲۲۸

۸۸ امیر المومنین کا ناکثین کے ساتھ احتجاج ۲۳۰

۸۹ طلحہ و زبیر سے امیر المومنین کا احتجاج ۲۳۳

۹۰ حضرت علی ابن ابیطالب کا خطبہ ۲۳۴

۹۱ طلحہ و زبیر سے امیر المومنین کا گفتگو ۲۳۶

۹۲ زبیر ابن عوام سے امیر المومنین کی گفتگو ۲۳۸

۹۳ جنگ جمل و عائشہ ۲۴۲

۹۴ ام سلمیٰ کی عائشہ سے ملاقات ۲۴۴

۹۵	ام سلمہ کا عائشہ سے احتجاج	۲۴۷
۹۶	امیرالمومنین کا اہل بصرہ سے احتجاج	۲۵۰
۹۷	اہل اسلام سے قتل و جنگ سے امیرامومنین کا احتجاج	۲۵۵
۹۸	حسن بصری سے امیرالمومنین کا احتجاج	۲۵۷
۹۹	امیرالمومنین کا کلام حسن بصری کے بارے میں	۲۵۹
۱۰۰	اپنے صحاب سے امیرالمومنین کا احتجاج	۲۶۰
۱۰۱	کلام میرالمومنین	۲۶۵
۱۰۲	امیرالمومنین کا معاویہ کے ساتھ احتجاج	۲۷۳
۱۰۳	امیرالمومنین کا خط معاویہ کے نام	۲۷۸
۱۰۴	امیرالمومنین کا دوسرا خط معاویہ ابن ابوسفیان کے نام	۲۸۱
۱۰۵	معاویہ کا نوشتہ اور جواب امیرالمومنین	۲۸۲
۱۰۶	قتل عمارابن یاسر کے بارے میں	۲۸۴
۱۰۷	عمروعاص کے نام امیرالمومنین کا خط	۲۸۵
۱۰۸	عمروعاص کی بات کا امیرالمومنین کا جواب	۲۸۶
۱۰۹	محمد ابن ابوبکر کا خط معاویہ کے نام	۲۸۷
۱۱۰	معاویہ کا جواب محمد ابن ابوبکر کے نام	۲۸۸
۱۱۱	امیرالمومنین کا خوارج سے احتجاج	۲۹۱
۱۱۲	امیرالمومنین کا خواج سے مناظرہ	۲۹۳
۱۱۳	حکمین کے بارے میں کلام امیرالمومنین	۲۹۵
۱۱۴	امیرالمومنین کا خوارج کے اعتراض پر جواب	۲۹۶

۱۱۵	امیر المومنین کا احتجاج	۳۰۱
۱۱۶	اشعث کی بات اور جواب امیر المومنین	۳۰۴
۱۱۷	امیر المومنین کے ساتھ رسول اکرم کی گفتگو	۳۰۹
۱۱۸	امیر المومنین سے رسول اکرم کی وصیت	۳۱۱
۱۱۹	امیر المومنین کے جہاد کی خصوصیات کے بیان میں	۳۱۳
۱۲۰	افضلیت امیر المومنین	۳۱۵
۱۲۱	رسول خدا اور مرغ بریان	۳۱۷
۱۲۲	توحید کے بارے میں امیر المومنین کی گفتگو	۳۲۰
۱۲۳	امیر المومنین کی ایک راہب سے ملاقات	۳۲۳
۱۲۴	ظلم وجور کے بارے میں امیر المومنین کا کلام	۳۲۶
۱۲۵	جبر وتفویض کے بارے میں امیر المومنین کا کلام	۳۲۷
۱۲۶	قضا وقدر کیا ہے؟	۳۳۰
۱۲۷	قضا وقدر کے بارے میں	۳۳۱
۱۲۸	کیا خدا دیکھا جا سکتا ہے؟	۳۳۲
۱۲۹	خداوند متعال کہاں ہے؟	۳۳۳
۱۳۰	خدا مکان محدود نہیں رکھتا	۳۳۵
۱۳۱	فہرست	۳۳۷

حاشیہ

حاشیہ ص ۸۵:

نبیؐ کا یہ فرمان حدیث منزلت کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اسی مفہوم کے ساتھ صحیح بخاری کتاب المناقب' کتاب المغازی۔ مسلم کتاب فضائل صحابہ وغیرہ وغیرہ میں موجود ہے۔ منقول از مناقب علیؑ وحسنینؑ وامہما فاطمہ الزہراؑ مصنف محمد فواد عبدالباقی۔

حاشیہ ص ۹۳

آیت بلّغ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۶۷ ہے اور یہ آیت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اللہ نے اس آیت کے ذریعے نبیؐ کو حکم دیا کہ آپؐ مولا علیؑ کی ولایت کا اظہار سب لوگوں کے سامنے فرمائیں اور اگر آپؐ نے ایسا نہیں کیا تو آپؐ نے رسالت کا کوئی پیغام نہیں پہنچایا۔ تفسیر درمنثور میں بھی اس آیت کا علیؑ کی شان میں نازل ہونا لکھا ہوا ہے۔

اور جب نبیؐ پاک نے مولا علیؑ کی ولایت اور ان کے مولا ہونے کا خطبہ ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ''جس کا میں مولا ہوں تو علیؑ بھی اس کا مولا ہے۔'' (مسند احمد) سیوطی کہتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ منقول از مناقب علی و حسنین وامہما فاطمہ الزہراؑ مصنف محمد فواد عبدالباقی)

تو اللہ نے اس کا ذکر ان الفاظ مین فرمایا ''میں نے تمہارے دین کو کامل کر

دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے (اس) دین اسلام کو پسند کیا۔ سورۃ المائدہ ۳ یہ آیت بھی مولاؑ علی کی شان میں نازل ہوئی ملاحظہ کریں۔ تفسیر در منثور، ارجح المطالب، غدیرخم کے واقعے کی مزید تفصیل کیلئے کتاب ''خلاصہ الغدیر'' مصنف علی اصغر خراسانی کی طرف رجوع کریں۔

حاشیہ ص ۱۰۴

حدیث ثقلین لاتعداد لوگوں نے روایت کی ہے اور لاتعداد علماء نے اسے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ کچھ کے نام یہ ہیں:

مسلم، ترمذی، طبقات ابن سعد، مسند احمد بن حنبل، خصائص نسائی وغیرہ وغیرہ۔ ہم نے یہ تفصیل رئیس المناظرین حضرت علامہ میر حامد حسین ہندیؒ کی لاجواب کتاب عبقات الانوار کی جلد حدیث ثقلین سے لی ہے۔

حاشیہ ص ۱۰۹

واضح رہے کہ آئمہ اثنا عشرؑ کے اسماء نبیؐ نے پہلے ہی بتا دیئے تھے۔ چنانچہ اسی قسم کی ایک روایت ینابیع المودۃ میں بھی موجود ہے جس میں نبیؐ نے بارہ آئمہ کے نام لیئے ہیں۔

حاشیہ ص ۱۱۳

نبیؐ نے فرمایا ''اے مسلمانوں کے گروہ! جو ان اہل خیمہ سے صلح رکھے گا میری اس سے صلح ہے اور جس کی ان سے لڑائی ہے میری اس سے لڑائی ہے ان کا دوست میرا دوست ہے۔ ان سے وہی محبت کرے گا جو انتہائی سعادت مند اور

اچھی ولادت والا ہے اوران سے وہی دشمنی اور بغض رکھے گا جوانتہائی بد بخت اور گھٹیاولادت والا ہے۔'' اہل خیمہ سے مراد علیؑ' سیدہ فاطمہؑ امام حسنؑ اورامام حسینؑ ہیں۔ ریاض النضرہ فی مناقب عشرہ مبشرہ جلد۳

حاشیہ ص ۱۱۹

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت عمر میدان جنگ سے بھاگ جایا کرتے تھے چنانچہ ان کا اپنا اقرار جرم ہے کہ'' حضرت عمر نے یوم جمعہ کو خطبہ دیا اور آل عمران کی تلاوت کی۔ خطبہ کے وقت اس سورت کی تلاوت آپ کو اچھی لگتی تھی۔ جب آپ ان الذین تو لوا منکم یوم التقی الجمعن'' (آل عمران ۱۵۵) تک پہنچے تو فرمایا جب غزوہ احد ہوا تو ہم بھاگ گئے۔ میں بھی بھاگ گیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ میں اپنے آپ کو یوں چھلانگیں مارتا ہوا دیکھتا گویا میں پہاڑی بکرا ہوں'' تفسیر درمنثور جلد۲ اردو

حاشیہ ص ۱۲۰

سقیفہ میں سعد بن عبادہ کا مخالفت کرنا تاریخ طبری جلد۲ اردو میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ'' چند روز ان سے تعارض نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد ان سے کہلا کر بھیجا گیا کہ چونکہ تمام لوگوں نے اور خود تمہاری قوم نے بھی بیعت کر لی ہے تم بھی آ کر بیعت کرو۔ سعد نے کہا یہ نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ میں تمہارے مقابلے میں اپنا ترکش خالی نہ کر دوں۔ اپنے نیزے کو تمہارے خون سے رنگین نہ کرلوں۔ سعد نہ ابوبکر کی امامت میں نماز پڑھتے تھے اور نہ جماعت

میں شریک ہوتے۔ حج میں بھی مناسک کو ان کے ساتھ ادا نہ کرتے۔ ابو بکر کے انتقال تک ان کی یہی روش رہی۔"

سعد اور حضرت عمر کی لڑائی ان الفاظ میں لکھی ہوئی ہے "عمر نے اسے اٹھا لیا اور پھر سعد پر جھپٹے اور لوگ بھی سعد پر جھپٹے۔" اس وقت عہد جاہلیت کا سا منظر پیش آیا اور تو تو میں میں ہونے لگی۔ ابو بکر اس سے دور رہے۔ جس وقت سعد پر لوگ چڑھ گئے کسی نے کہا کہ تم لوگوں نے سعد کو مار ڈالا۔ عمر نے کہا اللہ اسے ہلاک کر دے وہ منافق ہے عمر کی تلوار کے سامنے ایک پتھر آ گیا اور ان کی ضرب سے وہ قطع ہو گیا۔ ناظرین اس مار دھاڑ اور طاقت کے بل بوتے پر یہ خلافت پروان چڑھی۔

حاشیہ ص ۱۲۴

آل محمدؐ نبی کا کفن دفن کا نظام کر رہے تھے اور یہ خلافت کے پجاری سقیفہ میں خلافت کا انتظام کر رہے تھے چنانچہ مصر کے ایک مشہور عالم دین رشید رضا اپنی کتاب "امامت عظمیٰ" میں لکھتے ہیں "صحابہ نے نصب خلیفہ کو نبی کریمؐ کی تجہیز و تکفین پر بھی مقدم کیا اور یہی معتمد علیہ ہے۔"

زید ابن ارقم کا حدیث غدیر کی تصدیق نہ کرنا اور مولا علیؑ کی بد دعا سے اس کا بینائی سے محروم ہونا انسان العیون جلد ۶ اردو میں بھی موجود ہے۔

حاشیہ ص ۱۲۶

"مہاجرین اور انصار کے کچھ لوگوں نے حضرت ابو بکر کی بیعت سے

تخلف کیا اور حضرت علیؑ کے ساتھ ہو گئے۔ ان میں عباس، فضل بن عباس، زبیر بن العوام، خالد بن سعید، مقداد بن عمرو، سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ، عمار بن یاسر، البراء بن عازب اور ابی بن کعب شامل تھے۔ یہ الفاظ عالم اسلام کے ایک مشہور مورخ جن کے بارے میں شبلی نعمانی کہتے ہیں۔ احمد بن ابی یعقوب کاتب عباسی یہ تیسری صدی کا مورخ ہے۔ مجھ کو اس کے حالات رجال کی کتابوں میں نہیں ملے۔ لیکن اس کی کتاب خود شہادت دیتی ہے کہ وہ بڑے پایہ کا مصنف ہے۔ چونکہ اس کا دولت عباسیہ کے دربار سے تعلق تھا۔ اس لئے تاریخ کا اچھا سرمایہ بہم پہنچا سکا۔ اس کی کتاب جو تاریخ یعقوبی کے نام سے مشہور ہے یورپ میں بمقام لیڈن ۱۸۸۳ عیسوی میں چھاپی گئی ہے۔'' (الفاروق)

مولا علیؑ کا یہ فرمان کہ میں اس وقت دوش پر عبا نہ ڈالوں گا جب تک کہ قرآن مجید، جمع و مرتب نہ کرلوں۔ الاتقان فی علوم قرآن میں بھی موجود ہیں واضح رہے کہ الاتقان کے مطابق مولا علیؑ کے مصحف میں سورۃ اقراء اول سورت تھی۔ پھر المدثر۔ المزمل، تبت اور تکویر تھیں۔

حاشیہ ص ۱۲۹

خالد ابن سعید اور اس کے بھائیوں نے ابوبکر کی بیعت کرنے میں لیت و لعل سے کام لیا۔ خالد نے بنی ہاشم سے کہا آپ خاندان بنی ہاشم قد آور درخت کی مانند ہیں اور ہم بھی آپ کے تابعدار ہیں استعیاب، اصابہ منقول از قصہ عبداللہ ابن سباء جلد ا

حاشیہ ص ۱۳۱

سلمانؓ نے کہا: ایک معمر انسان کو منتخب کر کے اپنے پیغمبرؐ کے خاندان کو چھوڑ دیا ہے۔ اگر خلافت کو پیغمبرؐ کے خاندان میں رہنے دیتے تو دو آدمی بھی آپس میں اختلاف نہیں کرتے اور لوگ اس درخت کے میوؤں سے بیشتر مستفید ہوتے۔ ابو بکر جوہری سقیفہ بروایت ابن ابی الحدید۔ منقول از قصہ عبداللہ ابن سباء

حاشیہ ص ۱۳۲

ابوذرؓ نے فرمایا تم لوگوں نے تھوڑی سی چیز کو حاصل کر کے اسی پر اکتفا کیا اور پیغمبرؐ کے خاندان کو کھو دیا۔ اگر اس کام کو اہلبیتؑ رسولؐ کے سپرد کرتے تو دو آدمی بھی آپ کے نقصان میں آپ سے مخالفت نہ کرتے۔ جوہری کتاب سقیفہ۔ منقول از قصہ عبداللہ ابن سباء

حاشیہ ص ۱۴۶

حضرت عمر کا سیدہ فاطمہؑ کے گھر آگ سے حملہ کرنا ان کتابوں میں مذکور ہے۔ الفاروق، تاریخ یعقوبی، الامامت والسیاست وغیرہ وغیرہ۔

حاشیہ ص ۱۵۴

خلفاء نے سیدہؑ کے گھر پر حملہ کیا اور پھر سیدہؑ کے شکم اور پہلو پر ایسی ضرب لگائی کہ محسنؑ ساقط ہو گئے۔ شہرستانی الملل والنحل منقول از قصہ عبداللہ ابن سباء

حاشیہ ص ۱۵۹

اس روایت کا یہ مطلب نہیں کہ مولا علیؑ نے ابو بکر کی بیعت کر لی تھی اس کا

مطلب مصالحت کیونکہ پچھلی روایات بھی یہی بتا رہی ہیں کہ مولا علیؑ نے بیعت نہیں کی تھی بلکہ زبردستی ان کے ہاتھ کو کھینچ کر بیعت کروائی گئی اور آپؑ نے اپنے ہاتھ کو کھینچا یعنی آپؑ نے بیعت نہیں فرمائی بلکہ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ علیؑ نے بیعت کر لی ہے۔ اور پھر اتنی جلدی بیعت کرنا تو مکتب خلفاء کی مستند کتاب بخاری کی اس روایت کے بھی خلاف ہے۔ ''حضرت فاطمہؑ کو حضرت ابوبکر پر غصہ آیا انہوں نے ان کی ملاقات ترک کر دی اور مرنے تک ان سے بات نہ کی۔ وہ آنحضرتؐ کے بعد صرف چھ مہینے تو زندہ رہیں جب ان کی وفات ہوئی ان کے خاوند حضرت علیؑ نے رات ہی کو ان کو دفن کر دیا اور ابوبکر کو ان کی وفات کی خبر نہ دی اور حضرت علیؑ نے ان پر نماز پڑھی اور جب تک حضرت فاطمہؑ زندہ تھیں تو لوگ علیؑ پر بہت توجہ رکھتے تھے۔ جب ان کی وفات ہو گئی تو حضرت علیؑ نے دیکھا لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے معلوم ہوتے ہیں اس وقت انہوں نے ابوبکر سے صلح کر لینا اور ان سے بیعت کر لینا چاہا۔ بخاری کتاب المغازی۔ اس روایت سے بھی اتنی جلد بیعت کرنا ثابت نہیں ہے۔ شیعہ محققین کے نزدیک مولا علیؑ نے خلفاء کی آخری وقت تک بیعت نہیں کی۔ اس سلسلہ میں مزید تحقیق کیلئے کتاب اثبات امامت کی طرف رجوع کیا جائے۔

حاشیہ ص ۱۶۶

حضرت ام ایمنؓ کے بارے میں نبیؐ کا یہ فرمان انسان العیون میں بھی موجود ہے۔

نبیؐ پاک نے فدک سیدہؑ کو اپنی حیات میں عطا فرما دیا تھا۔ ملاحظہ کریں معارج النبوۃ۱، ینابیع المودۃ، تفسیر در منثور۴، تفسیر مظہری۷۔

انسان العیون جلد۶ ص۵۳۴ اردو دارالاشاعت میں لکھا ہے۔

''علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ابوبکر نے فدک کی جائیداد کے متعلق حضرت فاطمہؑ کے لیئے تحریر لکھ دی تھی۔ اسی وقت حضرت عمر تشریف لائے اور پوچھا یہ کیا ہے۔ ابوبکر نے کہا: میں نے فاطمہؑ کے لیئے ان کے والد مکرمؐ کی میراث کے سلسلے میں تحریر لکھ دی ہے۔ عمر نے کہا کہ پھر آپ مسلمانوں کی ضروریات پر کہاں سے خرچ کریں گے جبکہ آپ کو معلوم ہے عرب آپ کے ساتھ برسر جنگ ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر نے وہ تحریر لے کر پھاڑ دی۔''

سیدہؑ نے فدک کا مطالبہ کیا ملاحظہ کریں بخاری۲، مسلم۵، تاریخ یعقوبی۲، وفاء الوفاء۳ ان کتب میں مطالبہ فدک اور ابوبکر سے وفات تک سیدہؑ کی ناراضگی لکھی ہوئی ہے۔ اور صواعق المحرقہ وغیرہ میں طلبی گواہ اور سیدہؑ کا علیؑ، ام ایمن اور حسنؑ و حسینؑ کو پیش فرمانا اور خلفاء کا ان بزرگوں کی گواہیوں کو رد کرنا لکھا ہوا ہے۔

حاشیہ ص۱۷۴

یہ بات کہ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے ایک عجیب سی رام کہانی ہے جس کی نسبت رسول اللہؐ کی طرف معاذ اللہ دی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ حدیث نہ تو نبیؐ کی اکلوتی بیٹی سیدہ فاطمہؑ نے سنی۔ نہ مولا علیؑ نے سنی نہ حسنینؑ نے سنی، نہ ام ایمنؓ نے

سنی نہ کسی ام المومنین بشمول حضرت عائشہ نے سنی۔ کیونکہ ان سب نے میراث کا مطالبہ کیا ہے۔ ملاحظہ کریں: بخاری، مسلم، ابو داؤد، صواعق المحرقہ، ازالۃ الخفاء، مدارج النبوت وغیرہ۔

حاشیہ ص ۱۷۴

نبیؐ پاک نے مولا علیؑ کو بتا دیا تھا کہ یہ امت تمہارے ساتھ دھوکا کرے گی اس لیئے آپؑ نے منافقین سے جنگ نہیں کی اور تلوار نہیں اٹھائی۔ نبی نے فرمایا کہ "علیؑ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسولؐ اللہ نے مجھ سے جو عہد لیئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے بعد امت میرے ساتھ بے وفائی کرے گی۔" خصائص کبریٰ جلد ۲۔ پھر فرمایا۔ "اے علیؑ! میری امت میرے بعد تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ دے گی۔" کنز العمال منقول از اثبات امامت۔ پھر کہا "میں نے کہا میں انہیں اور جسے وہ اختیار کرینگے، ترک کر دوں گا۔ خدا اور رسولؐ اور دار آخرت کو اختیار کروں گا۔ اور راہ خدا میں جس قدر مجھ پر مصائب و شدائد ڈھائے جائیں گے ان پر صبر کروں گا یہاں تک کہ آپؐ کے ساتھ ملحق ہو جاؤں۔ فرمایا سچ کہتے ہو۔ واقعاً تم ایسا ہی کرو گے۔ بار الہا علیؑ کو اس کی توفیق عطا فرما۔" کنز العمال منقول از اثبات امامت

حاشیہ ص ۱۹۱

یہ روایت کہ انبیاءؑ میراث نہیں چھوڑتے قرآن کے بھی خلاف ہے مثلاً اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ "میری بیوی بھی بانجھ ہے بس تو مجھے اپنے

پاس سے وارث عطا فرما۔ جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب کے خاندان کا بھی جانشین اور میرے رب! تو اسے مقبول بندہ بنالے۔" مریم ۶،۵ (زکریاؑ کی دعا)

"اور داؤدؑ کے وارث سلیمانؑ ہوئے اور کہنے لگے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہم سب کچھ میں سے دیئے گئے ہیں۔ بیشک یہ کھلا ہوا فضل الٰہی ہے۔" نمل ۱۶

اس آیت کی تفسیر میں قتادہ کہتے ہیں کہ سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کی نبوت' آپؑ کے ملک اور آپؑ کے علم کے وارث بنے۔ تفسیر در منثور۔ سورۃ مریم کی آیت کی تفسیر میں در منثور میں یہ لکھا ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ زکریاؑ کی اولاد نہ تھی تو آپ نے اللہ کی بارگاہ میں میں التجا کی رب ھب لی من لدنک...... الآیۃ' فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرے مال کا وارث بنے اور آل یعقوب سے نبوت کا وارث بنے۔ "ان کے نبیؑ نے انہیں پھر کہا کہ اس کی بادشاہت کی ظاہری نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلجمی ہے اور آل موسیٰ اور آل ہارون کا بقیہ ترکہ ہے......" بقرہ ۲۴۸

تفسیر خازن میں ہے کہ اس تابوت میں انبیاءؑ کی تصویریں تھیں اور یہ تابوت نسل در نسل آگے جاتا رہا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ تک پہنچا۔

لڑکیوں کو حصے دینے کیلئے اللہ کا فرمان سورہ نساء ۱۱۔۷ تک میں بڑھ لیا جائے اور انہیں آیات کی تفسیر میں تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہوا ہے کہ اہل جاہلیت تمام مال لڑکوں کو دیتے تھے اور لڑکیاں خالی ہاتھ رہ جاتیں تھیں تو اللہ نے ان کا

تاریخ یعقوبی اور انسان العیون۔ حضرت عائشہ کے دل میں علیؑ سے بغض بھی تھا۔
حضرت علی طہ حسین مصری وطبقات ابن سعد

حاشیہ ص ۲۴۹

حضرت ام سلمہؓ مولا علیؑ کی طرف تھیں اور آپؓ نے اپنا بیٹا بھی مولا علیؑ کے ساتھ بھیجا تھا۔

حاشیہ ص ۲۸۲

معاویہ نے وحی کی کتابت نہیں کی۔ کچھ خطوط وغیرہ کی کتابت کی ہوگی لیکن وحی کی کتابت نہیں کی۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب اکمال فی اسماء الرجال میں لکھا ہوا ہے کہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے وحی کی کتابت بالکل نہیں کی۔ مدارج النبوت میں بھی ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔ ایک مشہور عالم دین ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی اپنی کتاب خانوادہ نبوی وعہد بنی امیہ میں لکھتے ہیں۔ ''حافظ ابن حجر نے صحابہ کرام کے بارے میں اپنی مشہور و مستند کتاب ''الاصابہ'' میں معاویہ کے سوانح حیات میں لکھا ہے۔'' زید بن ثابت وحی لکھتے تھے اور معاویہ حضورؐ اور عربوں کے مابین امور کی کتابت کرتے تھے۔ یعنی آنحضورؐ کے خطوط اور معاہدات لکھتے تھے۔ اور یہی بات ان سے قبل امام ذہبی نے معاویہ کے کافی طویل سوانحی خاکے میں لکھی ہے اور اس ''کتابت'' کی بھی حقیت انہوں نے اس طرح بیان کی ہے:

وکتب صراتٍ یسیرۃ (چند دفعہ ہی حضورؐ کیلئے انہوں نے کتابت کی)"

خانوادہ نبوی و عہد بنی امیہ ص ۵۵

معاویہ اور اس کا باپ فتح مکہ کے دن اسلام میں داخل ہوئے" یہ خود اور ان کے والد فتح مکہ کے موقع پر مسلمن ہونے والوں میں سے ہیں اور مؤلفہ القلوب میں داخل تھے "مشکوۃ' مدارج النبوت' منہاج السنۃ' المعارف ابن قتیبہ۔ منقول از استخلاف یزید۔

حاشیہ ص ۲۸۴

یہ حدیث بخاری میں بھی موجود ہے۔

حاشیہ ص ۲۸۶

واقعہ یہ ہے کہ جب مولا علیؑ نے جنگ صفین میں عمرو بن العاص پر حملہ کیا تو اس نے اپنے آپ کو بچانے کیلئے اپنی شرمگاہ کو کھول دیا۔ مروج الذہب ۳

حاشیہ ص ۳۰۱

ناکثین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے مدینہ میں بیعت کی اور بصرہ میں جا کر توڑ دی۔ قاسطین سے مراد معاویہ اور اس کے ساتھی ہیں اور مارقین سے مراد اصحاب نہروان ہیں۔ ان کے بارے میں نبیؐ نے پہلے اطلاع دے دی تھی۔ دیلمی' تاریخ ابن عساکر' اسد الغابہ ۱۵ منقول از ارجح المطالب

حاشیہ ص ۳۱۲

نبیؐ نے فرما دیا تھا کہ علیؑ قرآن کے مفہوم اور مطلب پر لڑائی کریں گے۔

مسند احمد۔ اسی مفہوم کی حدیث ترمذی میں بھی موجود ہے۔ منقول از مناقب علی وحسنین وامہما فاطمہ الزہراؑ خصائص کبریٰ میں بھی یہ حدیث حاکم اور بیہقی کے حوالہ سے موجود ہے۔

حاشیہ ص ۳۱۸

حدیث طیر ترمذی، مسند احمد بن حنبل، سنن ابی داؤد میں بھی موجود ہے۔ منقول از مناقب علی وحسنینؑ وامہما فاطمہ والزہراؑ وینابیع المودۃ۔ ینابیع المودۃ میں لکھا ہوا ہے کہ "حدیث طیر کو ۲۴ آدمیوں نے انس سے روایت کیا ہے ان میں سعید بن میسّب، سدی اور اسماعیل ہیں۔ ابن مغازی نے حدیث طیر کو ۲۰ طریقوں سے بیان کیا ہے۔"

حاشیہ ص ۳۱۹

خصائص کبری میں احمد، ابویعلی، بزاز، حاکم، بیہقی اور ابونعیم کے حوالے سے حدیث نقل کی گئی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا تھا "تم میں کوئی زوجہ اس وقت کیا کرے گی جب حواب کے کتے اس پر بھونکیں گے۔"

چنانچہ جب حضرت عائشہ اس مقام پر پہنچیں تو کتوں نے بھونکنا شروع کر دیا مقام حواب پر اور عائشہ کو نبیؐ کی پیشن گوئی یاد آ گئی اور انہوں نے رونا شروع کر دیا اور واپس جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اور کہا خدا کی قسم وہ حواب والی عورت میں ہی ہوں مجھے واپس لے چلو۔ مجھے واپس لے چلو۔ مجھے واپس لے چلو" اس وقت طلحہ و زبیر پچاس آدمیوں کو لے کر حضرت عائشہ کے پاس پہنچے اور ان لوگوں

نے ان کے سامنے شہادت دی کہ حواب کا مقام نہیں ہے اور جس نے آپ کو اطلاع دی ہے وہ بالکل جھوٹا ہے۔علامہ شعبی کہتے ہیں کہ اسلام میں یہ پہلی جھوٹی شہادت ہے۔ماخوذ از انسان العیون جلد ٦۔

(محمد مہدی محسن)

☆☆☆

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان